جلد سوم

حصہ پنجم

آپ کے بیان کردہ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق
کا بیان ۷۵ مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

کتاب کا نام ــــ شمائل کبریٰ جلد سوم

تاریخ اشاعت ــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ــــ احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber net pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ــــ مِنجانب ــــ

احباب زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax 01204-389080
Mobile 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
38 Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph 0044-116-2537640
Fax 0044-116-2628655
Mobile 0044-7855425358

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہوکر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول 　حصہ اول (۱) کھانے (۲) پینے (۳) لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول 　حصہ دوم: (۱) سونے (۲) بیدار ہونے (۳) بستر (۴) تکیہ (۵) خواب (۶) سرمہ (۷) انگوٹھی (۸) بال (۹) داڑھی (۱۰) لب ناخن (۱۱) امور فطرت (۱۲) خضاب (۱۳) عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم 　حصہ سوم: (۱) معاملات (۲) تجارت (۳) خرید وفروخت (۴) بازار (۵) ہبہ (۶) عاریت (۷) اجارہ اور مزدوری (۸) ہدیہ (۹) قرض (۱۰) مرغ (۱۱) گھوڑے (۱۲) بکری (۱۳) اونٹ (۱۴) سواری (۱۵) سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۷۵ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم 　حصہ چہارم: (۱) اخلاص (۲) صدق (۳) محبت والفت (۴) محبت وعداوت خدا کے واسطے (۵) حب خدا ورسول (۶) مؤمن کو خوش کرنا (۷) مسلمانوں کی مدد ونصرت (۸) پریشان حال کی مدد ونصرت (۹) مظلوم کی مدد (۱۰) یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت (۱۱) احباب کی ملاقات اور زیارت (۱۲) اولیاء وصلحاء کی زیارت (۱۳) عفو ودرگزر (۱۴) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر (۱۵) سائلین کی رعایت (۱۶) اکرام مسلم (۱۷) بڑوں کی تعظیم (۱۸) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا (۱۹) مؤمن کی عزت (۲۰) لوگوں کے مرتبہ کی رعایت (۲۱) خاطر مدارات (۲۲) مہمان نوازی (۲۳) امانت اور دیانتداری (۲۴) وعدہ پورا کرنا (۲۵) حلم وبردباری (۲۶) اعتدال اور میانہ روی (۲۷) سنجیدگی (۲۸) نرمی سہولت (۲۹) پردہ پوشی (۳۰) غصہ برداشت کرنا (۳۱) توکل (۳۲) قناعت (۳۳) استغناء (۳۴) صبر (۳۵) شکر (۳۶) سادگی (۳۷) قناعت (۳۸) تواضع وانکساری (۳۹) شرم اور حیا (۴۰) سخاوت (۴۱) استقامت (۴۲) شجاعت اور بہادری (۴۳) نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج (۴۴) زائد پر دوسروں کو ترجیح (۴۵) دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے (۴۶) توڑ والوں سے جوڑ (۴۷) حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز (۴۸) سلامتی صدر (۴۹) خوش کلامی (۵۰) خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔ حصہ پنجم اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ اعنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت وبکاء (۳۸) ہیبت ووقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم وبردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم۔۔ حصہ ششم: (۱) طہارت ونظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم۔ حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اورسنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائلِ کبریٰ جلد چہارم . . حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد پنجم . . حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد پنجم حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ششم . . . حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائلِ کبریٰ جلد ہفتم . . . حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عبادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

عرض مؤلف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیشِ نظر کتاب شمائل کبریٰ جلد پنجم "سلسلہ شمائل کی نہایت ہی اہم اور ممتاز جلد ہے۔ جس میں سیّد الکونین فخر الانبیاء و مرسلین محبوب رب العالمین فداہ روحی" ﷺ کے جسمانی احوال و صفات اور پاکیزہ خصائل و شمائل بسط و تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

شمائل کا مفہوم جس طرح مکارم اخلاق کو شامل ہے اسی طرح خلقی و جسمانی احوال و صفات کو بھی شامل ہے۔ اصحابِ شمائل نے اس کا لحاظ بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے شمائل میں اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اولاً آپ کے جسمانی احوال ہی کو بیان کیا ہے۔

خالق کائنات نے جس طرح آپ کو پاکیزہ اخلاق کے اعلیٰ اور فائق مرتبے سے نوازا تھا اسی طرح آپ جسمانی اعضاء جوارح کے اعتبار سے انتہائی اعلیٰ بلند پایہ صفات سے نوازے گئے تھے۔ جس کا اندازہ آپ کو حضرت علی ہند بن ابی ہالہ وغیرہ کی روایتوں سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

پوری کائنات میں از اول تا آخر جمال ظاہری اور کمال باطنی میں آپ سے بہتر تو دور کی بات، ببعض الوجوہ بھی مثل و مثیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح کمالات نبوت اور حقیقت محمدیہ یہ احاطہ علمی سے خارج اور فہم و عقل سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح کمال و جمال جسمانی کا واقعی ادراک بھی عقل و بیان سے وراء الوراء ہے۔ اسی کو عارف شیرازی نے اپنے کلام میں ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے:

"يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ ❁ مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرَ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ ❁ بعد از خدا تونی قصه مختصر"

صحیح ہے۔ نہ آپ کے کمالات باطنی کا احصاء ہوسکتا ہے۔ نہ آپ کے جمالات ظاہری کو کما حقہ، کوئی بیان کر سکتا ہے۔ چنانچہ عشق رسول سے سرشار صاحب معرفت علامہ بوصیری نے اپنے مشہور قصیدہ بردہ میں اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے ؎

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ ❁ حَدٌّ فَيُعربُ نَاطِقٌ بِفَمٍ

تاہم انسانی وسعت جس قدر ادراک کرسکی اصحاب فضل و کمال، ارباب ذوق نے آپ کے جمال مبارک کا نقشہ کھینچا ہے۔

حضرات صحابہ کرام جن کی محبت ومعرفت وفدائیت وفنائیت کی دنیائے محبت وعشق میں کوئی نظیر ومثال نہیں ملتی۔انہوں نے آپ کے جمال مبارک اور ظاہری کمالات کا نہایت ہی فصیح وبلیغ ادب عربی سے لبریز لغات کے مشکل ترین کلمات سے پر پیرایہ میں جو آپ کا نقشہ بیان کیا ہے۔وہ قابل تعریف اور امت پر احسان عظیم ہے۔ کہ جس طرح انہوں نے علوم نبوت احکام شریعت کی احادیث روایت کی اسی طرح کمالات ظاہری جمال جسمانی بھی امت کے سامنے پیش کیا۔ یہ انہی کی جامعیت علمی تھی۔ ''فللّٰہ الحمد والمنۃ''

. جسمانی احوال کے بعد آپ ﷺ کے مخصوص پاکیزہ شمائل وخصائل جو حیاتِ طیبہ کے ہر شعبہ سے متعلق ہیں۔تفصیل سے ذکر کردیئے گئے ہیں۔کہ امت کے لئے یہی اسوہ حسنہ ہے۔

مؤلف نے اس کی ترتیب میں اہتمام اور سعی بلیغ کی ہے کہ موضوع اور باب سے متعلق تمام روایتیں آجائیں۔جس کا اندازہ اہل ذوق کو مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔تالیف میں فن اور اس کے متعلقات کے رائج کتابوں کے علاوہ نادر وکمیاب علمی ذخیرے پیش نظر رہے ہیں۔جس کا علم حوالوں اور ماخذ سے ہوسکتا ہے۔مزید جسمانی احوال کے ذیل میں اہل ذوق حضرات کے لئے اس کے مناسب اشعار، بھی ذکر کردیئے گئے ہیں۔ یہ تمام اشعار، عارف باللہ عاشق رسول جناب قاری عبدالسلام صاحب مضطر دامت برکاتہم کے ''حلیہ نبی اکرم'' کوثر و زمزم سے ماخوذ ہیں۔امید ہے کہ اہل ذوق اس سے محظوظ ہوں گے۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ جس کی اعانت وہمت افزائی سے ترتیب وطباعت کی سہولت میسر ہوئی وہ ان کو شایان شان جزاء سے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کرکے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص وعافیت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔آمین

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری

استاذ حدیث، مدرسہ ریاض العلوم، گورینی جونپور

ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مارچ ۲۰۰۰ء

حرف اول

تصور میں سراپائے حبیب ﷺ حق بسائیں گے
دل و دیدہ کی محفل ان کے جلوؤں سے سجائیں گے

نگاہوں میں جما کر حلیۂ فخر بنی آدم ﷺ
تخیل کے دریچے سے انہیں دیکھا کریں گے ہم

نگاہ نامراد دید کی حسرت نکالیں گے
کسی صورت دل مہجور کو اپنے سنبھالیں گے

نہا کر آنسوؤں سے خون دل سے باوضو ہو کر
قلم بہر دعاء ہے سر بسجدۂ قبلہ رو ہو کر

تمناؤں کا ایک طوفاں امڈ آیا ہے سینے میں
مچلتی ہو مئے گل رنگ جیسے آبگینے میں

مرے دل کو غم عشق نبی ﷺ اے میرے باری دے
تڑپ دے سوز دے دردوالم دے بے قراری دے

نہ تھمتی چشم نم میری نہ ہوتا اشک کم میرا
اسی شغل مبارک میں نکلتا کاش دم میرا

جہاں روح الامیں ہوں پر سمیٹے ششدر و حیراں
وہاں جرأت کرے کیا ایک بے مایہ حقیر انساں

جمال و حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن
مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر ناممکن

ولیکن ایک مدت سے تقاضا ہے میرے دل کا
کہ لفظی ترجمہ کر دوں احادیث شمائل کا

تغزل ہو تصنع ہو نہ کچھ رنگیں بیانی ہو
عبارات حدیث پاک کی بس ترجمانی ہو
قبول حق جو ہو جائے یہ کوشش میرے خامے کی
سیاہی ساری ڈھل جائے مرے اعمال نامے کی
یہ نازک اور مشکل کام ہے ہمت نہیں ہوتی
کرے پرواز مرغ فکر کو جرأت نہیں ہوتی
کوئی لغزش نہ ہو جائے الٰہی اس سے ڈرتا ہوں
بھروسے پہ ترے اس کام کا آغاز کرتا ہوں

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ٠

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

چہرہ مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت چہرے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کا چہرہ تو ایسا روشن تھا جیسے سورج چہرہ پر ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۳۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو نہایت حسین چہرے والا دیکھا۔ آپ کے بعد تو کسی کو ایسا دیکھا ہی نہیں۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۴)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ انور مثل تلوار کے تھا۔ انہوں نے جواب دیا نہیں تو بلکہ مثل ماہتاب تھا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۷)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے اوصاف کا جب ذکر کیا تو کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ مبارک مثل تلوار کے (صاف چمکدار تھا) تو کہا نہیں۔ سورج اور چاند کے مثل تھا۔ اور ذرا گولائی پر تھا۔
(ابن سعد صفحہ ۴۱۶)

حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ ملاحت آمیز تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۸)

ایوب بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ جیسا کسی کو نہیں پایا۔ ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۹)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چہرے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسن والے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر خوبصورت چہرے والا اور اچھی آواز والا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۱)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ ایسا خوبصورت چمکدار تھا، جیسے

چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ (ابن سعد صفحہ۴۴۲)

ابوقرصافہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں میری والدہ میری خالہ آپ ﷺ سے بیعت ہو کر جب واپس ہوئیں تو میری والدہ اور خالہ نے کہا ہم لوگوں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرے والا تو آج تک کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ (سبل صفحہ۴۲)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت بھی ہے کہ آپ کا چہرہ انور گولائی لئے ہوئے تھا۔ (شمائل صفحہ۱، ترمذی)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ آپ کا چہرہ چاندی جیسا صاف وشفاف مثل آفتاب ومہتاب تھا۔ چہرہ لمبا نہیں بلکہ گولائی لئے ہوئے تھا۔ ایسا ہی چہرہ خوشنما ہوتا ہے۔ جسے کتابی چہرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے حسن کے ساتھ چہرہ میں گولائی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت بھی ہے آپ کا چہرہ گولائی لئے ہوئے تھا۔ (جلد۶ صفحہ۴۴۵)

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں نے صاف شفاف چاندنی رات میں آپ جب کہ لال جوڑے میں ملبوس تھے۔ کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔ تو آپ کا چہرہ انور چاند سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت معبد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ روشن چمکدار تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ کیا تھا چاند کا ایک ٹکڑا۔ (بیہقی جلد۲ صفحہ۳۹)

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ کیا تھا ایک گول چاند (یعنی بدر کے چاند کے مانند کہ اس وقت اس کا حسن کامل ہو جاتا ہے اور روشنی پوری ہوتی ہے)۔ (ابونعیم، بیہقی جلد۲ صفحہ۴۰)

چہرے سے روشنی نکلتی تھی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ میں کپڑا سی رہی تھی سوئی گر گئی۔ تلاش کیا تو نہیں ملی۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ کے چہرۂ انور سے روشنی نکل رہی تھی اس سے میں نے سوئی پالی۔

(ابن عساکر، خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۶۳، بیہقی جلد۲ صفحہ۴۰)

فَائِدَہ: چہرہ انور سے روشنی کا نکلنا ممکن ہے کہ معجزہ کے طور پر کبھی کبھی ہوتا ہو۔ ہمیشہ روشنی چاند سورج کی طرح نکلتی تو روایتیں بکثرت ہوتیں۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ کا چہرۂ انور ایسا تھا گویا کہ روشنی آپ کے چہرہ سے نکل رہی ہو۔ (ابن جوزی، بیہقی صفحہ۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں ہوتے تو دھوپ پر آپ کے چہرۂ انور کی روشنی غالب آجاتی۔ اگر آپ چراغ کے پاس رہتے تو چراغ کی روشنی پر آپ کے چہرہ انور کی روشنی غالب آجاتی۔

فَائِدَۃ: یعنی کسی بھی روشنی پر آپ کے چہرہ انور کی چمک و روشنی غالب آجاتی۔ اور یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

(ابن جوزی، بیہقی صفحہ ۴۰)

اسی کو عارف مضطر نے پیش کرتے ہوئے کہا ؎

وہ گول اور طول کو تھوڑا سا مائل چہرہ انور
مہ و خورشید جس کے سامنے شرمندہ و کمتر
وہ روئے پاک جیسے تیرتا ہوا آفتاب اس میں
جمال حق کا مظہر آئینہ ام الکتاب اس میں
درخشاں جس طرح سیم مصفی کوئی پیکر
وہ ایک نور مجسم بدر کامل سے بھی روشن تر

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۷)

پیشانی مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔

(دلائل النبوہ صفحہ ۲۱۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔

(دلائل جلد ا صفحہ ۲۱۴، ترمذی)

سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو کشادہ وسیع دیکھا۔

(بیہقی صفحہ ۲۱)

بیہقی اور ابن عساکر نے مقاتل بن حیان سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کی جانب وحی بھیجی کہ اس نبی عربی کی تصدیق کرو جو کشادہ پیشانی ملی بھوؤں والا ہوگا۔ (بیہقی صفحہ ۲۱)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ ذرا اونچی تھی۔ (ابن عساکر، دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۲۸)

حرب بن شریح کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بڑی پیشانی والے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ پیشانی مبارک ایسی چمکدار تھی گویا سورج دوڑ رہا ہو۔

(ابن سعد، صفحہ ۴۱۵)

کشادہ اور نور حق سے نورانی تھی پیشانی
کہ جس سے رعایت شمس و قمر نے لی ہے تابانی

فائدہ: پیشانی کا وسیع اور کشادہ ہونا، اچھا اور خوش قسمت سمجھا جاتا ہے۔ ایسا آدمی سخی اور خوش اخلاق ہوتا ہے۔ پیشانی کی کشادگی سے چہرہ کا حسن کھلتا ہے اور آدمی وجیہہ اور پروقار معلوم ہوتا ہے۔

دندان مبارک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ دانت بڑے چمکدار تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بڑے خوبصورت (موتی جیسے) تھے۔ (بیہقی، سبل صفحہ ۳۰)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک اولے کے دانے جیسے تھے۔
(ترمذی، سبل صفحہ ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بڑی سیاہ۔ دانت بڑے خوبصورت تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے اگلے دانت کشادہ تھے۔ (ابن سعد، سبل صفحہ ۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے۔ ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے۔ جب آپ تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، شمائل ترمذی)

فائدہ: آپ کے دانت باریک اولے کے دانوں کی طرح صاف وشفاف تھے۔ پیلا پن وغیرہ جو ہوتا ہے وہ نہیں تھا۔ اگلے اوپر اور نیچے کے دو دانت ذرا کشادہ تھے اور جب تبسم کے وقت دانت کھلتے تھے تو ان دانتوں کا حسن کھل جاتا تھا اور موتی جیسے چمکتے تھے ؎

فراخی تھی دہن میں اور در دنداں کشادہ تھے
جلاء وحسن میں جو موتیوں سے بھی زیادہ تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے سے منہ کی باس ختم

عمیر انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنی بہنوں کے ساتھ جو پانچ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ سوکھا گوشت کھا رہے تھے۔ چنانچہ گوشت کی وہ بوٹی جسے آپ نے دانتوں سے چبا کر دے دیا۔ میں نے اسے (تبرک کے طور پر) بہنوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے وہ ٹکڑا چبایا۔ چنانچہ مرتے وقت تک ان کے دانتوں میں باس اور کسی شے کے چبانے کی جو بدبو ہوتی ہے وہ نہیں پائی گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۲)

بدزبانی جاتی رہی

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بدزبان فحاش عورت آپ ﷺ کی خدمت میں آئی۔ آپ سوکھا گوشت کھا رہے تھے۔ اس نے آپ سے درخواست کرتے ہوئے کہا ہمیں نہیں کھلائیے گا آپ نے سامنے کا اٹھا کر دے دیا۔ اس نے کہا نہیں اپنے منہ کا دیجئے۔ آپ نے منہ سے نکال کر اسے دے دیا، اس نے کھالیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کی بدزبانی اور فحاشی جاتی رہی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹، طبرانی، سبل جلد ۲ صفحہ ۳۱)

فائدہ: آپ ﷺ کے دندان مبارک میں کھانے وغیرہ کی سڑاند اور باس نہیں آتی تھی۔ اور یہ آپ کا معجزہ تھا کہ جو آپ کے دانتوں کا چبایا ہوا کھالیتا اس کے منہ میں کبھی سڑان اور بو پیدا نہیں ہوتی۔

اس طرح کوئی بدزبان گالم گلوچ کرنے والا آپ کے جھوٹے کو کھالیتا تو اس کی بدزبانی فحش گوئی جاتی رہتی۔ سبحان اللہ۔

آنکھ مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بڑی آنکھوں والے تھے۔ (مسلم)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھ مبارک بڑی سفید مائل بسرخی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنکھ آپ ﷺ کی کشادہ بڑی خوبصورت تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھ سیاہ اور بڑی تھی۔ (سبل، ابن عساکر)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کی آنکھ کا سیاہ حصہ خوب سیاہ اور سفید حصہ خوب سفید تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنکھوں کی پتلی (جو گول سی ہوتی ہے) بہت سیاہ تھی۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)

مقاتل بن حیان ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب یہ وحی بھیجی کہ اس نبی عربی کی تصدیق کرو جو کشادہ بڑی آنکھوں والا ہے۔ (بیہقی ابن عساکر)

"چمکدار اور سیہ پتلی بڑی آنکھیں حسین آنکھیں
کہ بے سرمہ بھی رہتی تھیں ہمیشہ سرگیں آنکھیں"

فائدہ: ان تمام روایتوں میں راوی نے جن مختلف الفاظ سے تعبیر کی ہے اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں بڑی کشادہ تھیں۔ سیاہ حصہ خوب سیاہ اور سفید حصہ خوب سفید تھا۔ ایسی آنکھیں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں۔ آپ کی آنکھ بالکل گول نہیں تھی۔ بلکہ لمبائی پر تھی۔ اور آنکھ میں سیاہ لال ڈورے تھے۔ جو خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں ذرا سرگیں تھیں۔ (یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرمہ لگا ہوا ہے)۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں آپ ﷺ کی آنکھوں کو دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ سرمہ لگایا ہوا ہے۔ حالانکہ آپ سرمہ لگائے ہوئے نہ ہوتے۔ (مسند احمد، سبل صفحہ ۴۲)

فائدہ: آپ کی آنکھیں پیدائشی سرگیں تھیں۔

پیچھے بھی دیکھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں پیچھے کی جانب بھی اسی

طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح آگے سامنے دیکھتا ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۹۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارا امام ہوں۔ رکوع اور سجدہ مجھ سے پہلے مت کرو۔ میں سامنے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر تمہارا رکوع اور سجود ظاہر ہے اور میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱، بخاری صفحہ ۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۵۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں یہ بات تھی کہ آپ پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی جانب دیکھتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ سامنے دیکھتے تھے اسی طرح صفوں کے پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

اس کی ترجمانی کرتے ہوئے عارف مضطر نے کہا ہے ؎

"وہ پیچھے سے بھی اپنے دیکھتے تھے جیسے آگے سے
اندھیرے میں بھی آتا تھا نظر مانند اجالے کے
انہیں قدرت تھی یکساں قرب و دوری کے نظاروں کی
ثریا میں نظر آتی تھی چمک گیارہ ستاروں کی"

(کوثر صفحہ ۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بلا روشنی کے دیکھ لیتے

حضرت ابن عباس و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول پاک رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح دن کے اجالے اور روشنی میں دیکھ لیتے تھے۔ (ابن عدی، بیہقی، ابن عساکر، سبل صفحہ ۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ آپ رات میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ آپ کے لئے ظلمت ظلمت نہ تھی، یا اس وجہ سے کہ آپ کی قوت بینائی حد درجہ تیز تھی، کہ تاریکی بھی دیکھنے سے مانع نہ ہوتی۔

ثریا کے گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے

علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثریا میں گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے تھے۔ قاضی عیاض نے بھی

ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ ثریا میں گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ۲۵)

ابو عبداللہ القرطبی نے کتاب اسماء النبی میں بیان کیا ہے اور اسے نظم میں ذکر کیا ہے ؎

وهو الذى يرى النجوم الخافيه

مبينات فى السماء العالبه

احدى عشر قد عد فى الثريا

لناظر سواه ماتهيا

فَائِدَة: یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ گویا آپ کی آنکھیں خوردبین اور دوربین کی طرح تھیں۔

سر مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ گھنے سر، گھنی داڑھی والے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۶)

یوسف بن مازن کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین نبی پاک ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ آپ ﷺ سفید لالی کی طرف مائل تھے۔ سر مبارک بڑا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱)

نافع ابن جبیہ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کے اوصاف مبارک کو بیان کیا تو فرمایا۔ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۱۶)

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ بڑے سر والے تھے۔ (سبل صفحہ ۱۵)

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر گھنے گھنگریالے بال تھے۔ (سبل صفحہ ۱۵)

فائدہ: سر کا بڑا ہونا اچھا ہے۔ دماغ دار ذہین فطین فہم ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ذہانت فطانت فہم میں آپ اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ مثل مشہور ہے۔ "سر بڑا سردار کا، پیر بڑا گنوار کا" ؎

"سر اقدس جو نور عقل کامل سے منور تھا
کلاں بالاعتدال آقائے عالی جاہ کا سر تھا"

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۵)

منہ مبارک

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۶، دلائل صفحہ ۲۱۰)

حسن بن علی نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک وسیع و کشادہ تھا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک بڑا خوبصورت تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۵)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ آپ کا دہن مبارک کشادہ اور ہونٹ باریک تھے۔

خیال رہے کہ دہن کا ذرا وسیع اور کشادہ ہونا، فصیح اللسان صاحب زبان ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ ایسا شخص فی البدیہہ کلام پر قادر ہوتا ہے۔ قوت بیان اور بولنے کی تقریر و خطابت کا ملکہ راسخہ رکھتا ہے۔ اس کا چہرہ پروقار و ہیبت معلوم ہوتا ہے، اور کھلتا ہے۔

اس کے بالمقابل جس کا دہن منہ کشادہ نہیں ہوتا ہے چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ عموماً قوت بیان کم رکھتا ہے۔ بلاغت لسانی سے محروم نظر آتا ہے۔

کیا خوب کہا کسی عارف نے ؎

”فراخی تھی دہن میں اور دردنداں کشادہ تھے
جلاء و حسن میں جو موتیوں سے بھی زیادہ تھے
وہ نوری کوئی سانچہ تھا کہ جس میں نور ڈھلتا تھا
بوقت گفتگو ریخوں سے چھن چھن کر نکلتا تھا“

(کوثر صفحہ ۳۷)

لعاب دہن (تھوک) مبارک

مشک کی خوشبو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تمام قسموں کے عطر کو سونگھا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ (تھوک) کی خوشبو سے زیادہ کسی کو خوشبودار نہیں پایا۔ (سبل صفحہ ۳۰، ابن سعد)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ڈول لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ پھر جھوٹا بالٹی میں ڈال دیا یا بالٹی میں تھوک دیا تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ (سبل)

تھوک سے پانی شیریں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ایک کنواں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تھوک دیا۔ پورے مدینہ میں اس سے زیادہ شیریں کسی کنویں کا پانی نہیں تھا۔ (ابونعیم، سبل صفحہ ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے قبا کے کنویں میں تھوک ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد کبھی کنویں کا پانی خشک نہ ہوا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۵۷)

فائدہ: تھوک مبارک کے معجزہ کے متعدد واقعات کتب سیر میں معجزات کے ذیل میں مذکور ہیں وہاں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

تھوک مبارک میں شفا

خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ دکھنے لگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا۔ اور ان کی آنکھ میں آپ نے تھوک لگا دیا۔ چنانچہ وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ گویا کہ کچھ بیماری تھی ہی نہیں۔ (بخاری صفحہ ۶۰۵، مسلم)

عتبہ بن فرقد کی بیوی کہتی ہیں کہ میرے شوہر عطر نہیں لگاتے تھے۔ اس کا واقعہ وہ یوں بیان کرتے تھے کہ آپ کے زمانہ میں مجھے پھنسیاں نکل آئی تھیں۔ میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے ہاتھ پر تھوک کر میرے پورے جسم میں مل دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں (وہ پھنسیاں بھی ختم ہوگئیں) پورا جسم لوگوں میں سب سے زیادہ خوشبودار ہوگیا۔ (بخاری فی تاریخہ، سبل جلد ۲ صفحہ ۳۱)

زبان مبارک سے سیرابی

حضرت ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جب چھوٹے بچے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

تھے ان کو پیاس لگی۔ آپ ﷺ سے پانی مانگا۔ آپ نے پانی تلاش کیا نہیں ملا۔ تو آپ ﷺ نے اپنا دہن مبارک ان کو دے دیا، وہ چوسنے لگے۔ جس سے وہ سیراب ہو گئے (ان کی پیاس بجھ گئی)۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۲، سبل صفحہ ۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ سفر کی حالت میں تھے کہ حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے (یہ اس وقت چھوٹے تھے) رونے کی آواز آئی۔ وہ دونوں اپنی ماں کے پاس تھے۔ پس آپ ﷺ جلدی سے ان کے پاس گئے اور پوچھا کیا ہوا میرے بیٹے کو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا پیاس لگی ہے۔ آپ ﷺ نے پانی تلاش کیا۔ ایک قطرہ بھی پانی نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا لاؤ ہمیں دو۔ حضرت فاطمہ نے آپ کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے اسے سینہ مبارک سے لگا لیا۔ اور اپنی زبان مبارک ان کو دے دی۔ وہ چوسنے لگے۔ یہاں تک کہ خاموش ہو گئے۔ (یعنی پیاس بجھ گئی) پھر رونے کی آواز نہ سنی گئی۔ اسی طرح دوسرے کو لیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۲)

فائدہ: آپ کی زبان مبارک کے چوسنے سے دونوں کی شدت پیاس جاتی رہی۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والے پانی نے ان کو سیراب کر دیا۔ یہ آپ ﷺ کی زبان مبارک کی خصوصیت تھی۔

لعاب دہن (تھوک مبارک) کی برکات

آپ ﷺ کا تھوک مبارک بڑا ہی بابرکت تھا۔ مریض پر تھوک دیتے شفا پا جاتا۔ خشک کنویں میں تھوک دیتے پانی سے ابل پڑتا۔

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بیر بضاعہ پر تشریف لائے۔ ڈول سے وضو فرمایا۔ اور اس کا پانی کنویں میں ڈلوا دیا۔ پھر ڈول میں دوسری مرتبہ تھوک ڈال دیا (اور اس کنویں میں پانی ڈال دیا گیا) چنانچہ اس زمانہ میں جب کوئی مریض ہوتا۔ تو اسے بیر بضاعہ سے غسل دے دیا جاتا۔ جس سے وہ اس طرح اچھا ہو جاتا جیسے اسے کسی بندھن سے کھول دیا گیا ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۵۰۵، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں تھوک مبارک ڈال دیا۔ اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ اس سے زیادہ شیریں پانی مدینہ میں نہ تھا۔ (ابونعیم، سبل جلد ۷ صفحہ ۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ قبا آئے۔ اور بیر غرس پر پہنچے۔ جہاں گدھے کے ذریعہ پانی کھینچا جاتا تھا۔ دن بھر لوگ رکے رہتے تھے مگر پانی نہ پاتے تھے۔ آپ ﷺ نے ڈول میں کلی کی اور اسے کنویں میں ڈال دیا، پس وہ پانی سے بھر گیا۔ (ابن سعد صفحہ ۵۰۵)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کے ہاتھ خدا فتح فرمائے گا۔ وہ خدا رسول سے محبت کرتا ہے، اور خدا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہ سوچتے ہوئے رات گزاری کہ دیکھو کن کو دیا جاتا ہے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ ﷺ کے پاس گئے ہر ایک امید رکھتا تھا کہ اسے دیا جائے گا۔ آپ نے معلوم کیا علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا ان کی آنکھ آ گئی۔ ان کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھ میں لعاب دہن (تھوک) لگا دیا۔ اور دعا کی۔ ایسے اچھے ہو گئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵)

فائدہ: لعاب دہن کی برکت سے آئی آنکھ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ آپ کے ریق مبارک میں شفا تھی۔ یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا زخم ہے۔ کہا خیبر کے موقعہ پر یہ چوٹ لگ گئی تھی، میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ سلمہ کو چوٹ لگ گئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ تھوک دیا۔ اس کے

بعد سے اب تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۶۰۵)

حارث بن عبیدہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا۔ تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ اچھی ہوگئی۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۰)

حنش ابن عقیل سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے مجھے اپنا جھوٹا ستو پلایا۔ چنانچہ میں آج بھی پیاس کے وقت اس کی تراوٹ محسوس کرتا ہوں۔ اور بھوک لگتی ہے تو پیٹ بھر جاتا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد میں تیر کا زخم چہرہ پر لگ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا چنانچہ اس کے بعد سے اس کا اثر یہ ہوا کہ کبھی وہاں چوٹ نہیں آئی۔ (بیہقی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۴۱)

عکرمہ سے منقول ہے کہ زید بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر میں کعب ابن اشرف کے قتل کے موقعہ پر تلوار کا نشان پڑ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا۔ جس سے وہ زخم اچھا ہوگیا۔

حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے سامنے کھانا رکھا تھا۔ تو جرہد نے بایاں ہاتھ کھانے کے قریب کیا چونکہ ان کے دائیں ہاتھ میں تکلیف تھی۔ آپ نے اس پر تھوک دیا۔ وہ ہاتھ اچھا ہوگیا۔ پھر کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ (طبرانی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۴۲)

یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کا سفر کیا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک عورت آئی اور اس نے کہا، اے اللہ کے نبی یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے کچھ اثر ہے۔ قریب سات سال سے دن میں دو مرتبہ اس کا اثر آتا ہے (یعنی جن کا دورہ پڑتا ہے) آپ نے فرمایا اسے قریب لاؤ۔ اور آپ نے اس کے منہ میں تھوک دیا۔ اور فرمایا، نکل خدا کے دشمن، میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا واپسی پر مجھے بتانا کیا ہوا۔ (یعنی فائدہ ہوا کہ نہیں) چنانچہ جب ہم واپس آئے وہ آئی اور کہا، خدا کی قسم جس نے آپ کو محترم ومکرم بنایا۔ آپ سے جدا ہونے کے بعد کچھ نہیں ہوا۔ (یعنی بچہ اچھا ہوگیا دوبارہ جن کا اثر نہیں ہوا)۔

(مسند احمد، ابن سعد، بیہقی فی الدلائل جلد ۶ صفحہ ۶۱)

بشر بن عقربہ سے روایت ہے کہ عقربہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا میرا لڑکا بحیر۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ قریب ہو جاؤ، میں قریب ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کے دائیں طرف بیٹھ گیا پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا نام ہے میں نے کہا بحیر اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام بشیر ہے۔ اور میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ چنانچہ میری زبان سے لکنت دور ہوگئی۔ اور سر کے جس حصہ پر آپ نے ہاتھ پھیرا وہ تو علی حالہ سیاہ رہا اور باقی تمام

بال (بڑھاپے کی وجہ سے) سفید ہوگئے۔ (مجمع، سبل جلد۱۰، صفحہ۱۹)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد حضرات صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیر بضاعہ آئے۔ ڈول میں وضو کیا اور اس کا باقی ماندہ پانی کنویں میں ڈال دیا۔ پھر دوسری مرتبہ اس سے پیا۔ اور اس میں تھوک دیا۔ (اور اسے کنویں میں ڈال دیا گیا) جب آپ کے زمانہ میں کوئی بیمار ہوتا، تو کہا جاتا بیر بضاعہ سے اسے غسل دے دو۔ چنانچہ اسے غسل دے دیا جاتا۔ تو وہ بالکل اچھا ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد۲ صفحہ۱۸۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ میں لعاب دہن (تھوک) ڈالا کبھی آنکھ نہ آئی۔ (مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۱۲۲)

ابوالعشراء نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب میرے والد بیمار ہوئے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے سینہ سے پیر تک تھوک دیا۔ (ابن عدی، سبل الہدیٰ جلد۱۰، صفحہ۳۹)

رفاعہ بن مالک کہتے ہیں کہ بدر کے موقعہ پر تیر لگنے سے میری ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ آپ نے اس میں تھوک دیا اور دعا فرمادی۔ جس سے تکلیف جاتی رہی۔ (حاکم، بیہقی، سبل جلد۱۰، صفحہ۱۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن (تھوک مبارک) میں بڑی برکت تھی۔ خشک کنویں میں ڈال دیتے تو پانی شیریں ہو جاتا اور ابل پڑتا۔ آنکھ یا جسم کے حصہ پر تھوک دیتے کیسا ہی شدید مرض یا زخم ہوتا فوراً اچھا ہو جاتا اور پھر وہاں دوبارہ تکلیف نہ ہوتی۔

رخسارِ مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نرم تھے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید تھے۔

(ابن عساکر، سبل جلد۲ صفحہ ۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید تھے۔

(سبل جلد۲ صفحہ ۲۹)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پچکے اور دبے ہوئے نہ تھے۔ اور نہ بہت اٹھے ہوئے تھے بلکہ چہرے کی ہیئت سے مناسب طور پر تھے۔

اور آپ کے رخسار مبارک میں کھردرا پن نہیں تھا۔ اور نہ رخسار میں مہاسے وغیرہ کے داغ تھے۔ جیسا کہ بعض صحت مندوں کو ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ آپ کے رخسار پر بال بھی نہ تھے جیسا کہ بعض لوگوں کے رخسار پر بال ہوتے ہیں۔ یہ حسن اور چہرے کی خوشنمائی کو کھو دیتا ہے۔ چنانچہ آپ کے رخسار مبارک کی کیفیت میں راوی نے اسیل اور سہل بیان کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نہ بال نہ مہاسے وغیرہ تھے ؎

تھے رخسار مبارک آپ کے ہموار اور ہلکے
وہ گویا تھے کھلے اوراق قرآن مکمل کے

سمع (کان) مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت سماع رکھتے تھے۔
(ابن عساکر، سبل جلد ۲ صفحہ ۲۷)

فائدہ: یعنی سننے میں کوئی کمی بیشی نہ تھی۔

ابونعیم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم لوگ وہ سن لیتے ہو جو میں سنتا ہوں۔ ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ہم لوگ تو وہ جو آپ سن لیتے ہیں نہیں سن پاتے۔ آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھ لیتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھ پاتے۔ میں اسے سن لیتا ہوں جسے تم نہیں سن پاتے۔

میں آسمان کی چر چراہٹ کو سنتا ہوں۔ اور اسے کوئی ملامت نہیں کہ وہ چر چرائے کہ آسمان میں ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہ حضرات فرشتے یا تو قیام کی حالت میں ہیں یا سجدہ کی حالت میں۔
(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵، دلائل ابونعیم صفحہ ۳۷۹، سبل جلد ۲ صفحہ ۲۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے کہ وہ اچانک بدکنے لگا۔ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ تو دیکھا کہ وہاں چند قبریں ہیں۔ آپ نے معلوم کیا کہ ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے۔ کسی نے کہا میں جانتا ہوں۔ آپ نے پوچھا یہ لوگ کب مرے ہیں۔ کہا کہ یہ لوگ شرک کی حالت میں مرے ہیں۔ آپ متعجب ہوئے اور فرمایا اس امت کو قبر میں آزمایا جائے گا۔ اگر مجھے دفن کا خوف نہ ہوتا کہ تم ڈر کے مارے چھوڑ دو گے۔ تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جسے میں سنتا ہوں۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایسی چیزوں کو سن لیتے تھے جس کو دوسرے نہیں سن سکتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ آپ حضرات ملائکہ کو دیکھ لیتے تھے۔ اور حاضرین مجلس نہیں دیکھ پاتے۔ آپ جنت کو جہنم کو دیکھ لیتے اور حضرات موجودین کو کچھ علم نہ ہوتا۔ ہاں اگر آپ بتا دیتے تو ان کو علم ہو جاتا۔

اسی طرح آپ وحی کی آواز جو گھنٹی کی گنگناہٹ کی طرح ہوتی سن لیتے تھے اور آپ کے بغل اور مجلس میں لوگ ہوتے مگر نہیں سن پاتے تھے۔ یہ آپ کے سماع تام کی بات تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ایک تو پیشاب سے بے احتیاطی کرتا تھا دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک نے چیخ پکار اور باطنی آنکھوں نے تکلیف کا مشاہدہ کر لیا۔ جسے ہم اپنی زبان میں کشف سے موسوم کرتے ہیں۔

ناک مبارک

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی ناک اونچی تھی۔ ایک چمک تھی جو نمایاں نظر آتی تھی۔ غور سے نہ دیکھنے والا گمان کرے گا کہ اونچی ہے مگر اونچی نہیں تھی۔ (بلکہ معلوم ہوتی تھی)۔

(ترمذی، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ناک باریک تھی۔ (ابن عساکر، سبل)

بیہقی نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کی ناک باریک تھی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۴)

فائدہ: خیال رہے کہ ناک کا ذرا باریک اور اٹھی ہوئی ہونا۔ حسن اور خوش نمائی کے اسباب ہیں۔ چہرہ کے حسن میں ناک کی ہلکی بلندی کو بہت دخل ہے۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک بلندی کے ساتھ ذرا قوس کی شکل میں تھی۔ یعنی اوپر سے جھکی ہوئی تھی۔ چونکہ بالکل اٹھی ہوئی ہونے سے ناک کے سوراخ سامنے نظر آتے ہیں، جو حسن کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے ضرب المثل ہے طوطے جیسی ناک، کہ اس کی چونچ بلند قوس نما ہوتی ہے۔

کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

وہ بینی مبارک جس پہ نور اک جگمگاتا تھا
کہ جو ظاہر میں بینی کی بلندی کو بڑھاتا تھا

پلک اور بھوئیں مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو کہتے آپ گھنی اور لمبی پلکوں والے تھے۔ (دلائل صفحہ ۲۱۳، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ کی پلک گھنی اور لمبی تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرتے تو کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے پلک لمبے اور گھنے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ پلکوں پر بال بہت تھے اور لمبے تھے۔ (جمع صفحہ ۳۶)

علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ پلک پر بال خوب گھنے تھے، اور لمبے تھے، اور باریک تھے۔ خیال رہے کہ پلکوں پر گھنے بالوں کا ہونا آنکھ اور چہرے کے حسن کی علامت ہے۔ پلکوں پر بال کا نہ ہونا یا کم ہونا۔ آنکھ کے مرض کی علامت ہے۔ خدائے پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امراض جسمانی سے محفوظ رکھا تھا۔

بھوئیں مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بھوئیں ملے ہوئے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)

حضرت حسن نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوئیں مبارک باریک اور قوس نما تھے۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۴)

بیہقی نے ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوئیں مبارک باریک تھیں۔

سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھوئیں بالوں سے پر لمبی اور ملی ہوئی تھیں۔ (سبل صفحہ ۲۱)

فائدہ: آپ کی دونوں بھوئیں حقیقۃً ملی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا جو دور سے نظر نہ آتا تھا۔ تاوقتیکہ غور سے نہ دیکھا جائے۔ (الدمشقی فی سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲)

چنانچہ ہند بن ابی ہالہ کی حدیث میں غیر قرن کا لفظ آ رہا ہے۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ دونوں بھوئیں ملی ہوئی نہ تھیں۔

ملا علی قاری نے اسی کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہا کہ بھوؤں کا ملنا پسندیدہ نہیں ہے۔ عرب بھوؤں کے ملنے کو

پسند نہیں کرتے تھے۔ان کے نزدیک فصل قابل تعریف وحسن سمجھا جاتا ہے۔

اور جن روایتوں میں بھوؤں کے ملے ہونے کا ذکر ہے۔ ان کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دراصل وہ فاصلہ جو ہلکا سا تھا بلاغور کئے نظر نہ آتا تھا۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ملا ہوا نہ تھا۔ چنانچہ ابوصالح دمشقی کی بھی رائے ہے۔ علامہ مناوی شارح شمائل نے بھی لکھا ہے کہ دونوں بھوؤں کے درمیان فصل تھا۔ کہ عرب لمبی بھوؤں کو مکروہ اوراہل قیافہ اسے مذموم سمجھتے ہیں۔

خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہوا کہ آپ کی بھوئیں بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور قوس نما دونوں طرف سے کمان کی طرح ٹیڑھی اور بالکل ملی ہوئی نہ تھیں ؎

گھنے باریک اور خمدار تھے مثل کمال ابرو
ذرا کچھ فصل سے دونوں ہلال ضوفشاں ابرو
رگ پاک ایک دونوں ابروؤں کے درمیان میں تھی
جو غصے میں ابھر آتی تھی تیر اک دو کماں میں تھی

(کوثر صفحہ ۳۶)

داڑھی مبارک

داڑھی گھنی تھی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(مسلم صفحہ ۲۵۹، دلائل صفحہ ۲۱۷)

داڑھی مبارک گھنی تھی

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی۔

(دلائل صفحہ ۲۱۷، ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

داڑھی بڑی تھی

نافع بن جبیر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا، داڑھی مبارک بڑی تھی۔ (دلائل)

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بڑی تھی۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۴۴)

داڑھی کالی تھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف کو بیان فرماتے تو کہتے آپ کی داڑھی کالی تھی۔ دانت بڑے خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر، دلائل صفحہ ۲۱۷)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال بہت سیاہ کالے تھے۔ (ابن عساکر، سبل جلد ۲ صفحہ ۴۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بہت گھنی لمبی اور خوب سیاہ تھی۔ یہ صحت اور قوت کی علامت ہے۔ آپ کی داڑھی اتنی لمبی تھی کہ سینے تک آتی تھی۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کی وسعت ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا۔ یہاں یہاں یعنی سینہ مبارک تک پھیلی ہوئی تھی۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۴۴)

شرح احیاء میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی داڑھی گھنی اور پھیلی ہوئی تھی۔ اور علی کرم اللہ وجہہ کی تو اس قدر گھنی تھی کہ سینے کے دونوں طرف گھیرے ہوئے تھی۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۴۴)

خیال رہے کہ داڑھی کا وسیع اور کشادہ ہونا خوشنمائی کی علامت ہے۔ جن لوگوں کی داڑھی صرف ٹھڈی پر ہوتی۔ وہ اچھی اور خوشنما نہیں ہوتی۔ اس سے چہرے کا بھی حسن نہیں کھلتا ہے۔ اور لمبی اور چوڑی داڑھی سے چہرہ کا حسن نمایاں ہوتا ہے۔ اور چہرہ پر وقار اور وجیہہ معلوم ہوتا ہے ؎

''گھنی ریش مبارک تھی بھر دیتی تھی سینے کو
نظارے کو مسیح و خضر نے مانگا تھا جینے کو''

داڑھی بڑی خوشنما تھی

جہم بن الضحاک نے ایک صحابی سے پوچھا کہ تم نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا ہے؟ (یعنی وہ کیسے تھے) انہوں نے کہا ہاں میں نے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ درمیانہ قد کے ذرا لمبے، بڑی خوبصورت داڑھی والے تھے۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۸)

فائدہ: کالی داڑھی جو وسیع اور کشادہ تھی۔ ملیح اور چاند جیسے چہرے پر کس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہوگی۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ؎

ذولحیۃ کثۃ زانت محاسنہ
کما یرین عیون الغادرۃ الحور

(الروض اللطیف)

داڑھی میں کنگھی فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سر میں تیل کثرت سے لگاتے، اور داڑھی میں کنگھی فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱)

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تیل لگاتے پھر کنگھی فرماتے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ)

فائدہ: داڑھی میں کنگھی کرنی سنت ہے۔ اس سے داڑھی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اور پراگندگی سے طبیعت پریشان نہیں ہوتی۔

داڑھی میں تیل لگانا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ داڑھی میں تیل لگاتے۔ (سبل جلد ۷)

تیل لگانے سے بالوں کی خشکی دور ہوتی ہے۔ بالوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ بال ٹوٹتے نہیں یا کم ٹوٹتے

ہیں۔

داڑھی میں پانی لگا کر سنوارنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک ہر دن پانی لگا کر سنوارتے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ ۳۴۶)

پانی لگا کر داڑھی میں کنگھا کرنے سے بالوں کا جٹا آسانی سے ٹوٹتا ہے۔ کنگھی سہولت سے ہوتی ہے۔ بال نہیں ٹوٹتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تیل اور اکثر پانی لگا کر داڑھی مبارک کے بال سنوارتے۔

داڑھی میں خوشبو لگاتے

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشک سر اور داڑھی میں لگاتے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل یا زعفران داڑھی میں لگانا چاہتے تو اولاً ہاتھ پر رکھتے پھر داڑھی پر لگاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ اس لئے داڑھی میں بھی مشک زعفران لگاتے۔

خیال رہے کہ بالوں پر عطر لگانا درست ہے۔ مگر چہرے پر عطر یا خوشبو کا ملنا مناسب نہیں۔ منع کیا گیا ہے۔

کبھی دست مبارک سے داڑھی پکڑ لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رنجیدہ ہوتے تو داڑھی مبارک کو ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ (مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنجیدہ ہونے کی علامت ہوتی کہ آپ داڑھی کو دست مبارک میں لے لیتے۔ یہ کبھی ہوتا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو ہاتھ سے پکڑنے کی عادت نہیں رکھتے تھے۔

چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے داڑھی پر ہاتھ رکھ کر سہلاتے اور پھیرتے رہتے ہیں۔ اس کی عادت اچھی نہیں۔ آپ ان امور سے پاک تھے۔ کبھی ہاتھ رکھ لیا تو مضائقہ نہیں مگر عادت اچھی نہیں۔

مزید داڑھی کے متعلق تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں بسط و تفصیل ہے۔

گردن مبارک

ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسی مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ اور رنگ میں چاندنی جیسی صاف تھی۔ (شمائل صفحہ ۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک کیا تھی ایسے جیسے چاندی کی چھاگل۔ (ابن سعد، ابن عساکر، سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک بلند تھی۔ (سبل صفحہ ۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب اپنی گردن مبارک سے چادر ہٹاتے تو آپ کی گردن ایسی معلوم ہوتی، جیسے چاندی کا ڈھالا ہوا۔ (بزار، بیہقی، سبل صفحہ ۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کی گردن مبارک سے کپڑا ہٹ گیا اور گردن مبارک جو نظر آیا تو اس کا منظر میرے سامنے ہے کہ آپ کا مونڈھا اور گردن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

"بلند و دلفریب و خوشنما تھی آپ کی گردن
بت سیمیں کی جیسے ہو تراشی ڈھلی گردن"

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے بیان کیا کہ آپ کی گردن بڑی خوبصورت دیدہ زیب تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو کھلا اور نظر آتا تھا۔ وہ دھوپ اور ہوا کی وجہ سے چاندی کے اس ٹکڑے کی طرح چمکتا تھا جس میں سونے کا سنہرا رنگ پر دیا ہوا ہو۔ اور گردن کا وہ حصہ جو کپڑے کے اندر رہتا وہ تو ایسا خوبصورت اور دیدہ زیب تھا جیسے بدر کا چاند۔

(سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۳)

مونڈھا مبارک

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا۔ (دلائل النبوہ صفحہ ۲۴۱)

ابن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۵، دلائل النبوہ صفحہ ۲۴۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا کندھا بڑا (یعنی وسیع اور کشادہ) تھا۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں اور جوڑوں کی ہڈیاں بلند اور مضبوط تھیں۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوتوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ سے محدثین نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا سینہ کشادہ چوڑا وسیع تھا۔ جو صحت اور قوت کی علامت ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۴۴)

علامہ مناوی و ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مونڈھوں کے فاصلے سے سینہ اور پیٹھ کے کشادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ سینہ کی کشادگی سخاوت اور وقار پر دلالت کرتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ سینہ کے اوپر کا حصہ کشادہ تھا۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ آپ کا سینہ کشادہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعد کی روایت میں سینہ کی کشادگی کا ذکر ہے۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۷)

اسی کو عارف مضطر نے کہا ؎

"تھے چوڑے دونوں شانے، فصل کچھ ان میں زیادہ تھا
ذرا ابھرا ہوا تھا سینۂ پاک اور کشادہ تھا"

ہڈیوں کے جوڑ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ہڈیوں کے سرے اور مونڈھے بلند و مضبوط تھے۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ہڈیوں کے سرے اور جوڑ مضبوط اور گوشت سے پر تھے۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۸۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہڈی کے سرے اور جوڑ مثلاً کہنی مونڈھے گٹے وغیرہ کی ہڈیاں نکلی اور پتلی نہیں تھیں۔ جیسا کہ عموماً دبلے یا مریض کی ہڈیوں میں ہوتا ہے۔

آپ کی ہڈیاں پر گوشت اور بڑی تھیں۔ اور دیکھنے میں بڑی خوبصورت تھیں۔

کیا خوب کہا کسی عارف شاعر نے ؎

''کلاں تھیں ہڈیاں مربوط اور پر گوشت تھے اعضاء
تھے لمبے ہاتھ، لمبی انگلیاں، متناسب و زیبا''

(کوثر صفحہ ۴۰)

بغل مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا دعا میں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ بغل کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (بخاری، سبل جلد ا صفحہ ۷۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۴۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا بغل مبارک نہایت ہی سفید تھا۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو الگ رکھتے یہاں تک کہ پیچھے سے بغل کی سفیدی نظر آنے لگتی۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں آپ سجدہ کر رہے ہیں اور بغل کی سفیدی نظر آ رہی ہے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغل مبارک نہایت ہی صاف روشن چمکدار تھا۔ اس پر بال نہ تھے۔ علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے بغل مبارک میں بال نہیں تھے۔ اسی کو امام سنوی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۷۵، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۳)

بغل میں بو نہیں ہوتی تھی

قبیلہ بن حریش کے ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم اطہر سے ملایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا بغل کے پسینہ کا کیا حال تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا خوشبو تھی مشک جیسی۔

(بزار، سبل جلد ۲ صفحہ ۷۵)

فائدہ: بغل کے پسینہ میں یا پورے جسم اطہر کے پسینہ میں بو نہیں تھی بلکہ مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی۔ شرح احیاء میں بھی ہے کہ آپ کے بغل میں بو نہیں تھی۔

سینہ مبارک

ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک اور پیٹ دونوں یکساں تھے۔ (یعنی سینہ کے مقابلے میں پیٹ نکلا ہوا یا ابھرا ہوا نہیں تھا۔) جیسا کہ موٹے لوگوں کا ہوتا ہے۔

ہند بن ابی ہالہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کا سینہ مبارک نمایاں بلند ظاہر تھا۔ (اندر کو گھسا ہوا نہ تھا، جیسا کہ کمزور مریض زیادہ دبلوں کا ہوتا ہے)۔ (شمائل ترمذی، سبل صفحہ ۵۵)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے بیان کیا کہ آپ کا سینہ پیٹ کے برابر، اور پیٹ سینہ کے برابر تھا۔ دونوں میں یکسانیت تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

سینہ کشادہ تھا

حضرت ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ (شمائل)

فَائِدَہ: علامہ مناوی نے بیان کیا کہ سینہ کا چوڑا ہونا، مردوں کے لئے خوبی اور تعریف کی بات ہے۔ اور یہ کہ سینہ میں دو پستانوں کی جانب گوشت کا اٹھان نہ تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

سینے کے اگلے حصہ پر بال تھے

ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ کے اوپری حصہ میں بال تھے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۲۲)

حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر بال تھے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۶)

فَائِدَہ: بعض روایت میں ہے کہ عاری الثدیین تھے۔ یعنی آپ کا سینہ بالوں سے خالی تھا۔ یا تو مطلب یہ ہے کہ زیادہ بال نہ تھے ہلکے بال تھے۔ ملا علی قاری نے اس کا مطلب یہ بھی لیا تھا کہ پستانوں کے مقام پر گوشت ابھرے ہوئے نہیں تھے۔ (جیسا کہ عموماً موٹے لوگوں میں ہوتا ہے)۔ (جمع صفحہ ۴۱)

سینے اور پیٹ کے مابین بالوں کی لکیر

حضرت ہند ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک اور ناف مبارک کے درمیان بالوں

کی ہلکی لکیر تھی۔ (شمائل صفحہ۲)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک دھاری تھی۔ (اس کے علاوہ بازو پنڈلیوں پر بال نہیں تھے)۔ (شمائل صفحہ۲)

علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ سینہ کے ذرا اوپر جہاں ہار باندھے جاتے ہیں وہاں سے بالوں کی دھاری جیسی تھی جو ناف پر آکر ختم ہوگئی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ۴۰)

یعنی اس کے اگل بغل کہیں بال نہ تھے ؎

"تھے کچھ بال اوپری حصہ میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھے مثل آبگینہ کے"

پیٹ مبارک

آپ کا پیٹ نکلا نہ تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک سینہ کے برابر تھا۔ (سینہ اور پیٹ دونوں برابر تھے، پیٹ نکلا ہوا نہیں تھا)۔ (ترمذی، بیہقی، سبل صفحہ ۵۵)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک سینہ مبارک کے مساوات میں تھا۔ (جو بلندی اور اٹھان سینہ کی تھی وہی پیٹ کی تھی)۔ (ترمذی)

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ نکلنے کے عیب سے متصف کر سکتا تھا نہ گھسا پیٹ کہا جا سکتا تھا۔ (مسند حارث، سبل جلد ۲ صفحہ ۵۵)

فائدہ: یعنی مرض کی وجہ سے یا سخت دبلے پن کی وجہ سے جو پیٹ گھس جاتا ہے۔ کمر نکل آتی ہے ایسا نہیں تھا۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پیٹ بالکل سینے کے مساوی۔ اور سینہ بالکل پیٹ کے مساوی تھا۔ یعنی پیٹ سینے کے مقابل نہ تھوڑا نہ زیادہ اٹھا ہوا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ موٹے نہ تھے نہ آپ کا پیٹ نکلا ہوا تھا۔

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر بال نہیں تھے۔ (ترمذی)

چونکہ عموماً جن کا پیٹ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے پیٹ پر بال ہوتے ہیں، بال کی ہلکی دھاری کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھے۔

خیال رہے موٹا اور پیٹ و توند کا نکلنا کوئی اچھی قابل تعریف بات نہیں بلکہ موٹاپے کی حدیث پاک میں مذمت آئی ہے۔

شکم اور سینہ ہموار اک نمائش تھی جمالوں کی
تھی سینہ سے لکیر اک ناف تک باریک بالوں کی
تھے کچھ بال اوپری حصہ میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھا مثل آ گینہ کے

(کوثر صفحہ ۳۹)

پیٹھ مبارک

محرش بن عبد الکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مقام جعرانہ سے عمرہ کرنے رات میں چلے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا تو ایسا خوبصورت اور روشن تھا گویا چاندی سے ڈھلا تھا۔

(مسند احمد جلد۲ صفحہ۴۵)

فائدہ: چونکہ آپ ﷺ کا بدن مبارک نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اور حسن و جمال خوشنما ہونے میں مثل چاندی کے ڈھلا تھا۔ اس لئے راوی نے اس کی ترجمانی اس طرح کی ؎

وہ سانچے میں ڈھلی چاندی کی گویا پشت انور تھی
نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت تھی منور تھی

(کوثر و زمزم صفحہ۳۹)

بال مبارک کا بیان

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑے سیاہ کالے تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے آپ کے سر مبارک کے بال گھنے تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد۱ صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت اور خوشنما بالوں والے تھے۔

(مسند احمد جلد۲ صفحہ ۲۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بال بکثرت تھے اور خوشنما تھے۔

(جلد۲ صفحہ ۲۵۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوبصورت بالوں والے تھے۔

(ابن عساکر، سبل جلد۲ صفحہ ۱۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور اسی طرح داڑھی کے بال نہایت ہی سیاہ اور گھنے تھے۔ خیال رہے کہ بالوں کا خوب سیاہ ہونا۔ اور گھنا ہونا قوت وشجاعت اور صحت کی علامت ہے۔ البتہ کچھ بال آخری عمر میں سفید ہوگئے تھے۔ جس کا بیان آرہا ہے۔

بال گھنگھریالے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ تو بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار تھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی تھی)۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو ضرور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچدار تھے۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال گھنے اور گھنگھریالے، خمدار تھے۔ (ابن ابی خیثمہ، سبل جلد۲ صفحہ ۱۵)

حضرت علی بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بالکل پیچدار تھے اور نہ

بالکل سیدھے۔ بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ (بیہقی)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو بالکل سیدھے۔ جیسا کہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں اور نہ بالکل پیچ دار گھنگھریالے ہی جیسا کہ حبشیوں کے ہوتے ہیں۔ ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ جس سے بالوں کی خوبصورتی اور بڑھ گئی تھی۔ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ آپ کے بال بالکل نہ سیدھے اہل ہند کی طرح نہ بالکل خمدار سوڈانیوں کی طرح بلکہ دونوں کے درمیان تھے۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳)

سیہ گنجان گیسو جس پہ صدقے ہوں دل و دیدہ
ذرا مائل بہ خم بالکل نہ سیدھے ہی نہ پیچیدہ

سر پر بال مبارک کی مقدار

حضرت براء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھے تک تھے۔

(بخاری، مسلم، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان اور کندھے مبارک کے مابین تھے۔ (مسلم، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے بال مبارک نصف کان تک تھے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۲۸، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، بخاری صفحہ ۸۶۷)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان کی لو سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۴۲، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت ابو رمثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان کی لو تک پہنچے تھے۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال وفرہ سے اوپر جمہ سے نیچے ہوتے۔ یعنی کندھوں اور کان کے مابین ہوتے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۹)

ابو المتوکل الناجی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک لمہ تک تھے۔ جس نے کانوں کی لو کو چھپا رکھا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ بالوں کی مختلف تعبیریں ہیں جو مقدار زمانہ اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہو جاتے تھے۔ جس نے جس مقدار اور ہیئت کو دیکھا بیان کر دیا۔

علامہ نووی نے کہا جب بال کٹوا لیتے تھے تو کان کی لو تک ہوتے تھے۔ چھوڑ دیتے تھے تو گردن تک

آ جاتے تھے۔ یہی توجیہہ حافظ ابن حجر نے ذکر کی ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳، عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۵۳)

قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کان تک پہنچتے تھے۔ وسط سر کے بال اس سے نیچے اور آخر سر کے بال اس سے نیچے آتے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۷۶)

درازی میں پہنچ جاتے تھے نیچے کان کی لو سے
درخشاں مانگ روشن کہکشاں ہے جس کے پرتو سے

چوٹیاں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی چار چوٹیاں دیکھی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک پر چار چوٹیاں تھیں۔ (شمائل صفحہ ۴)

فائدہ: بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جب آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں مقیم تھے۔ اس کے علاوہ آپ سے چوٹیاں کا رکھنا ثابت نہیں۔ حافظ نے بیان کیا کہ یہ سفر کی حالت کا واقعہ ہے۔ (جلد ۱۰، صفحہ ۲۹۶)

ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو بڑے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ وائل کے بال بڑے تھے تو آپ نے ان پر نکیر فرمائی۔ (فتح الباری جلد ۱۰، صفحہ ۲۹۶)

مزید بالوں کی تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔ وہاں بسط تفصیل سے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔

مانگ نکالا کرتے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابتداً (ان کی مخالفت میں) بالوں کو یونہی لٹکا لیا کرتے تھے۔ آپ ابتداءً اہل کتاب کی موافقت فرمایا کرتے تھے جس کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوتا۔ مانگ نکالنا شروع کر دیا۔ (دلائل صفحہ ۲۲۵، ابن ماجہ، ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

راشد بن سعد اور حکیم بن عمیر نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ نکالا کرتے تھے اور مانگ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک خدا نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ نہیں نکالا کرتے تھے۔ پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی رہا۔

مانگ کس طرح نکالا کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نکالا کرتی تھی۔ بیچ سر تالو سے بال

کے دو حصے کر دیتی۔ اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتی۔ (دلائل صفحہ۲۲۶۔ ابوداؤد صفحہ۵۷۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بیچ سر کے بالوں کو دونوں جانب کر دیا جائے۔ نصف بائیں۔ نصف دائیں۔ اور تالو کو بیچ قرار دیتے۔ یعنی سیدھی مانگ نکالتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ۵۷۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مانگ سیدھی سنت ہے۔ اور جو ٹیڑھی نکالی جاتی ہے وہ خلاف سنت ہے۔ بعض عورتیں ٹیڑھی مانگ نکالتی ہیں۔ یہ بہتر اور مناسب نہیں۔

بال مبارک باعث شفا

عثمان بن معصب نے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس چاندی کی ایک موٹی نلکی تھی۔ ان میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بال مبارک تھے۔ جب کسی کو بخار آ جاتا۔ (اور بخاری کی روایت میں ہے کسی کی نظر لگ جاتی)۔ اسے (پانی ڈال کر) ہلا دیا جاتا پھر اس آدمی کے چہرے پر چھینٹا مارا جاتا۔ (دلائل النبوۃ صفحہ۲۳۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا چاندی کی نلکی میں محفوظ کر رکھا تھا۔ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی مرض ہو جاتا تو اس نلکی میں پانی ڈال کر ہلا دیا جاتا تا کہ بال مبارک سے مس کر جائے پھر وہ پانی مریض پر چھڑک دیا جاتا منہ ہاتھ دھلایا جاتا جس سے وہ شفا یاب ہو جاتا۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ لوگ اس بال مبارک کے پانی سے برکت حاصل کرتے اور مریض شفا یاب ہوتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ۱۸۶)

''مزید بال مبارک کی برکات جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔''

رنگ مبارک

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نہایت ہی خوبصورت سفید تھے گویا کہ آپ کو چاندی میں ڈھالا گیا تھا۔ (سبل صفحہ ۱۰)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفید سرخی مائل تھے۔

فائدہ: یعنی سفید گندی رنگ پر جب خون نمایاں ہوتا ہے تو آپ سرخی مائل نظر آتے تھے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بہت ہی خوبصورت چہرے والے تھے بالکل خالص سفید نہیں تھے۔ (بلکہ گندی مائل تھے)۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا رنگ (جسم کا) بہت خوبصورت تھا۔

(سبل صفحہ ۱۰)

حضرت ابو امامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ سفیدی پر لالی ملی ہوئی تھی، حضرت ابو طفیل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سفید ملاحت لئے ہوئے تھے۔ یعنی گندمی رنگ تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۸، شمائل ابن کثیر صفحہ ۲)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی نے کالی چادر ہدیۃً دی۔ آپ نے پہنا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا اے عائشہ مجھ پر یہ کیسی لگتی ہے۔ میں نے کہا بہت ہی شاندار لگتی ہے، آپ پر اے اللہ کے رسول۔ آپ کی سفیدی اس کی سیاہی کے ساتھ اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی کے ساتھ کھل گئی ہے۔

(بیہقی، سبل صفحہ ۱۱)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ حسن یوسف رکھتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت ہی صاف شفاف چاندی کی طرح کھلتا تھا۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ لالی کبھی چمکتی ہے اسی طرح آپ نہ بالکل سفید اجلے تھے نہ بالکل پیلے اور نہ لال بلکہ خالص صاف گندی رنگ کے تھے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ان روایتوں کا حاصل جو آپ کے رنگ کے بارے میں مذکور ہیں یہ ہے کہ آپ صاف گندی رنگ کے تھے۔ لالی سفید ملی ہوئی تھی۔ بالکل سفید جسے ابیض کہا جاتا ہے۔ جیسے یورپ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے نہیں تھے۔

ابن ابی خثیمہ نے بیان کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نہایت ہی صاف شفاف چمکدار گندی رنگ

کے تھے۔اور کپڑے کے نیچے کا بدن سفید چمکدار تھا۔

ہند ابن ہالہ نے بیان کیا کہ آپ کا رنگ چمکدار تھا۔یعنی ایک خاص قسم کی چمک اور رونق تھی۔(سبل جلد ۲ صفحہ ۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل سفید (چونے کی طرح) تھے نہ بالکل پیلے تھے۔بلکہ کچھ لالی لئے ہوئے تھے۔(شمائل ابن کثیر صفحہ ۱۹)

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان فرماتے۔تو اس طرح کہتے۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت چہرے والا کسی کو نہیں دیکھا ایسا جیسا کہ سورج آپ کے چہرے پر چلتا ہو۔(شمائل ابن کثیر صفحہ ۲۳)

فائدہ: سورج کے چلنے سے مراد چمک ہے رنگ مراد نہیں۔مراد یہ ہے کہ جس طرح سورج پر کسی کی نگاہ نہیں ٹکتی اسی طرح آپ پر انتہا درجہ خوبصورت اور ہیبت نبوت کی وجہ سے نظر نہیں ٹکتی تھی۔

بیہقی نے بیان کیا کہ آپ کے جسم اطہر کا رنگ جو سفید مائل لالی کی جانب تھا وہ دھوپ اور سورج کے اثر کی وجہ سے تھا۔ورنہ تو بدن کا وہ حصہ مبارک جو کپڑے کے اندر تھا وہ سفید چمکدار تھا۔(شمائل بن کثیر صفحہ ۲۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید ذرا سرخی کی جانب مائل تھا۔(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

آپ کے جمال مبارک کا نقشہ کلام منظوم میں اس طرح کھینچا گیا ہے ؎

وجاہت بھی فخامت بھی جمال دلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
جمیل و دلکش ایسے دور سے سے چوں مہر تابندہ
جو ہوں نزدیک تو خوش منظر و شیریں و زیبندہ
نہ رنگت سانولی تھی اور نہ تھے اجلے بھبھوکے سے
سفید اور سرخ گورے گندمی تھے اور چمکتے تھے
نمایاں حسن یوسف میں سفیدی تھی صباحت تھی
یہاں سرخی تھی گلگوں رنگت تھا جس میں ملاحت تھی
زنان مصر کی واں رہ گئی تھیں انگلیاں کٹ کر
یہاں قربان کر ڈالے ہیں مردان عرب نے سر

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۴)

آواز مبارک

آپ ﷺ شیریں آواز تھے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بہت خوش آواز، شیریں زبان تھے۔

(ابوالحسن، سبل صفحہ۹۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے تمام نبیوں کو حسن وجہ، حسن حسب اور حسن نسب سے نوازا۔ تمہارے نبی بھی خوشنما چہرے والے، بلند نسب والے، اور شیریں آواز والے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے تمام نبیوں کو خوبصورت شکل، شیریں آواز والا بنایا ہے۔ ہمارے نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے حسن وجہ اور حسن آواز کے ساتھ مبعوث کیا۔

(ابن سعد، ابن عساکر، سبل صفحہ۹۱)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے میں نے آپ ﷺ سے زائد شیریں آواز کسی کو نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: آپ ﷺ کی آواز بڑی شیریں دل لبھا دینے والی تھی۔

آواز بہت دور چلی جاتی تھی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں خطبہ (مسجد میں) دیتے تھے۔ پردہ نشین اپنے گھروں سے آپ کی آواز سن لیتی تھیں۔ (بیہقی، ابونعیم صفحہ ۲۷۹، سبل صفحہ۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ممبر پر (مسجد نبوی میں) تشریف فرما تھے، اور لوگوں سے کہا بیٹھ جاؤ۔ قبیلہ بنی غنم میں (جو بہت فاصلہ پر تھا) عبداللہ بن رواحہ نے سن لیا تو وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۶، ابونعیم)

عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو منی میں خطبہ دیا۔ اللہ پاک نے ہمارے کان اس طرح کھول دیئے کہ ہم آپ کی آواز کو سن رہے تھے۔ باوجودیکہ ہم لوگ اپنے گھروں میں تھے۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۶، ابن سعد، ابونعیم، سبل صفحہ۹۱)

آپ ﷺ لوگوں کو مناسک سکھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہارے ذمہ کنکریوں کو ہاتھ سے پھینکنا ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ بیچ کعبہ میں قرآن شریف رات کو (تہجد کی نماز میں) پڑھتے تھے اور میں اپنے بستر پر سے سن لیتی تھی۔ (ابن ماجہ، شمائل، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ٦٦)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی آواز معجزہ کے طور پر دور تک چلی آتی تھی۔ اور جس طرح قریب والے سن لیتے تھے دور والے بھی سن لیتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کی آواز بلند تھی مگر آواز کا دوسرے محلہ میں جانا معجزہ کے طور پر تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی تو اسے تمام قبائل نے سن لیا۔

جن جن لوگوں کو آپ نے آواز دی ان سب کے مکان صفا سے کچھ فاصلہ پر تھے اس کے باوجود لوگوں نے آواز سن لی۔ اور آپ کے پاس جمع ہوئے۔ پھر آپ نے توحید کی دعوت دی۔

کیا خوب کہا کسی نے ؎

نہ آواز آپ کی باریک ہی تھی اور نہ موٹی تھی
بڑی جیسی تھی بھاری پن تھا پر عظمت تھی دلکش تھی
طبیعت نرم جو سب کو موافق ہو بہ آسانی
وہ میٹھے اور پیارے بول پتھر جس سے ہو پانی

آپ ﷺ کی آواز بلند اور قوت کے ساتھ ہوتی

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آواز بلند اور قوت کے ساتھ تھی۔

(سبل جلد ۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آواز میں قوت اور سختی تھی۔

ہلکی دھیمی پھسپھساہٹ نہ تھی۔ جو بولتے تو صاف قوت سے بولتے تھے۔ آپ کی آواز سینہ سے طاقت کے ساتھ نکلتی۔ عربی زبان کی خوشنمائی بھی اسی میں ہے کہ قوت اور طاقت سے بلندی کے ساتھ ادا کیا جائے۔

امام غزالی نے آپ ﷺ کے کلام کے بیان میں لکھا ہے کہ آپ بلند آواز تھے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

قلب مبارک "شق صدر"

آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ ایک اہم ممتاز خصوصیت جس کے شرف سے آپ کو نوازا گیا تھا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کیا گیا قلب مبارک کو دھو کر اس میں نور حکمت داخل کیا گیا۔ اور آپ کے قلب مبارک کو وساوس اور دیگر تمام شیاطینی حملے اور نامناسب خیالات سے پاک اور محفوظ کر دیا گیا۔ احادیث وتفسیر میں اسے "شق صدر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ پیش آیا۔ ارباب حدیث واصحاب تحقیق کا اس میں کچھ اختلاف ہے۔ تاہم کچھ حضرات کی رائے کہ تتبع وتلاش اور واقعات کی تطبیق سے چار مرتبہ ہونے کا سراغ ملتا ہے۔

پہلا شق صدر

پہلا شق صدر کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ رضاعی والدہ کے پاس قبیلہ بنی سعد میں تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ کو انہوں نے پکڑا اور چت لٹا دیا۔ اور قلب مبارک کو نکالا۔ پھر قلب مبارک کو چیرا۔ اس سے خون کا ایک پھٹکا نکالا۔ اور فرمایا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے طشت میں زمزم کا پانی لے کر آئے تھے اس سے قلب مبارک کو دھویا۔

پھر قلب کو اپنی جگہ (سینہ میں) رکھ دیا۔ اور سی دیا۔ (لڑکوں نے جب یہ دیکھا تو) ان کی رضاعی والدہ کے پاس دوڑے گئے۔ اور بتایا کہ محمد (ﷺ) تو مار ڈالے گئے۔ وہ لوگ آئے تو آپ ﷺ کو خوف زدہ پایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ٹانکہ کا نشان آپ کے سینہ مبارک پر دیکھا۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۶، مسند احمد، مسلم، ابونعیم صفحہ ۱۸۶، سبل جلد ۲ صفحہ ۶۰)

حاکم، طبرانی، داری، ابونعیم نے بیان کیا کہ عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کے زمانہ میں تھا۔ میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ میں تھا۔ اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا اے بھائی ماں کے پاس جاؤ میرے کھانے کے لئے کچھ لاؤ۔ چنانچہ میرا بھائی گیا اور میں بکریوں میں رہا۔ بس اتنے میں دو پرندے گدھ کی شکل کے میرے پاس اترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا یہی ہے وہ۔ دوسرے نے کہا ہاں۔ پس وہ دونوں بڑی تیزی سے

میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور پکڑا اور چت لٹا دیا۔ میرے پیٹ کو چاک کیا۔ میرے قلب کو نکالا۔ اسے چیرا اس سے دو کالے چھلکے نکالے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا لاؤ ٹھنڈا پانی۔ پس اس سے میرے اندر کے حصہ کو دھویا۔ پھر کہا لاؤ ٹھنڈا پانی۔ پھر دونوں نے میرے قلب کو دھویا۔ پھر کہا لاؤ ''سکینہ۔'' اسے میرے قلب پر چھڑک دیا۔ پھر ایک نے کہا۔ اسے سی دو۔ یعنی (مرہم پٹی اور ٹانکہ لگا دو) پس ایک نے سی دیا۔ اور مہر نبوت لگا دی۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۳، سبل صفحہ ۶۰)

دوسرا شق صدر

عمر کے دسویں سال میں مکہ مکرمہ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ زوائد مسند احمد، ابن حبان، ابونعیم، ابن عساکر نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول۔ نبوت کے ابتدائی واقعات کیا ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں دس سال کا تھا۔ جنگل میں چل رہا تھا کہ اچانک دو آدمی میرے سر کے پاس سے آئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کیا یہ وہی ہیں۔ دوسرے نے کہا ہاں۔ وہ دونوں مجھے پکڑ کر لے گئے۔ ہم نے اس جیسی مخلوق کبھی نہیں دیکھی تھی۔ نہ ایسی خوشبو دیکھی نہ ایسے کپڑے جس میں وہ ملبوس تھے میں نے کبھی دیکھا۔ پس وہ دونوں مجھے لے کر چلے۔ یہاں تک کہ ہر ایک نے میرے بازو کو پکڑ لیا۔ اور ان کے چھونے کا مجھے احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹا دو۔ پس انہوں نے مجھے بلا پس وپیش لٹا دیا۔ پھر مجھے گدی کے بل کر دیا۔ پھر میرے پیٹ کو چیرا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ان کے سینے کو چاک کر دو۔ تو ان میں سے ایک میرے سینے کے جانب متوجہ ہوئے۔ اور سینہ کو چاک کیا۔ نہ تو خون ہی نکلا اور نہ کوئی تکلیف ہی ہوئی۔ ایک نے سونے کے طشت میں پانی رکھا تھا۔ دوسرا میرے پیٹ کو دھونے لگا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کر دو۔ پس میں نے اپنے سینہ کو پھٹا ہوا دیکھا۔ اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ پھر کہا ان کے دل کو چیرو۔ چنانچہ میرے دل کو چیرا۔ پھر کہا ان کے دل سے حسد اور کینہ کو نکالو۔ پس انہوں نے جمے ہوئے خون کی شکل میں کچھ نکالا۔ اور پھینک دیا۔ پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کرو۔ تو چاندی کے مانند کوئی چیز داخل کی۔ پھر ایک باریک کوٹی ہوئی چیز نکالی۔ اسے چھڑک دیا۔ پھر میرے انگوٹھے کو پکڑا۔ اور کہا اٹھو اور ٹھیک رہو۔ میں وہاں سے واپس آیا تو چھوٹوں اور بڑوں پر شفقت اور مہربانی کرنے والا تھا۔ (ابونعیم ۱۷۵، خصائص کبریٰ ۱/۶۴ سبل ۶۱)

تیسرا شق صدر

یہ شق صدر چالیس سال کی عمر کے قریب پیش آیا تھا جب کہ آپ کو نبوت ملنے والی تھی۔

ابوداؤد، طیالسی، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ

ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مہینے کا نذر اعتکاف مان لیتے تھے۔ پس یہ رمضان کے مہینہ میں پڑ گیا۔ اسی درمیان ایک رات نکلے تو آپ ﷺ نے السلام علیک کی آواز سنی۔ آپ نے سوچا شاید کوئی جن ہے۔ پس میں جلدی سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے واقعہ بتایا۔ کہا خوش رہیے۔ سلام تو اچھا ہے۔ پھر میں دوسری مرتبہ باہر نکلا۔ تو سورج پر حضرت جبرئیل کو دیکھا۔ جن کا ایک بازو مشرق کو۔ ایک بازو مغرب کو گھیرے ہوئے تھا۔ میں خوف زدہ ہوگیا۔ جلدی سے بھاگا۔ پس ان کو گھر کے دروازے پر پایا۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو کی تو کچھ انس ہوا۔ پھر انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا (کسی مقام پر آنے کا) پس میں آیا تو ان کو آنے میں تاخیر ہوئی پس میں نے واپس آنا چاہا۔ تو اچانک دیکھا کہ ان کے ساتھ حضرت میکائیل بھی ہیں جنہوں نے پورے آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ پس حضرت جبرئیل تو نیچے اتر گئے۔ اور حضرت میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہے۔ حضرت جبرئیل نے مجھے پکڑا۔ اور گدی کے بل لٹا دیا۔ پھر میرے دل کو چیرا۔ اور اسے نکالا۔ پھر جو چاہا اس سے نکالا۔ پھر طشت میں زمزم کا پانی تھا اس سے دھویا۔ پھر اسے اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور سی دیا۔ پھر مجھے الٹ دیا جیسے برتن الٹ دیا جاتا ہے۔ پھر میری پیٹھ پر مہر لگا دی۔ یہاں تک کہ مہر لگانے کا احساس مجھے اپنے دل پر ہوا۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۶۱، ابونعیم فی الدلائل صفحہ ۱۷۱)

چوتھا شق صدر

یہ شق صدر شب معراج میں آسمان پر جانے سے قبل کیا گیا تھا۔ اور یہ آخری مرتبہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال میں تھا کہ مجھے زمزم کے پاس لے جایا گیا۔ اور میرے سینہ کو کھولا گیا۔ پھر حکمت وایمان سے بھرا سونے کا طشت لایا گیا۔ اور میرے سینے میں ڈالا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا سینہ دکھایا۔ (پھر آپ نے فرمایا) پھر فرشتہ مجھے آسمان کی طرف لے گیا۔

اور مالک بن صعصعہ کی روایت اس طرح ہے کہ شب معراج کا واقعہ سناتے ہوئے یہ بیان کیا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا آیا۔ اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا چنانچہ وہ آیا اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک پھاڑ ڈالا۔ یعنی سینہ کے نیچے سے ناف تک۔ اور میرے دل کو نکالا۔ ایمان وحکمت سے بھرا سونے کا طشت جسے لے کر آئے تھے۔ میرے دل کو دھویا۔ پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ پھر ایک جانور لے آئے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ (پھر آسمان پر لے چلے)۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۵، سبل جلد۲ صفحہ ۶۲)

فائدہ:

❶ خیال رہے کہ بعض حضرات نے چوتھی مرتبہ شق صدر کا واقعہ جو شب معراج میں پیش آیا ہے اس کا انکار کیا۔

جس میں علامہ ابن حزم اور قاضی عیاض وغیرہ ہیں۔

لیکن علامہ قرطبی نے شرح مسلم میں ان حضرات کے رد پر نکیر وارد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے رواۃ ثقہ اور مشاہیر میں سے ہیں اس لئے انکار کی گنجائش نہیں۔ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ اس کی روایتیں تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا شب معراج میں شق کا واقعہ بھی صحیح ہے۔ (سبل الھدیٰ جلد۲ صفحہ۶۴)

❷ علامہ قرطبی نے مفہم میں علامہ تورپشتی اور طیبی نے لکھا ہے کہ شق صدر کا واقعہ ظاہر کے خلاف ہے۔ سینہ کا چاک کرنا، دل کا نکالنا، دھونا، پیٹ کا دھونا، پھر نہ خون کا نکلنا، نہ تکلیف کا ہونا، وغیرہ ذلک۔ یہ امور مہلک ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کو بلا شک وشبہ کے تسلیم کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

مکرر کئی مرتبہ شق صدر کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا گیا اول شق صدر کی حکمت یہ تھی بچپن کی برائیوں اور کھیل کود کے مشغلہ سے آپ محفوظ ہو جائیں اور آپ کی پرورش شیطان سے عصمت اور حفاظت کی حالت میں ہو۔ نبوت کے وقت شق صدر کی حکمت یہ تھی کہ آپ نبوت کے بوجھ کے خلاف برداشت کے لائق ہو جائیں۔ اور جوانی کی حالت میں جو امور ولایت وتقرب ونبوت کے خلاف صادر ہو سکتے تھے وہ نہ ہوں۔ اور شباب کے متعلق جو بشری تقاضے سے ہوتے ہیں آپ اس سے محفوظ ہو جائیں۔

شب معراج کے موقعہ پر شق صدر کی حکمت یہ تھی کہ آپ کا قلب ملاء اعلیٰ، سیر ملکوت اور اس کے متعلقہ امور کے لائق ہو جائے۔ ماورائے سدرۃ المنتہیٰ کے عظیم ترین امور کے آپ متحمل ہو جائیں۔ وغیرہ ذلک۔

شق صدر کے واقعہ میں بجائے حوضِ کوثر، یا ماء جنت کے، زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس سے زمزم کی افضلیت اور اہمیت کا علم ہوتا ہے۔

ابن ابی جمرہ نے بیان کیا کہ زمزم کی اصل جنت سے ہے۔ اہل ارض کو جنت کی برکت حاصل ہو جائے اس لئے اسے زمین پر لایا گیا۔ (سبل الھدیٰ صفحہ۶۹)

ابوصالح دمشقی نے بیان کیا بعض روایتوں میں پیٹ کے دھونے کا ذکر ہے۔ تو ممکن ہے کہ اس سے پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں قلب وغیرہ سب مراد ہو یا ممکن ہے کہ اس سے صرف قلب ہی مراد ہو جیسا کہ دوسری روایت میں قلب ہی کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شق میں صرف قلب کو اور کسی شق میں صرف پیٹ کو دھویا گیا ہو۔ (سبل صفحہ۷۰)

یہ شق صدر ظاہر جسم کے اعتبار سے ہوا تھا۔ معنوی اعتبار سے ہونا مراد نہیں جیسا کہ ملحدین نے اس کی تاویل میں کہا ہے۔ اسی وجہ سے جوڑ اور ٹانکے آپ کے سینہ مبارک پر نظر آتے تھے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک پر ٹانکہ کا اثر دیکھا۔ (سبل صفحہ۶۰)

شق صدر کا واقعہ

شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ پیش آیا۔ اس میں ارباب تحقیق کے درمیان کچھ اختلاف ہے۔ کچھ حضرات دو مرتبہ کے قائل ہیں۔ جیسے علامہ سہیلی، ابن دحیہ، ابن منیر۔

بعض حضرات تین مرتبہ وقوع کے قائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کی یہی رائے ہے۔ محدث بیہقی بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی سعد میں جب کہ آپ ﷺ زیر پرورش وہاں تھے۔ دوسری مرتبہ نبوت کے قریب۔ تیسری مرتبہ شب معراج میں۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۵)

شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ ہی کے ساتھ پیش آیا ہے یا اور حضرات انبیاء کرام کے ساتھ۔ بیشتر اہل تحقیق نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔

علامہ سیوطی نے ابن منیر کے قول کو ذکر کیا ہے کہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہوا ہے۔

(خصائص جلد ا صفحہ ۶۵)

ہاتھ مبارک

ہتھیلی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک گوشت سے پر تھیں۔

(ترمذی، بخاری صفحہ ۸۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک گوشت سے بھری تھیں۔ (ابو یعلی، ابن عساکر)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہتھیلی کی ہڈیاں یا جوڑ کمزور ہونے کی وجہ سے نمایاں نہیں تھے بلکہ گداز پر گوشت تھیں۔ جو صحت اور طاقت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی لانبی کشادہ تھی۔ (بخاری صفحہ ۸۷۶)

حضرت ہند بن ابی ہالہ کی روایت ہے کہ آپ کی ہتھیلی ذرا پھیلی ہوئی تھی۔ (شمائل صفحہ۲)

فائدہ: ملا علی قاری نے ہتھیلی کے کشادہ ہونے کا مطلب یہ بھی لیا ہے کہ حساً اور جسماً آپ کی ہتھیلی وسیع تھی۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے اس سے اشارہ آپ کی سخاوت اور جود کی طرف ہو۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۱)

علامہ مناوی نے "رحب الراحۃ" کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے جہاں حساً ہتھیلی کی وسعت کی جانب اشارہ ہوسکتا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وسعت قوت کی جانب اشارہ ہوسکتا ہے۔ مگر اول معنی راجح ہے چونکہ راوی آپ کے خلقی جسمانی اوصاف کو ذکر کررہے ہیں۔ (جمع الوسائل)

عارف مضطر نے اس طرح نقشہ کھینچا ہے:

"کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز و نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے"

انگلیاں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں کچھ درازی پر تھیں۔ (شمائل صفحہ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلیوں کے جوڑ پر تھے۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۷۳)

فائدہ: یعنی ان کی ہڈی نظر نہیں آتی تھی جوڑ گوشت سے پر تھے۔

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی انگلیاں (خوبصورتی وخوشنمائی میں) ایسی تھیں جیسے چاندی کی شاخیں اور چھڑیں۔ (سبل جلد۲صفحہ۷۳)

فائدہ: قاضی عیاض مالکی نے شفاء میں بیان کیا کہ اس سے آپ کی انگلیوں کے دراز ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ انگلیوں کے تناسب کے ساتھ ارتفاع لمبائی کی جانب اشارہ ہے۔ جو حسن کی علامت ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ آپ کی انگلیوں میں کسر اور تشنج نہیں تھا۔ بلکہ ایک سائز سے سیدھی اور لانبی تھیں۔ (جمع الوسائل صفحہ۴۱)

خیال رہے انگلیوں کا چھوٹا ہونا اور اس میں تشنج ہونا عیب اور مرض کی علامت ہے۔ اسی طرح موٹی اور بھدی نہیں تھیں۔ جیسا کہ عموماً موٹے اور بلغمی بدن والوں کو ہوتا ہے کہ یہ مرض کی وجہ سے ہوتا ہے ؎

"کلاں تھی ہڈیاں مربوط اور پر گوشت تھے اعضا
تھے لانبے ہاتھ لمبی انگلیاں متناسب و زیبا"

(کوثر صفحہ۴۰)

ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی حریر و دیباج کو آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ (بخاری صفحہ۵۳۰، مسلم)

مستورد بن شداد نے ذکر کیا ہے کہ میرے والد نے کہا میں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آیا آپ نے مصافحہ کیا تو آپ کے ہاتھ مبارک کو ریشم سے زیادہ نرم پایا۔ (طبرانی، سبل صفحہ۷۴)

"کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے"

(کوثر صفحہ۴۰)

فائدہ: آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک بہت نرم و گداز تھی۔ حافظ نے لکھا کہ ہڈی کے اعتبار سے تو غلظت تھی اور گوشت کے اعتبار سے نرماہٹ اور گداز پن تھا۔ (فتح الباری صفحہ۴۴۹)

ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی ہتھیلی مبارک گوشت سے بالکل بھری ہوئی تھی۔ اس میں گداز پن تھا۔ (سبل جلد۲صفحہ۷۵)

ہتھیلی ٹھنڈی

یزید بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تو میں نے دیکھا کہ

آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ (بخاری، مسلم، سبل صفحہ۷۴)

فائدہ: خیال رہے کہ ہتھیلی کا ٹھنڈا ہونا صحت اور قوت جگر و معدہ کی پہچان ہے۔ اور حرارت اور کچھ گرم ہونا حدت و حرارت جگر و معدہ کی علامت ہے جو مرض ہے۔ اور خدائے پاک نے آپ کو تمام جسمانی امراض سے محفوظ رکھا تھا جس طرح تمام امراض روحانی سے پاک و منزہ بنایا تھا۔

ہتھیلیاں مشک سے زیادہ خوشبودار

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ منیٰ میں تشریف فرما تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنا دست مبارک بڑھائیے (کہ میں بوسہ لوں) چنانچہ آپ نے بڑھایا تو میں نے آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ (دلائل جلد ا صفحہ ۲۵۷)

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دست مبارک کو نہایت خوشبودار اور ٹھنڈا پایا۔ ایسا جیسا عطر فروش کے عطردان سے ابھی نکالا ہو۔ (مسلم صفحہ ۲۵۶، دلائل صفحہ ۲۵۶)

ابن دحیہ کہتے ہیں کہ آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبو سے تر ہوتا۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

یزید بن الاسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اپنا ہاتھ دیا۔ تو آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۲، مسلم)

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے مصافحہ کیا یا میرا بدن آپ ﷺ سے مس ہوگیا۔ تو تم میرے ہاتھ کو پہچان لو گے وہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگیا ہے۔ (طبرانی، بیہقی، سبل صفحہ ۷۴)

شفا میں قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیا ہے کہ آپ جس سے مصافحہ فرماتے تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبو سے معطر رہتا۔ نسیم الریاض میں علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حدیث ہے کہ آپ کی ہتھیلی عطار کی ہتھیلی تھی۔ خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ اگر کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو دوسرے بچوں کے درمیان خوشبو سے ممتاز ہو جاتا، اور پہچان لیا جاتا کہ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ (نسیم الریاض)

بازو مبارک

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بازو مبارک وسیع اور گوشت سے بھرے تھے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۷۳)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ کے بازو وسیع تھے۔ (ابن سعد ابن عساکر)

ابن ابی خشیمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بازو گوشت سے پر اور ہاتھ مضبوط تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بازو یا جوڑ کی ہڈیاں سیدھی تھیں۔ (نکلی ہوئی نہ تھیں)۔ (بخاری صفحہ سبل صفحہ ۷۳)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بازو مبارک پر کچھ بال تھے۔ (شمائل)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ کے بازو مبارک لامبے۔ سیدھے اور گوشت سے پرخوشنما تھے۔ بازو چھوٹے، ہڈیاں نکلی اور ٹیڑھی نہیں تھیں۔ کہ بازو کا لمبا کشادہ ہونا جود سخاوت کی علامت اور بازوؤں کی ہڈیاں نکلی اور ٹیڑھی ہونا مرض اور انتہائی دبلے ہونے کی علامت ہے۔

گٹے

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے گٹے لامبے تھے اور ہتھیلیاں کشادہ۔ (شمائل)

ابوبکر بن خشیمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی کلائیاں دراز تھیں۔ (شمائل، سبل صفحہ ۷۳)

فائدہ: آپ ﷺ کی کلائیاں لامبی تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب ہتھیلیاں کشادہ، بازو لمبے ہوں گے تو کلائیاں بھی اسی تناسب سے لامبی ہوں گی۔ جو حسن اور خوش نمائی کی پہچان ہے۔ اور کلائی کی ہڈی نکلی ہوئی نہ تھی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہڈیوں کے جوڑ مضبوط سیدھے گوشت سے پر تھے۔

دست مبارک اور اس کی برکات

بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ عقربہ (میرے والد) رسول پاک ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے (میرے بارے میں) والد نے جواب دیا میرا بیٹا ابن بجیر۔ آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ چنانچہ میں آپ کے دائیں بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ میں نے کہا بجیر اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا نام بشیر ہے۔ اور میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے منہ میں تھوک دیا تو لکنت درست ہوگئی۔ اور سر کے جس حصہ پر دست مبارک پھیرا تھا۔ وہ مقام سیاہ رہا۔ اور باقی مقام بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہوگیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹)

فائدہ: آپ کا دست مبارک سر پر جہاں لگا وہاں کے بال سیاہ ہی رہے۔ بڑھاپے کا اثر اس میں ظاہر نہ ہوا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے چہرے اور سر میں ورم ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ نے کپڑے کے اوپر سے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر اور چہرے پر رکھا اور یہ دعا پڑھی: "بِاسْمِ اللّٰهِ اَذْهَبْ عَنْهَا سَوْءَهٗ وَفُحْشَهٗ بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الطَّيِّبِ الْمُبَارَكِ الْمَكِيْنِ عِنْدَكَ" چنانچہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ

کیا جس سے ورم جاتا رہا۔ (بیہقی، سبل جلد۱۰ صفحہ۲۲)

فائدہ: آپ ﷺ نے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ مبارک پھیرا۔ حالانکہ آپ اس کے مکلف نہیں تھے۔ چونکہ آپ معصوم تھے۔ مگر احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے امت کی تعلیم کے پیش نظر ایسا کیا۔

ابوعطیہ بکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خاندان والے رسول پاک ﷺ کے پاس لے گئے اور میں نئی عمر کا تھا۔ آپ نے میرے سر پر دست مبارک پھیرا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعطیہ کو دیکھا کہ ان کے واڑھی اور سر کے بال سیاہ تھے حالانکہ ان کی عمر سو برس ہو چکی تھی۔ (مجمع جلد۹ صفحہ، سبل جلد۱۰، صفحہ۳۲)

عمر بن ثعلبہ جہنی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے "سالہ" (مقام) میں ملاقات کی۔ میں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے سر پر دست مبارک رکھا۔ چنانچہ سو سال کی عمر ہو گئی۔ جس مقام پر آپ نے دست مبارک رکھا تھا وہ حصہ سیاہ رہا۔ (بڑھاپے کی وجہ سے سفید نہ ہوا)۔ (بیہقی، سبل جلد۱۰ صفحہ۳۲)

عطا سائب بن یزید کے غلام کہتے ہیں کہ میں حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید سیاہ ہیں میں نے کہا اے میرے آقا آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا میرے سر کے بال کبھی سفید نہ ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے بچوں کو سلام کیا اس میں میں بھی تھا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ تو آپ نے مجھے بلایا۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا سائب بن یزید بن اخت النمر۔ تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرا اور کہا خدا تجھے برکت دے۔ سو اس کی وجہ سے جس مقام پر آپ کا دست مبارک پڑا سفید نہیں ہوا۔ (سبل الہدیٰ جلد۱۰ صفحہ۳۳، مجمع الزوائد)

حضرت براء بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابورافع قتل ہوئے تو میں اوپر سے گر گیا اور پیر ٹوٹ گیا۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ قصہ بتایا۔ تو آپ نے فرمایا اپنا پیر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلایا۔ آپ نے دست مبارک پھیر دیا۔ تو ایسا درست ہو گیا کہ گویا کہ کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

(بیہقی فی الدلائل جلد۴ صفحہ۳۸، سبل جلد۱۰، صفحہ۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ جو میں حدیث آپ سے سنتا ہوں اسے بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلا دو۔ میں نے پھیلا دی۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا۔ پھر فرمایا اسے سینہ سے ملا لو۔ چنانچہ میں نے ملا لیا۔ اس کے بعد سے میں کبھی نہیں بھولا۔ (بخاری، ترمذی، ابن سعد جلد۲ صفحہ۱۱۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا تو میں

نے کہا اے اللہ کے رسول۔ آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جب کہ میں نئی عمر کا ہوں۔ (مجھے تجربات اور اس کے متعلق معلومات نہیں) مجھے نہیں معلوم کہ فیصلہ کیا ہے۔ اس پر آپ نے دست مبارک میرے سینہ پر رکھا۔ اور یہ دعا دی "اللھم اھد قلبه، و ثبت لسانه" اے اللہ اس کے قلب کی رہنمائی فرما۔ اور ان کی زبان کو ثابت رکھ۔ چنانچہ قسم اس خدا کی جس نے دانہ پھاڑا اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۰، صفحہ ۱۷۶، ابن ماجہ، بیہقی جلد ۵ صفحہ ۷۷، حاکم، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۲۶)

فائدہ: دست مبارک سینہ پر رکھنے سے قضا کے پیچیدہ مراحل کھل گئے۔

عائذ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں خیبر کے موقعہ پر آپ ﷺ کے سامنے قتال کر رہا تھا اور مجھے ایک تیر آ لگا۔ جس سے چہرہ زخمی ہو گیا اور خون میرے چہرہ سینہ اور پیشانی سے نکلنے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ جس سے چہرہ اور سینہ سے خون نکلنا بند ہو گیا۔ آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ (طبرانی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۳۵)

اسید بن ایاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ان کے چہرہ پر دست مبارک پھیرا اور ان کے سینہ مبارک پر دست رکھا۔ (اس کی برکت یہ ہوئی) کہ حضرت اسید جب کسی تاریک گھر میں داخل ہوتے تو گھر روشن ہو جاتا۔ (مدائنی، سبل الھدیٰ جلد ۱۰، صفحہ ۳۶)

وائل بن حجر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان کیا کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے مصافحہ کیا۔ یا میرا جسم آپ کے جسم کے ساتھ مس کر گیا تو میں اپنے ہاتھ میں تین دن کے بعد بھی مشک کی خوشبو محسوس کرتا رہا۔

(بیہقی، ابن عساکر، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۳۶)

فائدہ: آپ ﷺ کا دست مبارک بڑا بابرکت تھا۔ جس کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے۔ سر کے بال سفید نہ ہوتے۔ جس سے مصافحہ فرماتے ہاتھ مشک سے زائد مہکا کرتا۔ مرض یا زخم کے مقام پر ہاتھ پھیر دیتے زخم اچھا ہو جاتا۔ پھر کبھی اس مقام پر کوئی دوسری بیماری نہ ہوتی۔

پیر مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پیر مبارک گوشت سے پر تھے۔
(شمائل صفحہ، دلائل صفحہ ۲۴۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک گوشت سے پر تھے۔
(شمائل صفحہ ۱)

ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک (پیر) بھرے ہوئے تھے۔ (سبل صفحہ ۷۸)

فائدہ. یعنی آپ کے قدم مبارک گوشت سے پر اور ان میں کشادگی تھی۔ پیروں کا گوشت سے پر ہونا یہ طاقت وقوت کی پہچان ہے۔ اور مردوں میں خوبی کی بات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا کہ پیر کی انگلیاں موٹی تھیں۔ (باریک اور پتلی نہیں تھیں کہ یہ عورتوں میں خوبی کی بات ہے مردوں میں نہیں)۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ قدم کے اعتبار سے بڑے خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر، سبل صفحہ ۷۹)

"قدم آئینہ سا قطرہ نہ پانی کا ذرا ٹھہرے
تھیں کم گوشت اور ہلکی ایڑیاں تلوے ذرا گہرے"

پنڈلیاں

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باہر نکلے۔ پس میں گویا دیکھ رہا ہوں آپ کی پنڈلی کی سفیدی کو۔ (بخاری، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۴۶، دلائل جلد ا صفحہ ۲۴۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں باریک تھیں۔

حضرت سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں رسول پاک ﷺ کے قریب آیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں نے آپ کی پنڈلیوں کو جو دیکھا تو وہ ایسے تھے جیسے درخت خرما کے گوند۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۷۸)

"پنڈلیاں ہموار اور شفا زیبندہ
لطافت کا وہ عالم شاخ طوبیٰ جس سے شرمندہ"

(کوثر صفحہ ۴۰)

فَائِدَہ: درخت خرما کا گوند صاف سفید اور چمکدار ہوتا ہے اسی طرح آپ کی پنڈلی سفید اور چمکدار تھیں۔

خیال رہے کہ روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی پنڈلی باریک تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ پر گوشت تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ پنڈلی کے پیر کی طرف کا جو حصہ تھا وہ باریکی لئے ہوئے تھے۔ وہ موٹا نہیں تھا۔ کہ پنڈلی کا بھاری بھر کم موٹا ہونا بلغمی مزاج اور رطوبت کی علامت ہے جو مرض اور سستی کا باعث ہے۔ جو اکثر موٹے لوگوں کو ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں پیر کی سب سے چھوٹی انگلی ذرا نمایاں ابھری ہوئی تھیں۔

اس روایت کو دلائل النبوہ میں محدث بیہقی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے ذکر کیا ہے۔ معلق نے ابن کثیر کے حوالہ سے اسے غریب کہا ہے۔ مگر ابوصالح الدمشقی نے سبل الہدیٰ میں ابن حبان کے قول سے اس کے راوی بن حفص سعدی پر وضع کا حکم لگاتے ہوئے حدیث کو موضوع باطل لا اصل لہ قرار دیا ہے۔ (سبل الہدی صفحہ ۷۹)

ایڑی مبارک

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ایڑی مبارک گوشت سے بھری ہوئی نہیں تھی۔ (بلکہ کم گوشت تھا)۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۶، دلائل النبوہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَہ: مقصد یہ ہے کہ پیر کے تلوے کی جانب کا حصہ پورا گوشت سے پر نہیں تھا۔ بلکہ کچھ اٹھا ہوا تھا گوشت کے کم ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ ایڑی اور تلوے کے بیچ میں اٹھان تھا۔ جس کی وجہ سے پورا قدم زمین پر لگتا نہیں تھا۔ جیسا کہ پیروں کی عموماً ہیئت ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام محدثین وشراح نے پیر کے نیچے کی طرف ایڑی کی جانب یہی کیفیت بیان کی ہے۔ (جمع الوسائل، مجمع الزوائد، سبل الہدیٰ، خصائل)

انگوٹھے کے بعد کی انگلی بڑی تھی

حضرت میمونہ بن کردم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کے انگوٹھے کے بعد کی سبابہ انگلی کو دوسری انگلی کے مقابلہ بڑا دیکھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۷، مجمع الزوائد صفحہ ۲۸، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

فَائِدَہ: انگوٹھے کے بغل کی انگلی کا دوسرے انگلیوں کے مقابلہ میں بڑا ہونا اچھا سمجھا جاتا ہے ایسا آدمی ذہین اور خوش نصیب ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ پیر مبارک کا سبابہ کچھ بڑا تھا۔ ہاتھ کے انگلیوں کے سبابہ متعلق نہیں ہے۔ بعضوں نے اسے بھی ثابت کرنا چاہا مگر اس کی تردید کردی گئی ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۷۶)

سبابة	النبی	كانت	اطول
اصابع	النبی	فاحفظ	واسائل

ایک انتباہ

بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ کسی پتھر اور چٹان پر آپ کا پیر مبارک پڑتا تو وہ دب جاتا اور اس پر نشان قدم پڑ جاتا۔ تحقیقی اعتبار سے یہ ثابت نہیں۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ ابو صالح الدمشقی جو اس باب میں ضعیف و منکر کو بھی بے دریغ ذکر کر دیتے ہیں۔ کتب حدیث میں اس کے ہونے کا صاف انکار کرتے ہیں۔ اور تائید میں برہان الدین الدمشقی کے قول کو نقل کیا ہے کہ کسی کتب حدیث میں کسی بھی سند و طریق سے مروی نہیں۔ لہٰذا ایسی نسبت آپ ﷺ کی طرف درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدم رسول و قدم نبی کے نام سے جو پتھر کسی جگہ ہے اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ غلط اور موضوع من گھڑت ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۷۹)

قد مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو لانبے تھے اور نہ پستہ قد تھے۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔ (ذرا ہلکی سی لمبائی لئے ہوئے)۔ (شمائل)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل لانبے تھے نہ بالکل پستہ قد۔ (شمائل صفحہ ۱)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لانبے سے کچھ کم اور پستہ قد سے ذرا اونچے تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱)

حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتدل قامت کے تھے۔ (مسلم، شمائل صفحہ ۲)

فائدہ: خدائے پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قامت کے اعتبار سے بھی معتدل بنایا تھا۔ زیادہ پستہ اور زیادہ لمبا دونوں ناقابل تعریف اس لئے آپ دونوں کے بیچ میں تھے۔ تاہم کچھ لمبے معلوم ہوتے تھے۔ ملا علی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں طول کی نفی نہیں ہے بلکہ حد سے زیادہ طول کی نفی ہے۔ آپ کچھ لمبے ہی تھے۔ علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کچھ طول کی طرف تھے۔ جیسا کہ حضرت براء کی حدیث میں ہے۔ (جمع صفحہ ۱۱)

یہ بھی ممکن ہے کہ تمام لوگوں میں آپ بڑے ہی معلوم ہوتے تھے خواہ کوئی کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو۔ اور یہ معجزہ کے طور پر ایسا تھا ؎

نہ پستہ قدم نہ لانبے ہی کوئی مفہوم ہوتے تھے
میانہ قد سے کچھ نکلے ہوئے معلوم ہوتے تھے
مگر مجمع میں ہوتے تھے جب کبھی حضرت والا
نمایاں اور اونچا ہوتا تھا سر و قد بالا
وہ قامت نخل طوبیٰ بھی پئے تعظیم جھک جائے
وہ ایک شہکار فطرت جس پہ خود خالق کو پیار آئے

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۲)

سایہ مبارک کے متعلق

ذکوان نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج میں نہ چاند میں دیکھا جاتا تھا۔ (یعنی دھوپ اور چاندنی میں آپ کا سایہ مبارک نہ ہوتا تھا)۔ (خصائص جلد اصفحہ ۶۸)

ابن سبع نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کی خصوصیت میں یہ بات تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کہ آپ نور تھے۔ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۶۸)

حکیم ترمذی نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ آپ کے سایہ کو کوئی کافر نہ روندے یعنی پیر نہ پڑے کہ آپ کی شان میں بے ادبی ہو۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۹۰)

ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کی چمک پر غالب آجاتا۔ اگر آپ چراغ کی روشنی کے پاس کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی آپ کے (چہرے سے نکلنے والے) نور کے سامنے ماند پڑ جاتی۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۹۰)

حکیم ترمذی نے عبدالرحمٰن بن قیس کے واسطے سے ذکوان کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک نہ دھوپ میں نہ چاند میں نظر آتا تھا اور نہ پاخانہ نظر آتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۷۱)

فَائِدَہ: لیکن خیال رہے کہ بعض دوسری روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا سایہ مبارک ظاہر ہوتا تھا۔ اور اسے دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں ام المؤمنین حضرت زینب کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضور اقدس ﷺ کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کے سایہ مبارک کا ہونا صاف مذکور ہے۔

”قالت بینما انا یوماً بصف النھار اذا نابطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبل“ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت حادی الارواح الی بلاد الافراح جلد اول باب اول صفحہ ۴۲ میں ہے۔ جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے۔ ”لقد رایت ظلی“ یہ دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ (فتاوی محمودیہ جلد اصفحہ ۱۱۰، نظام الفتاویٰ جلد اصفحہ ۳۱۵)

روایت کی تحقیق بعض اہل علم نے سایہ کے نہ ہونے کی روایت کو ضعیف کہہ کر رد کر دیا ہے۔ سو اگر یہ اعتقادی حیثیت سے ہے تو قبول کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں تک روایت کا پہلو سیرت اور مناقب کے اعتبار سے ہو تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ باب الفضائل والمناقب کے اعتبار سے ہو تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ باب الفضائل والمناقب والسیر میں ضعیف حدیث معتبر ہے اور اسے ذکر کر کے مناقب میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی ظفر الامانی مختصر الجرجانی میں لکھا ہے:

"ومن ثم ترى ارباب السير يدر جون الاحاديث الضعيفه فى تصانيفهم لا بخفى، ان السبر تجمع الصحيح والسفيم والضعبف والمرسل والمنقطع والمعضل والمنكر دون الموصوع" (صفحہ۲۲۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر سایہ نہ ہونے کی حدیث ضعیف ہو تب بھی آپ ﷺ کی سیرت میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حدیث "ضعیف" کی مزید تحقیق عاجز کے رسالہ "ارشاد اصول حدیث" میں ملاحظہ کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا جسم بڑا حسین تھا۔ (شمائل صفحہ ۱)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ایسے چمکتے جیسے کہ بدر کا چاند روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ (شمائل صفحہ ۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ کو دیکھا اور کبھی ماہتاب کو۔ (کہ کون زیادہ خوبصورت ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آئے۔ (شمائل صفحہ ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین وخوبصورت تھے گویا چاند سے ڈھالا گیا ہو۔ (شمائل صفحہ ۲، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین وخوبصورت تھے کہ اس جیسا کسی کو نہیں دیکھا گیا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی حسن والا دیکھا نہیں گیا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خوبصورت رنگ والے تھے۔ اس جیسا نہ میں نے دیکھا اور نہ تم دیکھ سکتے ہو۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۵)

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت جمیل وخوشنما وخوبصورت تھے۔ (سبل الہدیٰ ۲/ ۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر اچھی اور خوبصورت شئے کو میں نے دیکھا۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ میں ہے ؎

فھو الذی تم معناہ و صورتہ
ثم اصفاہ حبیبا باری النسم

منزه عن شريك فى محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم

علامہ القرطبی صاحب الجامع الاحکام القرآن نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کامل حسن ظاہر نہ ہوا تھا۔ اگر پورا حسن ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں اس کا تحمل نہ کر پاتی۔ (یعنی حضرات صحابہ کرام کا)۔

کسی عارف شاعر نے آپ ﷺ کے حسن کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ؎

جمال حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن
مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر ناممکن
درخشاں جس طرح سیم مصفی کوئی پیکر
وہ اک نور مجسم بدر کامل سے بھی روشن تر
وجاہت بھی فخامت بھی جمال دلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
جمیل دلکش ایسے دور سے چوں چہرہ تابندہ
جو ہوں نزدیک تو خوش منظر و شیریں و زیبندہ

(کوثر صفحہ ۳۴)

عقل مبارک

تمام دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ افضل اور لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں یہ لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والے تھے۔ (ابن عساکر، ابونعیم، سبل جلد ۷ صفحہ ۳، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۶)

عوارف سے منقول ہے کہ عقل کے سو جز ہیں۔ اس میں ننانوے جز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے باقی ایک جز تمام انسانوں کو دیا گیا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳)

اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عقل اور فہم وفراست حضرات انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اور ان انبیاء کرام میں یہ نعمت سب سے زیادہ سرور کائنات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ فہم وفراست عقل ذکاوت میں تمام مخلوق پر فائز تھے۔ پوری دنیا کے عقل مندوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عقل والے تھے۔

جنگی محاذ پر آپ کا محیر العقول طور پر کامیاب ہونا۔ یہود ونصاریٰ کے مکر وفریب سے محفوظ رہنا۔ دشمنوں کے نرغہ سے بچ کر نکل جانا اس کی واضح دلیل ہے۔ آپ کے جامع ارشادات، دین ودنیائے سے متعلق نفع بخش نصائح، پیشین گوئیاں وغیرہ یہ سب شہادت بینہ ہیں۔

پسینہ مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، سبل جلد ۲ صفحہ ۸۸)

فائدہ: خیال رہے کہ پسینہ آنا صحت اور قوت اعضاء کی علامت ہے۔ پسینہ بہت کم نکلنا یا نہ نکلنا یہ مرض کی علامت ہے اور حرارت غریزی کے ضعف کی علامت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بڑے خوبصورت تھے آپ پر پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا۔ (مسلم جلد ۴ صفحہ ۸۱۶، سبل صفحہ ۸۵)

فائدہ: ایک تو آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ پھر ملاحت لئے ہوئے۔ اس پر جب پسینہ کی بوندیں نمایاں ہوتیں تو مثل موتی آبدار کے یہ چمکتا۔ چنانچہ اسی ہیئت کو دیکھ کر حضرت عائشہ مبہوت و متحیر ہوگئیں تھیں۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

پسینہ مبارک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک مشک کی طرح خوشبودار تھا۔ فدا ہوں ہمارے ماں باپ آپ پر نہ آپ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ (ابن عساکر، سبل صفحہ ۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک چہرہ مبارک پر ایسا چمکتا تھا جیسے موتی۔ اور آپ کا پسینہ تیز مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اور آپ کی ہتھیلی عطر فروش کی ہتھیلی تھی۔ خواہ عطر لگائیں یا نہ لگائیں۔ جس سے مصافحہ کرتے دن بھر وہ اپنے ہاتھ میں خوشبو محسوس کرتا۔ اگر اپنا ہاتھ کسی بچے کے سر پر رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہوجاتا کہ اس کے سر سے خوشبو آتی رہتی۔ (ابو نعیم، نسیم الریا، سبل صفحہ ۸۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا پسینہ تیز مشک سے بھی زیادہ مہکتا تھا۔

(ابن سعد، سبل صفحہ ۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سوت کات رہی تھی اور آپ ﷺ اپنا جوتا گانٹھ رہے

تھے۔اور پسینہ آپ کی پیشانی سے بہہ رہا تھا۔ اور یہ پسینہ ایک نور پیدا کر رہا تھا جس سے میں مبہوت ہو رہی تھی۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں مبہوت ہو رہی ہو۔ میں نے کہا آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے اور اس پسینہ سے نور کی شکل پیدا ہو رہی ہے۔ اگر ہزلی شاعر آپ کو دیکھ لیتا تو اس کو پتہ چل جاتا جو اس نے شعر کہا ہے اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں (پھر ہزلی کا یہ شعر پڑھا) (جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے)

ع واذا نظرت الی اسرة وجهه برقت بروق العارض المتهلل

(ابن عساکر، ابونعیم، سبل صفحہ ۸۸)

پسینہ پونچھ پونچھ کر رکھتے صحابہ جسم اطہر کا
جو خوشبو میں گلاب و مشک و عنبر سے بھی بہتر تھا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کی تشریف آوری کو آپ کی خوشبو سے معلوم کر لیتے تھے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ کی گلیوں میں سے کسی بھی گلی سے گزرتے تو خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس گلی سے گزرے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۰۵)

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سراپا عطر اور معطر تھے۔ دست مبارک، یا پسینہ سے یا جسم اطہر سے جو خوشبو آتی تھی۔ بغیر خوشبو لگائے خوشبو آتی تھی وہ خارجی خوشبو لگانے کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ آپ کے جسم کے پسینہ کی خوشبو تھی۔ بغیر خوشبو لگائے خوشبو آتی تھی۔ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ یہ خدا کا ایک انعام و اکرام تھا جس سے آپ نوازے گئے تھے۔

علامہ ابوصالح دمشقی نے ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ روایت ذکر کی ہے۔

معراج کے واقعہ کے بعد آپ کا جسم اطہر ایسا معطر بلا عطر لگائے رہتا تھا۔ جیسے (عرب میں) دلہن کو عطر سے معطر کر دیا جاتا ہے بلکہ اس سے زائد۔ (سبل صفحہ ۸۸)

گویا کہ خدائے پاک کے قرب اور ہمکلامی اور عرش اعظم کی برکت تھی۔

ایک انتباہ

بعض کتابوں میں بھی دیکھا گیا ہے اور بعضوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ "گلاب" آپ کے پسینہ سے پیدا ہے۔ سو یہ واہیات ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ حافظ ابوالقاسم، امام نووی حافظ و دیگر محققین نے اس کی تردید کی ہے۔ اور دیلمی کی مسند میں جو اس قسم کی روایت ہے وہ موضوع ہے اس کا ایک راوی مکی بن بندر وضاعین میں سے ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۸۸)

کیا ہی خوب ترجمانی کسی شاعر عارف نے کی ہے ؎

کسی کوچے سے ہوتا جب گزر محبوب باری کا
تو چلتا کارواں اک نکہت باد بہاری کا
فضا ساری مہک جاتی تھی وہ جس راہ سے جاتے
نکلتے جستجو میں جو وہ خوشبو سے پتہ پاتے
نہ عطر عود و عنبر نے مہک مشک تتاری کی
وہ اک خوشبو ذاتی محبوب باری کی
مصافحہ کو ہونے کی سعادت ہاتھ آتی تھی
تو پورا دن گزر جاتا مگر خوشبو نہ جاتی تھی

(کوثر صفحہ ۵۷)

مہر نبوت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو دو مونڈھوں کے درمیان جو سرخ رسولی کے مانند کبوتری کے انڈے جیسے تھی۔ دیکھا۔ (بخاری مسلم، دلائل جلد ا صفحہ ۲۶۲)

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا تو وہ مسہری کے گھنڈی کے برابر تھے۔ (شمائل، بخاری، دلائل صفحہ ۲۵۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نبی پاک ﷺ کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو فرماتے آپ ﷺ کے دو مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النّبیین تھے۔

عمر بن اخطب کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا اے ابوزید قریب ہو جاؤ میری کمر دبا دو۔ میں نے کمر دبانا شروع کیا تو میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی۔ علبا نے (جو ان کے شاگرد تھے انہوں نے ان سے) پوچھا کہ وہ کیا چیز تھی تو انہوں نے کہا بالوں کا مجموعہ تھا۔ (ترمذی، طبرانی جلد ۷، صفحہ ۲۷، ابن سعد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابونضرہ نے پوچھا مہر نبوت کیا تھی۔ انہوں نے بتایا کہ پشت مبارک پر گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔ (شمائل، مسند احمد، دلائل صفحہ ۲۱۵)

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ اپنے اصحاب کے درمیان تھے۔ میں ذرا آپ کی پیٹھ کی جانب گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے میرا مقصد جان لیا۔ پشت سے آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ دو مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو مٹھی کے ہم شکل ہے اس کے چاروں طرف تل تھے گویا کہ مسہ۔ (شمائل، مسلم، ابن سعد صفحہ ۳، دلائل جلد ا صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابی رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے رسولی کے مانند دونوں مونڈھوں کے بیچ میں (مہر نبوت) دیکھی۔ (جلد ا صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: مہر نبوت پیدائشی طور پر آپ ﷺ کے دو کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت مسہ کی شکل میں تھا۔ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اسے مہر نبوت کہا گیا ہے۔

اس کا ثبوت متعدد صحابہ سے ہے۔ جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ احادیث سے متواتر طور پر یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بائیں مونڈھے کی جانب ابھرا ہوا گوشت کبوتر کے انڈے

کے برابر تھا۔ (جلد ۶ صفحہ ۴۳۹)

اسی کو شاعر نے یوں کہا ہے ؎

میان ہر دد شانہ پشت پر مہر نبوت تھی
کبوتر کے جو انڈے کی طرح تھی سرخ رنگت تھی

اس کی کیفیت، ہیئت، مقدار، شکل اور اس پر کیا لکھا ہوا ہے۔ مزید دیگر امور کے متعلق کچھ تفصیل اور اختلافات ہیں۔ اہل ذوق حضرات کے لئے بقدرے ضرورت اس کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

ہیئت، شکل اور مقدار

① کبوتر کے انڈے کے مثل

جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ میں نے مہر نبوت کو آپ ﷺ کے دو مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو کبوتری کے انڈے کے برابر تھا۔ (شمائل، مسلم صفحہ ۲۵۹)

② ابھرے گوشت کی طرح

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مہر نبوت جو دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا ابھرا ہوا گوشت تھا۔ (شمائل، ترمذی، مسند احمد)

③ مٹھی کے ہم شکل

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو دو مونڈھوں کے درمیان بائیں کندھے کے نیچے دیکھا جو مٹھی کی مقدار تھے جس پر تل تھے مثل مسے کے۔

(شمائل، مسلم صفحہ ۲۶۰، ابن سعد)

④ مثل سیب کے

حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی مہر نبوت تھی جو کندھے کے نیچے بازو کے اوپر سیب کے مانند تھی۔ (یعنی چھوٹے سے سیب کی طرح گولائی لئے)۔ (ترمذی، سبل صفحہ ۴۷)

⑤ رسولی کے مثل

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو رسولی کی مانند تھی۔ (رسولی جسم پر کسی مقام میں گوشت ابھر جاتا ہے عموماً یہ گھنڈی کے برابر ہوتا ہے)۔ (ابن سعد)

⑥ بندوق کی گولی

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت مبارک پر مہر نبوت تھی جو گوشت کا بندوق کی گولی کی مانند تھی۔ (ابن حبان)

⑦ نیزے کے خول کی مانند

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں مونڈھے کے جانب نیزے کے خول کے مانند مہر نبوت تھی۔ (طبرانی، ابونعیم، سبل صفحہ۴۶)

نیزے کا خول جس پر نیزہ چڑھایا جاتا گولائی لئے چھوٹا سا ہوتا ہے۔ اسی سے تشبیہ ہے۔

مسہری کی گھنڈی کی مانند

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کی جانب کھڑا تھا۔ میں نے مہر نبوت کی جانب دیکھا جو دو مونڈھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کے مانند تھے۔

(بخاری، مسلم جلد۲ صفحہ۲۵۹)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت سرخ رسولی کے مانند کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ (ابوالحسن، سبل صفحہ۴۹)

اونٹ کی مینگنی

ابوعالم بن بہدلہ نے ابورمثہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اونٹ کی مینگنی کے مانند تھی۔ (دلائل)

فَائِدَہ: بظاہر ان روایتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ الفاظ کی تعبیر کا فرق ہے۔ اسی وجہ سے علامہ القرطبی نے تمام احادیث مذکورہ کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بالاتفاق یہ روایتیں بتاتی ہیں کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت بیضوی شکل کا تھا۔ (فتح الباری)

محل

دونوں مونڈھوں کے درمیان بائیں بازو کے مساوی بائیں کندھے کے نیچے ٹھیک قلب کے مقابل تھا۔ حافظ نے فتح الباری میں اسی طرح سہیلی نے لکھا ہے کہ مہر نبوت بائیں کندھے کے نیچے ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ یہی محل شیطان کے وسوسہ ڈالنے کا ہے۔ اس کی وجہ سے آپ شیاطینی وسوسہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے خدائے تعالیٰ سے یہ پوچھا کہ انسان کو شیطان کس مقام سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ تو دکھایا گیا کہ شیطان مینڈک کی شکل میں ٹھیک دل کے مقابلے

مونڈھے کے نیچے مچھر کے سونڈ کی طرح بیٹھا ہے۔ بائیں کندھے سے لے کر قلب تک مسلط رہتا ہے۔ جب خدا کے ذکر سے غافل پاتا ہے۔ ڈس لیتا ہے۔ (فتح جلد ۶ صفحہ ۴۳۹)

اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو ابو نعیم کی دلائل میں طیالسی کی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شق صدر کے موقعہ پر دل کو زمزم سے دھونے کے بعد میری پیٹھ میں مہر لگا دی۔ جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے قلب میں محسوس کیا۔ (جمع صفحہ ۵۸، فتح جلد ۶ صفحہ ۴۳۸، ابو نعیم صفحہ ۱۷۱)

دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ دائیں مونڈھے کے درمیان تھا جسے ابو نعیم نے ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری نے اسے نقل کر کے رد کرتے ہوئے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بائیں بازو کے مقابل تھا۔

پیدائشی تھی یا بعد میں

ایک قول تو یہ ہے کہ پیدائشی تھی۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے اسی وقت سے یہ تھی۔ چنانچہ ابن عائذ سے علامہ مغلطائی نے یہی قول نقل کیا ہے۔

چنانچہ ابو نعیم کے حوالہ سے ہے جب کہ آپ پیدا ہوئے تو فرشتہ نے سفید ریشمی تھیلی سے ایک مہر نکال کر آپ کے بائیں مونڈھے پر لگا دی۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۵۹)

دوسرا قول ہے کہ بعد میں شق صدر کے موقعہ پر فرشتوں نے بائیں مونڈھے پر مہر نبوت لگا دی۔ جیسا کہ ابھی حدیث عائشہ میں گزرا۔

آپ کی خصوصیت تھی یا عام

شیخ برہان الدین الحلی کا قول ابو صالح دمشقی نے بیان کیا کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ چنانچہ ولادت کے وقت یا شق صدر کے موقعہ پر یہ واقعہ پیش آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ ان امور سے کسی دوسرے نبی کو نہیں نوازا گیا۔

نیز چونکہ اس مہر نبوت سے اشارہ ختم نبوت کی طرف ہے۔ اور یہ آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (سبل صفحہ ۵۰)

دوسرا قول

ہر نبی کو مہر نبوت سے نوازا گیا۔ ہاں مگر یہ کہ تمام کو دائیں ہاتھ میں اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بائیں مونڈھے کے نیچے عطا کیا گیا تھا۔ یہ قول وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ حاکم نے اس کی تخریج کی ہے۔

مہر نبوت سے خوشبو

اکثر روایتوں میں تو صرف اس کی کیفیت اور مقدار کو ذکر کیا گیا ہے۔ خوشبو وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ابن

عسا کرنے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے پیچھے بٹھایا۔تو میں نے آپ کے مہر نبوت کو بوسہ دیا تو اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ ملا علی قاری نے بھی امام بخاری کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس سے مشک کی بو آتی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ۵۹)

بظاہر یہ کوئی خاص بات نہیں۔ مہر نبوت کی کیا خصوصیت آپ کے پورے جسم سے اور پسینہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ ممکن ہے کہ مہر نبوت سے زیادہ اس کا احساس ہوتا ہو۔

وقت وفات محو ہوگئی

یہ مہر نبوت وفات کے وقت اٹھالی گئی تھی۔ چنانچہ ابونعیم اور دلائل میں واقدی کی روایت سے یہ ہے کہ وفات کے بعد لوگوں نے آپ ﷺ کی موت میں شک کیا۔ بعضوں نے کہا ہے آپ پر موت طاری نہیں ہے۔تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے مہر نبوت پر رکھ کر دیکھا تو اسے نہ پایا تو کہا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے مہر نبوت کو اٹھالیا گیا۔ اسی سے آپ کی موت کا یقین ہوا۔

(جمع الوسائل صفحہ۵۹، سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ۵۲)

حاکم نے تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت میں نے مہر نبوت کو دیکھا تو وہ نہیں تھی۔ (سبل الہدیٰ صفحہ۵۲)

مہر نبوت کو رسولی سمجھ کر علاج کا مشورہ

اس مہر نبوت کو جو ابھرے ہوئے گوشت کی شکل میں رسولی کے مانند معلوم ہوتی تھی۔ اس کو بعض دیکھنے والوں نے رسولی جو ایک بیماری ہوتی ہے اس میں گوشت ابھر آتا ہے۔ اور تناسب اعضاء کے اعتبار سے یہ بیماری معلوم ہوتی ہے سمجھ کر اس کے علاج کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے بتا دیا کہ یہ مرض نہیں اللہ کی جانب سے ایک علامت ہے۔

حضرت ابورمثہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد آپ کی خدمت میں گئے تو میرے والد کی نگاہوں نے دونوں مونڈھوں کے درمیان جو رسولی کے مانند گوشت تھا دیکھ لیا۔ تو کہا اے اللہ کے رسول میں لوگوں میں سب سے بڑا طبیب ہوں میں اس کا علاج کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں اسی طبیب نے تو اسے پیدا کیا ہے۔

ابورمثہ کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں گیا میں نے اپنے صاحبزادے سے کہا بیٹے یہ خدا کے نبی ہیں۔ اس نے جب آپ کو (اس علم کے بعد) دیکھا تو خوف زدہ ہوگیا (ادھر انہوں نے آپ کی مہر نبوت دیکھ لی جس کو ابھرا ہوا گوشت سمجھا) جب میں واپس آنے لگا تو میں نے

کہا ہم لوگ خاندانی طبیب ہیں۔ ہمارے والد بھی ایام جاہلیت کے مشہور ومعروف طبیب تھے۔ آپ اجازت دیجئے آپ کے مونڈھے کے درمیان جو رسولی ہے۔ اسے دبا دوں خدائے پاک اپنے نبی کو شفا دے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کا کوئی طبیب نہیں سوائے اللہ کے۔ چنانچہ وہ کبوتری کے انڈے کے برابر تھا۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: یعنی آپ ﷺ نے ان پر یہ ظاہر کیا کہ یہ مرض کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ پاک نے مصلحت وحکمت کی وجہ سے اسے بنایا ہے۔ یعنی علامت نبوت ہے۔ اس لئے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔

مہر نبوت پر کیا لکھا تھا

مہر نبوت کی ثبوت کے متعلق تو روایت بکثرت ہیں۔ جو تواتر معنوی کے درجہ یا مشہور کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔ مگر مہر نبوت پر کچھ لکھا تھا یا نہیں یا کیا لکھا تھا۔ اس کے متعلق کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ تاہم اس پر کچھ مکتوب تھا روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ اس پر مکتوب کے متعلق متعدد اقوال ملتے ہیں:

❶ ملا علی قاری نے ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵۹)

ابن عساکر نے اور حاکم نے تاریخ نیشا پور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اس پر گوشت سے محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ (خصائص کبریٰ صفحہ، حاشیہ دلائل النبوۃ صفحہ ۲۶۰، سبل)

❷ ابن دحیہ نے کتاب التنویر میں ذکر کیا ہے کہ مہر نبوت کے اندرونی حصہ پر اللہ وحدہ، اور اوپری حصہ پر، **"توجه حيث شئت فانك منصور"** لکھا تھا۔ (حاشیہ دلائل النبوۃ صفحہ ۲۶۰)

محدث ابونعیم نے بھی سلمان سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ پر **"اللّٰه وحده لا شريك لهٗ محمد رسول اللّٰه"** لکھا تھا۔ اور اوپری حصہ پر **"توجه حيث شئت فانك منصور"** لکھا تھا ابن حدیہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰)

❸ حکیم ترمذی نے ذکر کیا کہ اس پر **"اللّٰه وحده لا شريك له"** لکھا تھا۔ ابن دحیہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ (شمائل ابن کثیر صفحہ ۵۱)

❹ ابوالدحاج الدمشقی نے لکھا کہ اس کے سطر اول میں **"لا اله الا اللّٰه"** اور دوسری لائن میں **"محمد رسول اللّٰه"** لکھا تھا۔ موردالظمان میں اس کو باطل قرار دیا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸)

❺ ملا علی القاری نے ایک قول یہ لکھا کہ اس پر **"سر فانك المنصور"** لکھا تھا۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۵۹)

تحقیق

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ان تمام اقوال کی تردید کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ اس سلسلے کی وہ تمام روایتیں جس میں مہر نبوت کے پچھنے کے داغ کی طرح ہونے کا، یا سبز سیاہ نشان ہونے کا ذکر ہے (جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے) یا اس پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" یا "سر فانك المنصور" لکھنے کا ذکر ہے کوئی ثابت نہیں۔ حافظ کے اسی قول کو علامہ مناوی شرح شمائل میں ملا علی قاری نے جمع الوسائل میں ابو صالح دمشقی نے سبل الہدیٰ میں نقل کیا ہے اور کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے حافظ کی تحقیق کو معتبر قرار دیتے ہوئے اس قسم کی تمام روایتوں کو واہی غیر ثابت تسلیم کیا ہے۔ اور محدث ابن حبان نے الصحیح میں جو "محمد رسول اللّٰہ" کے مکتوب ہونے کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ اسے بعض لوگوں نے مستند سمجھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابن حبان پر بھی رد کیا ہے کہ ان سے غفلت اور چوک ہوگئی ہے کہ انہوں نے غیر ثابت روایت کو صحیح میں ذکر کر دیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۳۹، جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۵۹، سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱)

خون مبارک

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے آپ پچھنہ لگا رہے تھے جب اس سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ اس خون کو لے جاؤ اور ایسی جگہ ڈال آؤ جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ چنانچہ وہ آپ کی نظر سے ہٹے اور اس خون کو پی لیا۔ واپس آئے تو آپ نے پوچھا اے عبداللہ! خون کو کیا کیا۔ کہا میں نے اسے سب سے زیادہ مخفی مکان میں ڈال دیا جس سے زیادہ مخفی مکان میرے علم میں نہیں (یعنی پیٹ میں) آپ نے فرمایا شاید تم نے پی لیا۔ کہا ہاں۔ (مجمع ۲۷۰، مطالب عالیہ ۲۱)

فائدہ: چنانچہ حضرت عبداللہ کو بڑی قوت و طاقت ہوگئی تھی۔ حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ قوت اسی خون پینے کی وجہ سے تھی۔ (مطالب عالیہ)

حضرت سفینہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگایا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اس خون کو دفن کر دو۔ چنانچہ وہ گئے۔ پھر آئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے اسے پی لیا۔ چنانچہ آپ نے مسکرا دیا۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۱، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک سے جب خون احد کے موقع پر بہہ پڑا تو میرے والد سنان نے اسے چوس لیا۔ لوگوں نے کہا ارے تم خون پی رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی رہا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا خون تمہارے خون میں مخلوط ہوگیا۔ تمہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پاک تھا۔ محدثین وائمہ مجتہدین نے آپ کے خون مبارک کو پاک طاہر اور عام انسانوں سے الگ قرار دیا ہے۔ مطالب عالیہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے "طہارۃ دم" کا باب قائم کر کے صراحۃً اس کی پاکی ظاہر کی ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آپ کا خون پی لیا تھا۔ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، ابوطیبہ اور غلام قریش ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۳۵)

اسی طرح مالک بن سنان اور آپ کے خادم حضرت سفینہ نے جس کا ذکر اوپر گزرا۔ خون مبارک پیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات جس میں خون داخل ہے۔ محقق قول کے اعتبار سے پاک ہے۔ حافظ ابن حجر کے علاوہ عینی نے بھی اسے الیق بالطہارۃ قرار دیا ہے۔ جس سے اس کا پاک ہونا بالکل محقق اور واضح ہے۔

"پاخانہ" و "پیشاب" مبارک کا بیان

پاخانہ بھی خوشبودار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو کچھ نہ دیکھا جاتا۔ ہاں البتہ خوشبو کی مہک پاتی۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے اجسام (پیغمبروں کے اجسام) اہل جنت کی روحوں سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس وجہ سے جو چیز نکلتی ہے زمین نگل لیتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو بیہقی نے موضوعات میں قرار دیا ہے مگر سیوطی نے اس کے متعدد طرق کو دوسری روایت سے ثابت کر کے معتبر قرار دیا ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۷۰)

ابونعیم کے حوالہ سے سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ جب آپ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا سوائے مشک کی خوشبو کے۔

(خصائص جلد ا صفحہ ۷۰)

زمین آپ کے پاخانہ کو نگل لیتی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم حضرات انبیاء سے (جو پاخانہ وغیرہ) نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے، کچھ نظر نہیں آتا۔ (خصائص، ابونعیم صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: زمین کراماً واحتراماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاخانہ کو نگل لیتی کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو کچھ نظر نہ آتا، ہاں مگر یہ کہ خوشبو کی مہک مجھے محسوس ہوتی۔ اگر کچھ نکلتا تو زمین اسے نگل لیتی ہے۔ میں نے اس کا ذکر آپ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ ہمارے (انبیاء کرام کے) اجسام جنت کی روحوں سے پیدا ہوتے ہیں جو کچھ نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۳۵، معارف السنن۔ جلد ا صفحہ ۹۷، سعد، بیہقی، دار قطنی، حاکم)

حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوئے۔ گھر کی جانب مٹی کا ایک گھڑا تھا اس میں پیشاب کیا۔ میں رات میں اٹھی۔ مجھے پیاس لگ رہی تھی، مجھے پتہ نہیں تھا (نہ مجھے احساس ہوا) میں

نے پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھے کہا اے ام ایمن کھڑی ہو اس برتن میں پیشاب ہے اسے باہر ڈال آؤ۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اسے پی لیا۔ آپ اتنا مسکرائے کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔ (دلائل ابونعیم صفحہ ۳۸۱، مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲، مجمع صفحہ ۲۷۱)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو رات میں پیشاب لگتا تو لکڑی کے پیالے میں (جو رکھ دیا جاتا تھا) پیشاب فرماتے تھے۔ جسے بستر کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ (چنانچہ آپ نے پیشاب کر کے رکھ دیا تھا) آپ نے معلوم کیا اس برتن میں کچھ نہیں ہے (پیشاب کیا تھا ہونا چاہئے) تو ایک عورت نے جس کا نام برکت تھا ام حبیبہ کی خادمہ تھی، حبشہ سے آئی تھی۔ تو کہا پیشاب کہاں تھا (وہ تو پانی تھا) میں نے پی لیا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ کبھی بیمار نہ ہوئی۔ ہاں موت کے وقت بیمار ہوئی جس میں انتقال کر گئی۔ (خصائص کبریٰ ۱/۷۱، جمع الوسائل صفحہ ۳)

یعنی آپ ﷺ کے پیشاب مبارک میں بو نہیں ہوتی تھی، اسی وجہ سے تو خادمہ نے پانی سمجھ کر پی لیا اور احساس تک نہ ہوا اور پوچھنے پر کہنے لگی پیشاب کہاں تھا وہ تو پانی تھا۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے آپ کے پیشاب یا پاخانہ کو پاک و طاہر تسلیم کیا ہے۔ اور دیگر علماء حسب القاعدہ نجس کی طرف گئے ہیں۔

آپ ﷺ کے بول براز کی پاکی کے متعلق تحقیق

آپ ﷺ کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی چیزیں مثلاً خون پیشاب اور پاخانہ بیشتر حضرات بلکہ جمہور علماء کرام نے پاک مانا ہے۔

بعض اہل علم حضرات نے زعم اور قیاس کی بنیاد پر پاکی سے انکار کرتے ہوئے ناپاک ہونا ذکر کیا ہے۔ اس لئے پاکی کے سلسلے میں محققین علماء کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

تاکہ قیاس کے بجائے دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ یہ قول کوئی شاذ وغیر محقق نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اور دیگر جلیل القدر ائمہ کے اقوال اور بعض کی رائے میں یہ مجمع علیہ قول ہے۔

قاضی عیاض مالکی شرح شفا میں لکھتے ہیں:

"قال ابوبکر عربی بول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحوہ طاہر، وھو احد قولی الشافعی وقال النووی فی الروضۃ ان بولہ ودمہ وسائر فضلاتہ طاہرۃ علی احد الوجھین" (صفحہ ۱۶۰)

مزید قاضی عیاض مالکی اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پیٹ میں درد نہ ہوگا۔ نیز آپ نے دوبارہ منع نہیں فرمایا اگر ناپاک ہوتا تو آپ ضرور منع فرماتے۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں ذکر کرتے ہیں:

"وقال القاصی حسین الاصح القول الطهارة الحميع واحتاره کثیر من المتاخرين ...... ثم وقع فی فقه الشافعية ايضاً ان حکم فضلات الانبیاء عليهم الصلاة کذلك طاهرة" (جلد اصفحہ ۱۶۳)

دیکھئے طہارت کے قول کو الاصح قرار دے رہے ہیں۔ علامہ خفاجی اس کی وجہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (شق صدر کے موقع پر) آپ کے پیٹ مبارک کو (جو اس کا ظرف ہے) دھو دیا تھا اور پاک کر دیا تھا۔ یعنی اس تطہیر جوف کی وجہ سے اس کے تمام فضلات پاک ہو گئے۔ (جلد اصفحہ ۳۵۴)

ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت عام انسانوں کو نصیب نہیں۔ لہٰذا انسانی فضلات پر قیاس کرتے ہوئے اسے ناپاک قرار دینا تحقیق کے خلاف ہوگا۔

علامہ یوسف البنوری "معارف السنن" میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"وقد صرح اهل المذاهب الاربعة بطهارة فضلات الانبياء ومن الشافعية ابن حجر فی التلخيص الحبير ومن الحنفية ابن عابدين فی ردالمحتار وعز القسطلانی الی البدر العيني انه قال وبه قال ابوحنيفة" (جلد اصفحہ ۹۸)

دیکھئے ائمہ اربعہ اس کی طہارت کے قائل اور قسطلانی اور علامہ عینی کی نقل اور تحقیق کے مطابق یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ پھر تو متبعین احناف کے لئے قیاس کرنے اور غیر طاہر کی گنجائش نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض علماء احناف نے جو ناپاک ہونا راجح قرار دیا ہے ان کو امام صاحب کا قول معلوم نہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین الحنفی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"وقال بعض شراح البخاری فی بوله ودمه وجهان الاليق الطهارة وذكر القاضی حسين فی العذرة وجهين" (جلد اصفحہ ۳۵)

علامہ عینی کی بھی رائے طہارت کی ہے۔ اسی وجہ سے امام غزالی کے قول نجاست پر شدید رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "یا للغزالی من هفوات" پھر پاکی کے دلائل احادیث سے ثابت کیا ہے۔ پھر جو لوگ عام فضلات پر قیاس کرتے ہوئے غیر طاہر کے قائل ہوئے ہیں۔ ان پر شدت سے رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کو غیر انبیاء عامۃ الناس پر ہرگز قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے نہ ہمارا ایسا عقیدہ اور اصل ہے۔ دیکھئے علامہ عینی کی عبارت:

"قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساوين للنبی عليه الصلٰوة والسلام

ولا يقول بذلك الاجاهل غبى واين مرتبة من مراتب الناس ولا يلزم ان يكون دليل الحصوص بالنقل دائماً والعقل لهٗ مدخل فى تميز النبى عليه الصلٰوة والسلام من عبره فى مثل هذه الاشياء وانا اعنقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالوا غير ذلك فاذنى عنه صماء" (جلد۳صفحہ۳۵)

علامہ عینی اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی تحقیق کو سننے کیلئے اپنے کان کو بہرا قرار دیتے ہیں۔

علامہ شامی ردالمحتار میں اس کی طہارت کے متعلق لکھتے ہیں:

"صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى اللّٰه عليه وسلم وسائر فصلاته وبه قال ابوحنيفه كما نقله فى المواهب اللدنية عن شرح البخارى للعينى. وصرح به البيرى فى شرح الاشباه وقال الحافظ بن حجر تظاهرت الادلة على ذلك. وعدالائمة ذلك من صلى اللّٰه عليه وسلم ..... لملا على القارى انه قال اختاره كثير من اصحابنا" (جلد۱صفحہ۲۱۸)

دیکھئے علامہ شامی بھی امام اعظم اور "کثیر من اصحابنا" کا قول پاکی کا نقل کر رہے ہیں۔

ملا علی قاری جمع الوسائل میں ذکر کرتے ہیں:

"قال ابن حجر وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته صلى اللّٰه عليه وسلم وهو المختار وفاقاً فالجمع من المتأخرين فقد تكاثرت الادلة عليه وعده الائمة من خصائصه" (جلد۲صفحہ۳)

دیکھئے ملا علی قاری جمع "من ائمتنا المتقدمين" وغیرہم کا قول طہارت کے متعلق لکھتے ہیں۔ پھر اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وقيل سببه شق جوفه الشريف وغسل باطنه صلى اللّٰه عليه وسلم" یعنی آپ ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے جوف مبارک کوشق کر کے دھویا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دولت اور کسی کو حاصل نہیں۔ لہٰذا آپ کے فضلات عام جنس انسانی فضلات پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

خلاصہ

ماقبل کی ان عبارتوں سے معلوم ہوگیا کہ ائمہ اربعہ۔ متقدمین اور متاخرین کا ایک جم غفیر اور اقوال میں سے "الاصح" قول آپ کے فضلات کی پاکی کا ہے۔ لہٰذا پاکی کا قول ایک محقق اور جمہور کا قول ہوا۔ اس کے خلاف ناپاک قرار دینا درست نہ ہوگا۔

مختون پیدا ہوئے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میرے رب کی نوازشوں میں سے یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا ہوں۔ اور یہ کہ کسی نے میری شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۵۳، مجمع صفحہ ۲۲۴، طبرانی، ابونعیم صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابن عباس نے حضرت عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ختنہ شدہ خوش و خرم (روتے ہوئے نہیں ہوئے جیسا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے، تو روتا ہوا ہوتا ہے) پیدا ہوئے۔ (ابونعیم صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہنستے ہوئے ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت نے جس میں طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، ابن سعد، ابن عدی وغیرہ نے تخریج کی ہے جس کی سندوں کو اہل تحقیق نے جید قرار دیا ہے۔ محققین کی ایک جماعت نے آپ کے غیر مختون پیدا ہونے پر جزم ویقین پیش کیا ہے۔ جس میں ابن حبیب، ابن جوزی، حاکم، ہشام بن محمد، ابن درید وغیرہ سرفہرست ہیں۔ حاکم نیشا پوری نے بیان کیا کہ آپ کے مختون ہونے کی خبریں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

البتہ شمس الدین ذہبی اس کے خلاف ہیں۔ وہ اس کے قائل ہیں کہ عرف کے مطابق آپ کے دادا نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ختنہ کیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

البتہ ایک دوسری روایت ابوبکر سے موقوفاً مروی ہے کہ جس وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دھویا گیا اسی وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے آپ کا ختنہ کر دیا تھا۔ (ابونعیم صفحہ ۱۱۱، مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۴)

لیکن پہلی روایت ارباب تحقیق کے نزدیک راجح ہے۔ ابوصالح دمشقی نے ذکر کیا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ (سبل جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

ابن جوزی اور ابن درید نے نقل کیا ہے حضرات انبیاء کرام میں تیرہ نبی مختون پیدا ہوئے۔ جن میں دس متفق علیہ یہ ہیں۔ حضرت آدم، شیث، نوح، لوط، یوسف، شعیب، موسیٰ، سلیمان، عیسیٰ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (سبل جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

قوت وشجاعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سنجیدہ، سخی اور بہادر باہمت تھے۔ (دارمی، سبل صفحہ ۴۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں پر قوت وشجاعت کے اعتبار سے فوقیت دی گئی تھی۔ (دلائل النبوۃ جلد ۵ صفحہ ۴۷۵، ہدایہ صفحہ ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار چیزوں پر فوقیت دی گئی تھی جس میں سخاوت اور شجاعت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ بدر کے موقع پر سب سے زیادہ قریب دشمن سے آپ تھے۔ اور اس دن لوگوں میں آپ سب سے زیادہ بہادر اور باہمت تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں بہادر، خوبصورت اور سخی تھے۔ چنانچہ ایک رات اہل مدینہ، بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے۔ چنانچہ آپ (تنہا) اس آواز کی طرف گئے (جس طرف سے لوگ خوف زدہ ہورہے تھے) آپ لوگوں میں پہلے جا کر (خبر لائے اور) فرمایا خوف مت کرو۔ (کوئی خوف کی بات نہیں)۔

اس وقت آپ ننگی تلوار زمین میں لٹکائے بلا زین کے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ چنانچہ لوگ بھی کہنے لگے مت ڈرو۔ (کوئی خوف کی بات نہیں)۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲، ابن سعد صفحہ ۳۷۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معرکہ بدر میں ہم تمام لوگوں سے آپ دشمن کے قریب تھے۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر بہت زیادہ سخت تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب معرکہ میں جنگ تیز ہو جاتی اور ایک کا دوسرے سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو ہم سب آپ کے سہارے رہتے تھے اور ہم سے کوئی دشمن کے اتنا قریب نہ ہوتا تھا جتنا کہ آپ ہوتے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

حضرت براء کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم گفتگو کرنے والے تھے جب لوگوں کو جنگ کا حکم دیتے تو خود کمر کس کر آگے بڑھتے۔ (شرح احیاء جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آگے بڑھا کر آپ پیچھے نہ رہتے تھے بلکہ سب سے آگے رہ کر سپہ سالاری کرتے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو خندق کی کھدائی کا حکم دیا۔ تو ایک بڑی سخت چٹان نکل آئی۔ جس میں پھاوڑا کام ہی نہیں کر رہا تھا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کپڑا سونارا، پھاوڑا لیا اور بسم اللہ کہہ کر مارا۔ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ پھر دوبارہ مارا دوسری تہائی بھی ٹوٹ گئی۔ پھر تیسری مرتبہ مارا پوری چٹان پاش پاش ہوگئی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۴۷)

فائدہ: صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی پھاوڑا مارا کہ بالکل وہ ریت کی طرح چور چور ہو کر پھیل گئی۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۸۸)

فائدہ: اس واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا شجاع و بہادری کا علم ہوتا ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی واقعہ منقول ہے کہ ایک رات اہل مدینہ خوفزدہ ہوئے۔ کچھ (دشمن وغیرہ کی) آواز محسوس ہوئی۔ تو تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر بلا زین کے سوار گردن میں تلوار لٹکا کر نکلے۔ (اور جائزہ لے کر) اعلان فرما دیا کوئی خوف نہیں کوئی خوف نہیں۔ پھر آپ نے (گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے) فرمایا گھوڑے کو مثل سمندر پایا۔ (یعنی سبک رفتاری میں)۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲، بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: بخاری میں یہ واقعہ متعدد جگہ ہے۔

حضرت براء سے قبیلہ قیس کے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تم لوگ جنگ حنین کے موقع پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرار ہوگئے تھے۔ (یعنی معرکہ جنگ میں) انہوں نے کہا ہاں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہٹے تھے۔ (اپنی جگہ پر میدان جنگ میں جمے تھے) ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان آپ کی لگام کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ فرما رہے تھے۔ "انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب" میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (ابن ابی شیبہ، سبل صفحہ ۴۶، شمائل ترمذی)

فائدہ: حنین کے موقعہ پر جب ہوازن کے تیر بے تحاشا برسنے لگے۔ جو حضرات صحابہ معرکہ جنگ سے اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے ایسے موقعہ پر آپ معرکہ میں مضبوطی سے ایک کمزور خچر پر جم کر مقابلہ کرتے رہے یہ آپ کی انتہائی درجہ شجاعت اور بلند ہمت کی بات تھی۔

رکانہ پہلوان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مقام بطحاء میں تھے، کہ یزید

رکانہ یا رکانہ (مشہور پہلوان) آیا۔ اس کے پاس نیزہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو (چیلنج کرتے ہوئے) کہا تم مجھ کو پچھاڑ دو گے۔ آپ نے فرمایا پچھاڑ دوں گا تو کیا انعام دو گے۔ اس نے کہا ریوڑ سے بکری۔ چنانچہ کشتی ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ ایک بکری لے لی۔ رکانہ نے کہا اب کی دوبارہ پچھاڑ دو۔ آپ نے فرمایا کیا انعام۔ دوبارہ اس نے یہی کہا چنانچہ کشتی ہوئی آپ نے پھر پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا خدا کی قسم آج تک زمین پر ہماری پیٹھ نہیں لگی تھی۔ آپ نے اس کی بکریاں واپس فرما دیں۔

(ابونعیم صفحہ ۳۳۷، دلائل النبوۃ جلد ۶ صفحہ ۲۵۰، مراسیل ابوداؤد صفحہ ۱۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸)

فائدہ: رکانہ بڑا بہادر جری القتل مشہور شخص تھا۔ مقابلہ اور کشتی وغیر میں وہ کبھی ہارا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اسے چت کر دیا۔ ایک مشہور پہلوان کا چت کر دینا وہ بھی ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ یہ آپ کے کمال شجاعت پر دال ہے۔ محدثین اور اصحاب سیر نے اسے آپ کا معجزہ قرار دیا ہے۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر بہادری کی طاقت اور جماع کی قوت دی گئی تھی۔ (شرح احیاء جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

مقابل میں نہ تھا کوئی دلیری اور شجاعت میں
برابر تیس یا چالیس مردوں کے تھے طاقت میں
رکانہ پہلوان ملک عرب کا رستم اعظم
کیا اس نے یہ شرط اسلام لے آنے کی مستحکم
میں لے آؤں گا ایمان تم سے کشتی میں اگر ہارا
رسول اللہ نے پکڑا اٹھایا اور دے مارا

(کوثر زمزم صفحہ ۵۸)

قوت مردمی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چالیس مرد کی قوت دی گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۷۰، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

مجاہد اور طاؤس سے منقول ہے کہ آپ کو عورتوں کے اعتبار سے چالیس مرد کی قوت دی گئی۔

(ابن سعید جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

مجاہد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کو جنتی مرد کے اعتبار سے چالیس مردوں کی قوت سے نوازا گیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو بتیس مرد

کے برابر قوت دی گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چار چیزوں سے نوازا گیا جس سے دوسرے نہیں نوازے گئے۔

سخاوت۔ شجاعت۔ قوت مردمی۔ اور طاقت۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۷۰)

صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک ہانڈی لے کر آئے۔ میں نے اسے کھایا۔ تو چالیس مردوں کے برابر قوت مردمی ہوگئی۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۶۹، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۴)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر تمام خَلقی اور خُلقی اوصاف میں دوسرے تمام انسانوں سے فائق تھے۔ اسی طرح قوت مردی میں بھی آپ کو فوقیت دی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس مرد کی طاقت رکھتے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے کس قدر نفس کو دبایا صبر وتحمل سے کام لیا۔ اور نو ہی بیویوں پر اکتفا کیا جو یقیناً ایک مجاہدہ نفس کی بات ہے متعدد بیویوں کے ہونے پر اعتراض کرنے والے ان روایتوں کو سامنے رکھیں تو ان کا اعتراض دور ہوسکتا ہے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰، اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا میں نے پورے عرب کا چکر لگایا ہے۔ ان کی فصاحت و بلاغت کو سنا ہے۔ مگر آپ جیسا فصیح میں نے کسی کو نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ مجھے میرے رب نے سکھایا اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں (جو فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھا) ہوئی۔

ابراہیم تیمی نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کون سی چیز مجھے فصاحت سے روکتی قرآن میری زبان میں نازل ہوا۔ جو خالص فصیح عربی ہے میں قریش میں پیدا ہوا (جو افصح العرب ہے) اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۹۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ متعدد اسباب فصاحت و بلاغت پائے گئے۔ قریش جو عرب میں سب سے فصیح تھے اس میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر جس کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل تھی اس میں آپ کی پرورش ہوئی۔ پھر قرآن پاک جو فصاحت و بلاغت کے اعجازی مرتبہ پر فائز آپ پر نازل ہوا۔ تو بھلا آپ کیوں نہ فصیح ہوتے۔ اور آپ سے زیادہ کون فصیح و بلیغ ہوتا۔

حضرت عمر بن الخطاب نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا آپ اس قدر فصیح و بلیغ کیسے ہیں۔ جب کہ آپ ہمارے درمیان سے کبھی نکلے بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان مٹ گئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے میں نے اسے محفوظ کر لیا۔

فائدہ: یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان فصیح و بلیغ تھی۔ ان کے بعد قوموں کے خلط سے مٹ گئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ یہ زبان آپ نے سیکھ لی۔ جس کی وجہ سے آپ تمام عرب میں فصیح و بلیغ ہوئے۔ اور آپ کے فصاحت آمیز کلمات احادیث کی کتابوں میں بھرے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "انا النبی لا کذب ابن عبدالمطلب" میں خالص عرب ہوں۔ (یعنی ہمارے قبیلہ میں غیروں کی آمیزش نہیں ہوئی) میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔ پس کیوں نہیں فصاحت اور خوش نمائی آئے گی۔ (سبل صفحہ ۹۹)

برہ بنت عامر ثقفیہ کہتی ہیں کہ آپ جیسا فصیح و بلیغ عرب نے ماضی میں نہیں پیدا کیا اور نہ آئندہ ایسا فصیح و بلیغ پیدا ہوسکتا ہے۔ جب آپ کلام فرماتے۔ تو بڑے بڑے فصیح کو عاجز فرما دیتے۔ بلیغ فصیح خطیب کو گونگا بنا دیتے۔

یعنی آپ کی فصاحت آمیز کلام سے وہ ساکت اور حیرت سے خاموش ہو جاتا۔ (سبل صفحہ ۹۹)

ایک موقعہ پر قبیلہ نہد سے آپ فصیح و بلیغ گفتگو کر رہے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی گفتگو کو سنا تو کہا۔ اے اللہ کے رسول ہم ایک ہی خاندان سے ہیں (ایک ہی دادا کی اولاد ہیں) پھر آپ کو وفود عرب کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے دیکھتے جو ہم (باوجود اہل زبان ہو کر) سمجھ نہیں پاتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے سکھلایا اور خوب سکھلایا۔

اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی (جس کی وجہ سے میں تم لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتا ہوں)۔ (کشف الخفا، سبل جلد ۲ صفحہ ۹۳)

ابن ابی الدنیا میں مرسلاً یہ منقول ہے کہ ایک بادیہ نشین نے آپ سے کہا۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

ہر قبیلہ والوں کے ساتھ انہیں کی زبان میں گفتگو

قاضی عیاض مالکی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا۔ آپ ﷺ تمام زبان عرب سے واقف تھے۔ ہر قوم سے اسی کی زبان و لغت میں گفتگو فرما لیتے تھے۔

فَائِدَہ: یہ آپ ﷺ کا اعجازی پہلو تھا اور آپ کی خصوصیت تھی کہ باوجودیکہ آپ قریشی اور بنو سعد کی لغت میں پرورش پائی تھی۔ مگر زبان تمام قبائل عرب کی جانتے تھے۔ جو شخص جس زبان میں آپ سے سوال کرتا اسی زبان میں آپ ﷺ جواب دیتے۔

اہل جنت کی زبان آپ کی زبان

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اہل جنت آپ ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔

(حاکم، جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۸)

فَائِدَہ: چونکہ تمام زبانوں میں عربی کو فوقیت حاصل ہے۔ پھر عرب کے قبائلی زبان میں قریش کو افضلیت حاصل ہے۔ کیوں نہیں کہ خدا کا کلام اسی مقدس لغت پر نازل ہوا۔

لوح محفوظ میں اسی زبان میں کلام الٰہی محفوظ ہے۔ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ اہل جنت کی زبان

سریانی ہوگی۔ مگر حدیث پاک میں اہل جنت کی زبان عربی ہونے کا ذکر ہے۔ اس لئے بلا تاویل کے یہی صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اہل عرب سے تین وجہ سے محبت کرو۔ میں عربی ہوں۔ کلام الٰہی عربی ہے۔ جنت کی زبان عربی ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

احیاء العلوم میں ہے کہ اہل جنت نبی پاک ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

جوامع الکلم تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کو جوامع الکلم سے نوازا گیا تھا۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جوامع الکلم سے گفتگو فرماتے تھے۔ جس میں نہ کوئی بات زائد ہوتی تھی نہ کم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۱۱۳)

فائدۃ: حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جامع گفتگو سے نوازا تھا۔ آپ کا کلام نہایت ہی جامع ہوتا تھا۔ مختصر الفاظ کے ساتھ معنی کی خوبیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔ آپ کا بول مختصر ہوتا تھا مگر معانی اس میں بہت ہوتے تھے۔ سلیمان بن عبداللہ نوفلی نے ذکر کیا کہ بول اور کلمہ الفاظ کم ہوتے اور معانی بہت ہوتے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

خشیت و بکاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے، ساتھ سو گئے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ رات اپنے رب کے ساتھ گزاروں۔ چنانچہ کھڑے ہوئے (نماز پڑھنے لگے) قرآن پڑھتے تھے اور خوب روتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آنسو بہتے بہتے کمر تک پہنچ چکے تھے۔ پھر آپ دائیں کروٹ لیٹ گئے۔ دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آنسو سے زمین تر ہوگئی ہے۔ پھر حضرت بلال آئے۔ نماز کی اطلاع دی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے (تسلی دیتے ہوئے کہا) آپ رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ کو خدا نے معاف کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور پھر فرمایا میں کیوں نہ روؤں کہ اللہ تعالیٰ نے رات ہی یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ "ان فی خلق السموات والارض ...... وقنا عذاب النار" تک ہلاکت ہے ان پر جو آیتوں کو پڑھے اور تفکر و تدبر نہ کرے۔ (ابوشیخ، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۷)

فائدہ: آہ بکا ڈرنا رونا۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی خصلت ہے۔ جو جتنا ہی زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اسی قدر خشیت وخوف کا حامل ہوتا ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کا ذکر کیا جاتا تو قیامت کو یاد کر کے اس قدر چیخ مار کر روتے جیسے گائے ڈکارتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی بیشتر یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ خوف خدا سے چیخ کر روتے ہیں۔ (مناوی صفحہ ۱۱۷)

علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ آہ بکا کی حالت اس وقت پیدا ہوتی تھی جب کہ خدا کی صفات جمالیہ اور جلالیہ دونوں کا اکٹھے ظہور ہوتا۔ ورنہ تو اگر جلالیہ کا غلبہ تنہا ہوتو کوئی انسان اس کے برداشت وتحمل کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ اور جب آپ پر صفات جمالیہ کا ظہور ہوتا تو فرحت اور خوشی کی کیفیت نمایاں ہوتی تھی۔ (شرح مناوی صفحہ ۱۱۶)

اللہ کے برگزیدہ بندوں کو بھی یہی دونوں احوال پیش آتے ہیں۔

ابن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آ رہی ہے۔ جیسے چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے جیسے ہانڈی کے جوش مارنے کی آتی ہے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۵۷، ابوداؤد، صفحہ ۱۳۰، شمائل ترمذی صفحہ ۲۱)

فائدہ: یعنی آپ خوف خدا سے سسک سسک کر رو رہے تھے۔ بکا وخشیت جو عبدیت کے صفات میں سے اعلیٰ

ترین صفت ہے۔ جو قلب خاشع کا اثر ہے۔ جس کی آپ نے دعا مانگی ہے۔ اور قلب میں خشیت نہ ہونے سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ "اللھم انی اسئلك قلبا خاشعا" اے اللہ خشیت والا دل عطا فرما۔ اور "اعوذ بك من قلب لا تخشع" نہ ڈرنے والے دل سے پناہ مانگتا ہوں آپ کی دعا میں سے ہے۔

آپ کا یہ رونا خوف اور جلال خداوندی کی وجہ سے تھا۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہ رونا آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا کہ ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سینے سے رونے کے گھٹن کی، ہانڈی کے جوش مارنے کے مثل ایسی آواز سنائی دیتی جو ایک میل کی مسافت سے سنائی دیتی تھی۔

(شرح مناوی صفحہ ۱۱۶)

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو خدا نے کمال خوف وخشیت سے نوازا تھا۔ اسی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا بھی ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ خدا کی مغفرت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری)

اور آپ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زائد ہو جائے۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء" اہل علم ومعرفت بندے ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۶)

کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

نمازوں میں وہ ضبط گریہ اشک غم کے پینے سے
نکلتی تھی صدا پکتی ہوئی ہانڈی کی سینے سے

تلاوت قرآن کے موقعہ پر رونا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ پر قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ اپنے غیر سے قرآن سنوں۔ تو میں نے سورہ نساء پڑھی اور جب "وجئنا بك علی ہؤلاء شہیدا" پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے دونوں آنکھوں سے آنسو کے قطار بہہ رہے ہیں۔ (شمائل، بخاری صفحہ ۷۵۵، مسلم ابوداؤد)

بخاری میں ہے کہ اس آیت پر جب ابن مسعود پہنچے تو آپ نے فرمایا بس کرو۔ یعنی دل پھٹا جا رہا ہے جس کی بنیاد پر آپ نے یہ فرمایا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ اس قدر رو رہے تھے کہ آپ کی داڑھی مبارک اور دونوں گال مبارک تر تھے۔ (جمع صفحہ ۱۱۷)

خیال رہے کہ کبھی خود سے پڑھنے سے وہ خشوع اور کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے کی والہانہ مخلصانہ آواز

سے ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ اپنے اصحاب سے فرمائش کر کے قرآن پاک سنتے اور محظوظ ہوتے۔ چنانچہ پڑھنے کے علاوہ دوسرے سے سننا بھی مسنون ہے۔ جس کا تعلق ذوق اور انشراح سے ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنے یا کسی سے سننے کے وقت خشیت و بکا کا طاری ہونا اور رونا مطلوب اور باعث فضیلت ہے۔ معرفت اور احسان کی علامت ہے۔ گویا کہ کلام سے متکلم کا استحضار ہو رہا ہے۔ جو عارفین کی شان ہے۔

ابن بطال کے حوالہ سے ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر ہے کہ لوگ پریشان ہوں گے اور حضرات انبیاء کرام سے تبلیغ امت پر گواہی طلب کی جائے گی۔ (صفحہ ۱۱۸)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت فرماتے "یوم نبعث من کل امة شهیدا" تو آپ کی آنکھ مبارک سے آنسو جاری ہو جاتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۷)

فَائِدَہ: تلاوت قرآن کے وقت خصوصاً ان آیتوں پر جس میں جزا سزا وعید عذاب اور قیامت و جہنم کے خوفناک امور کا ذکر ہے رونا یا روتا چہرہ بنالینا آداب تلاوت میں ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ اور تلاوت کے وقت رونا عارفین کی علامت اور صالحین بندوں کی عادت ہے۔ (الاذکار صفحہ ۹۰)

حمران بن عین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا "ان لدینا انکالاً وجحیماً وطعاماً ذاعصة" **تَرجَمَہ:** "ہمارے پاس آنکڑے ہیں آگ کا عذاب ہے۔ خاردار کھانے اور دردناک عذاب ہے۔" تو آپ چیخ پڑے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے تھے دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۵۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ انہوں نے دو مقام حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کی تھی۔ معرکہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے وفات پانے والوں میں تھے۔ بڑے عابد زاہد صحابہ میں تھے۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۲۳، مرقات)

ابن جوزی کی کتاب الوفاء کے حوالہ سے شارح شمائل نے بیان کیا ہے کہ آپ بہت روئے اور آپ نے کپڑا ہٹا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔ اور جب چار پائی اٹھائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہو تمہیں اے عثمان نہ تم دنیا میں لگے نہ دنیا تم میں لگی۔ (انہوں نے بڑے زہد کی زندگی گزاری اسی کی طرف اشارہ

ہے)۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۴۳)

خیال رہے کہ یہ رونا آپ کا غایت درجہ، محبت و تعلق کی بنیاد پر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر از راہ محبت رونا درست ہے۔ البتہ چیخنا منہ پھاڑ کر رونا سر پٹخنا اور کپڑے پھاڑنا یہ ناجائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر دفن کے وقت تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۷۱، طحاوی صفحہ ۳۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام میں نے ابراہیم رکھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب ان کی جان جا رہی تھی اور یہ آپ کے ہاتھ مبارک میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور آپ نے فرمایا آنکھ رو رہی ہیں۔ دل غمگین ہے اور اللہ پاک کی رضا کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اے ابراہیم تمہاری جدائیگی کا ہمیں غم ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا۔ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس قدر قیام کیا کہ گویا کہ رکوع کا ارادہ ہی نہیں پھر رکوع اس قدر طویل ہو گیا کہ گویا کہ رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر رکوع سے سر اٹھا کر اتنا کھڑے رہے کہ گویا سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر سجدہ میں گئے اور طویل سجدہ ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پھر سجدہ میں گئے اور طویل سجدہ کیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو جلسہ بھی طویل کیا۔ پھر دوسرا سجدہ بھی طویل کیا گویا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں۔ اور آپ سانس لیتے تھے اور روتے تھے، اور کہتے تھے اے اللہ آپ نے وعدہ کیا ہے میری موجودگی میں امت کو عذاب نہ دیں گے۔ کیا آپ نے وعدہ نہیں کیا جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہ ہوگا۔ اور ہم سب استغفار کرتے ہیں۔

جب دو رکعت نماز پوری ہوگئی تو سورج کھل گیا۔ پھر کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور فرمایا چاند سورج خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کسی کی موت و حیا کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ پس ڈرتے ہوئے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (شمائل صفحہ ۲۱، ابوداؤد صفحہ ۱۶۹، نسائی)

فائدہ: سورج گرہن کی نماز میں آپ پر عجیب ہیئت طاری تھی۔ آپ پر خوف و لرزاں طاری تھا۔ اور سانس کے ساتھ رونے کی آواز آرہی تھی سسک سسک کر رو رہے تھے۔

ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ سورج یا چاند گرہن کسی بڑی ہستی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے یہ دور فرمایا۔ اس کے نور کو لے کر خدا اپنی قدرت ظاہر فرماتے ہیں کہ ان کو کوئی اختیار نہیں۔ ان کی روشنی خدا کے اختیار میں ہے۔ یا قیامت کا نمونہ اور ایک مثال ہے۔ جس طرح آج اس کی روشنی ختم

ہو رہی ہے کل قیامت میں بھی یہ بے نور ہو جائیں گے۔

حجر اسود پر آنسو کے قطرات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس آئے اور اس پر منہ مبارک رکھ کر خوب دیر تک رونے لگے۔ پھر ہٹے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ رو رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا اے عمر یہ آنسو بہانے کی جگہ ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۱، حاکم جلد ۱ صفحہ ۴۵۴)

فائدہ: حج یا عمرہ کے موقعہ پر آپ حجر اسود پر چہرہ مبارک رکھ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ حجر اسود قیامت کے دن لوگوں کے حق میں گواہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس حال میں اٹھالائے گا کہ دیکھنے کے لئے اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ اور بولنے والی زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کے بارے میں شہادت دے گا جس نے اس کا استیلام حق کے ساتھ کیا ہوگا۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۹۱، بیہقی، جلد ۵ صفحہ ۷۵، دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۲)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے تیز زبان ہوگی جس سے وہ اس کے متعلق شہادت دے گا جس نے اس کا توحید کے ساتھ استیلام کیا ہوگا۔
(سبل الہدیٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

یہ پتھر سفید تھا اور جنت سے نازل کیا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا انسان کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۷۷، مسند احمد، ابن خزیمہ، سبل جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

ابن خزیمہ کی روایت عن ابن عباس میں ہے کہ حجر اسود سفید یاقوت میں سے تھا۔ مشرکین کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ قیامت کے دن احد کی طرح اسے اٹھایا جائے گا اس دنیا میں جس نے اس کا بوسہ لیا یا استیلام کیا وہ اس کے متعلق شہادت دے گا۔ (ابن خزیمہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۰)

قبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ زمین تر ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا اسی طرح ہوگا (سب کو موت آئے گی) پس تیاری کر لو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹)

فائدہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے متعلق کہ "روضة من رياض الجنة يا حفرة من حفر النيران" ہے یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے

گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۴۹)

نہ ہو سکے تو روتا چہرہ بنالے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روؤ اگر رونا نہ آئے تو روتا چہرہ ہی بنالو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹)

فائدہ: اللہ پاک کو رونا بہت پسند ہے۔ اسے یہ بات بہت محبوب ہے کہ بندہ اس کی طرف آہ وزاری کرے اسی لئے حکم ہے کہ روؤ اگر نہ روسکو تو چہرہ بنالو۔ کہ رونے سے خدا کی توجہ اور عنایت متوجہ ہوتی ہے۔

آنسو سے جہنم حرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی مؤمن کی آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلتا ہے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اس کے چہرہ پر ٹپک جائے تو اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے۔ خوف خدا سے ایک آنسو کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ جہنم حرام ہو جاتی ہے۔ اسی لئے آپ نے رونے والی آنکھوں کا سوال کیا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹)

لوگوں میں سب سے زیادہ خوف وخشیت کے حامل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت والا اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۹۰۱، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے میں سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا اور ڈرنے والا ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آندھی آتی یا گرج وکڑک کی آواز آتی تو آپ کا رنگ (مارے خوف کے) بدل جاتا اس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہو جاتا۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۵۷)

فائدہ: آندھی کے عذاب سے قوم عاد ہلاک ہوئی تھی۔ تو آپ خوفزدہ ہو جاتے تھے کہ اسی ہوا سے قوم عاد ہلاک ہوئی اس کے تصور سے آپ گھبرا جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات عم یتساءلون اور کورت نے بوڑھا کر دیا۔ یعنی اس میں قیامت اور دوزخ کے ہولناک واقعات ہیں۔ جس کی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اسی طرح عتبہ بن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے پوچھا کہ آپ پر بڑھاپا آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (چونکہ اس میں قیامت کے خوفناک واقعات ہیں جس کے خوف نے مجھے قبل از

وقت بوڑھا کر دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۶)

حضرت صفوان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہ، آہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ آہ اللہ کے عذاب سے۔ آہ قبل اس سے کہ آہ کرنا نفع نہ پہنچائے۔

فائدہ: یعنی خوف خدا سے آہ آہ کرتے تھے۔ اللہ کے عذاب سے ڈر کر آپ فرماتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے آرام سے بیٹھوں کہ صور والے (حضرت اسرافیل) منہ میں صور لئے ہوئے اپنی پیشانی کو متوجہ کئے ہوئے کان لگائے ہوئے اللہ کے حکم کے انتظار میں ہیں کہ کب حکم ملے تو صور پھونک دیا جائے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم پھر کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہو "حَسْبُنَا اللّٰهَ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" (ترمذی، ابویعلی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۲)

ابوحاتم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب آیت "فاستقم کما امرت" نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کمر کس لو اور نیک عمل کرو پھر اس کے بعد سے آپ کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔
(سبل صفحہ ۵۸، خصائل صفحہ ۴۰)

ہند ابن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت کے احوال اور آخرت کی فکر سے مغموم رہا کرتے تھے۔ یا دین کی فکر کی وجہ سے آپ متفکر رہا کرتے تھے۔

مقصد ان احادیث مذکورہ کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف وخشیت خداوندی کا ہمیشہ غلبہ رہا کرتا تھا۔ دنیا کے جھمیلوں میں مست ہو کر زندگی نہیں گزارتے تھے۔ برگزیدہ بندوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

رونے والی آنکھوں کی دعا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عَيْنَيْنِ هَطَّا اللَّتَيْنِ تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمُوْعِ وتشبعان مِنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدَّمُوْعَ دَمًا وَالْاَضْرَاسَ جَمْرًا"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں ایسی موسلا دھار رونے والی آنکھیں عطا فرما کہ جس کے آنسو تیرے خوف سے گرنے کی وجہ سے قلب کو شفاء حاصل ہو قبل اس کے کہ آنسو خون ہو جائے اور ڈھاڑ ٹھیکرے کی طرح خشک ہو جائے۔" (جامع صغیر صفحہ ۹۵، کتاب الزہد صفحہ ۱۶۵، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۷۳)

ہیبت و وقار

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تخشع کے ساتھ بیٹھا دیکھا تو ان کی رگ پھڑک اٹھی۔ تو بیٹھنے والوں نے کہا اے اللہ کے رسول بے چاری ڈر گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نہیں دیکھا چونکہ میں پشت کی طرف تھی۔ تو آپ نے فرمایا اے مسکینہ، اطمینان رکھو، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو میرا رعب جاتا رہا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے گفتگو کی تو (مارے رعب کے) وہ کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸)

یزید بن اسود اسوائی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج کیا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھائی، مڑے اور لوگوں کی طرف رخ کیا۔ تو دیکھا کہ دو آدمی نماز میں شریک نہیں ہوئے۔ اور پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان دونوں کو بلوایا۔ چنانچہ ان کو لایا گیا تو وہ کانپ رہے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے پاک نے رعب وقار سے نوازا تھا۔ اسی وجہ سے باجود شدید مخالفت وعناد مشرکین اور اہل کتاب آپ سے بالمشافہ مقابلہ نہیں کرتے تھے۔ سامنے مخالفت سے گریز کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوقار اور بارعب ہونا تکبر کی علامت نہیں ہے۔

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا لڑکا تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے یہ خدا کے نبی ہیں۔ جب اس نے دیکھا تو مارے ہیبت کے کانپنے لگا۔

(سبل صفحہ ۱۰۹، ابن سعد)

قیس بن ابی حازم کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور جیسے ہی بیٹھا کہ اس کی رگ (کانپنے کی وجہ سے) پھڑکنے لگی۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ تھوڑے ہی ہوں۔ ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸)

فَائِدَہ: خدا کی بخشے ہوئے رعب اور نبوت کی ہیبت اور وقار سے لوگ مرعوب ہو جاتے تو آپ ﷺ ان سے ملاطفت فرماتے مانوس کرتے۔ اور تواضعاً فرماتے کہ میں بہت معمولی آدمی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اپنا رعب تکلف کر کے جمائے نہیں جیسا کہ بعض متکبر لوگ کرتے ہیں۔ ہاں کسی کو خدا بارعب بنا دے اور لوگوں کے نزدیک اس کا رعب وقار قائم ہو تو دوسری بات ہے۔ پھر لوگوں کو مخاطب کرنے اور ہونے کے لئے ان سے ملاطفت کرے۔ اور شفیقانہ متواضعانہ باتیں کرے۔

رعب کی وجہ سے سر بھی نہیں اٹھاتے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو ہم میں سے کوئی سر نہیں اٹھاتا تھا۔ سوائے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہ یہ دونوں آپ سے مسکراتے اور آپ ان سے مسکراتے۔

(حاکم، سبل صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَہ: ان دونوں سے غایت درجہ تعلق ومحبت وانس کی وجہ سے آپ ﷺ مسکرا لیتے تھے ورنہ عام لوگوں پر خاموشی طاری رہتی تھی۔

آپ ﷺ رعب ووقار سے نوازے گئے تھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ جو آپ ﷺ کو فی البدیہہ دیکھتا تو ہیبت زدہ ہو جاتا۔ جب مل جاتا تو مانوس محبوب ہو جاتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خدا نے ہیبت ورعب سے نوازا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نہ لمبے تھے نہ پستہ قد تھے۔ جو آپ کو دیکھ لیتا ہیبت زدہ ہو جاتا۔ یعنی عظمت شان سے متاثر ہو جاتا۔ (شمائل صفحہ ا، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۰۹)

آپ ﷺ کی مجلس پر ہیبت و پر وقار

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کی مجلسوں میں اس طرح ہوتے گویا ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ سوائے حضرت صدیق کے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ کی مجلس میں پر سکوت خاموش بیٹھتے۔ ایسا گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ کے اصحاب اردگرد بیٹھے تھے۔ اور

مجلس پرسکون تھی۔ گویا ان پر پرندہ بیٹھا ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

حضرت براء بن عازب کی حدیث میں ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں نکلے۔ قبرستان پہنچے تو لحد کھودنے کے انتظار میں ہم لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے (اس طرح خاموش بیٹھے تھے) جیسے ہمارے سروں پر پرندہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۱، مجمع جلد ۳ صفحہ ۵۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: آپ ﷺ کی مجلس پر ہیبت و پروقار ہوتی۔ کوئی شخص نہ بے جا بات کرتا نہ بے جا حرکت کرتا۔ پرندہ سر پر بیٹھنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا تو وہ حرکت نہیں کرتا تاکہ اڑ نہ جائے خاموش رہتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ نہ لوگ زبان کو ہلاتے نہ اعضاء جوارح کو حرکت دیتے۔

آپ ﷺ کی جانب لوگ نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے زیادہ ہم لوگوں کو کوئی محبوب نہ تھا۔ اور نہ آپ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں وقعت تھی۔ لیکن پھر بھی ہم لوگ آپ ﷺ کو نظر میں نظر ملا کر مارے ہیبت کے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۹)

ابن یزید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی پاک ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوتے تو مارے جلال و ہیبت کے آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

نبوت کے وقار اور ہیبت کی وجہ سے لوگ آپ سے نظر نہیں ملاتے تھے۔ رعب اور جلال کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ہاں جب آپ انس و ملاطفت سے گفتگو فرماتے اور متوجہ ہوتے تو اصحاب کی بھی ہمت ہوتی۔ اور پھر دیکھتے اور بات ہوتی۔ پھر تو ایسے فدا اور مانوس ہوتے کہ سو جان سے فدا ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ مکارم اخلاق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ انہوں نے کہا آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ اس کے لئے راضی ہوتے تھے اسی کے لئے غصہ ہوتے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۰۸)

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ اے اُم المومنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ انہوں نے کہا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ کہا ہاں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔ (مسلم دلائل النبوۃ صفحہ ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۴۶)

حضرت مسروق جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو ان سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ مجھے بتایئے تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کیا تم اہل عرب نہیں۔ قرآن نہیں پڑھا انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔

سعد بن ہشام نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے کہا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ قتادہ نے کہا قرآن پاک نے بہترین انسانی اخلاق پیش کئے ہیں۔ (وہی آپ نے اختیار کیا اسی قرآنی اخلاق کو آپ نے عملی نمونہ میں پیش کیا)۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۴)

فائدہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی اعمال واخلاق کو عملاً پیش کیا تو یہی قرآن آپ کا خلق ہوا۔

امام حسن بصری نے قرآن کریم کی آیت مبارکہ "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ......" "اللہ پاک کی رحمت سے آپ نرم دل ہوگئے" کہ تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے۔ جسے اللہ نے بیان کیا ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۰)

حضرت یزید بن ما بنوس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور پاک

ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ تو انہوں نے کہا آپ کا اخلاق قرآن پاک تھا۔ پھر فرمایا تم لوگ سورہ مؤمن کو پڑھے ہو کہا جی ہاں۔ فرمایا اچھا پڑھو۔ تو میں نے پڑھنا شروع کیا "قَدْ اَفْلَحَ المؤمنون ...... حافظون" تک۔

تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہی آپ کا خلق تھا۔ (اخلاق النبی ابوالشیخ صفحہ ۲۱)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا دنیا میں کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کے اصحاب اور گھر والوں میں سے جب کوئی آپ کو بلاتا تو جواب فرماتے "لبیك" "حاضر" اس لئے خدائے پاک نے آپ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ "انك لعلی خلق عظیم"

(اخلاق النبی ابوالشیخ صفحہ ۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق متواضعانہ تھے۔ آپ نہایت ہی رحم دل نرم دل تھے۔ اصحاب کی رعایت وخدمت میں عار محسوس نہ فرماتے۔ بادشاہوں رئیسوں متکبرین کی طرح مزاج نہیں تھا۔ کہ اصحاب کی رعایت اور خدمت کو عار سمجھتے۔

مرضی کے خلاف امور کو خدا کی تقدیر کے حوالے فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی۔ اور آپ نے کبھی نکیر نہیں فرمائی کوئی کام آپ کے مُوافق ہوا یا خلاف۔ اگر بعض ازواج مطہرات فرماتیں کہ اگر آپ ایسا کرتے تو ایسا ہوتا۔ تو آپ فرماتے چھوڑو وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ باوجود کہنے کے اور اسباب اختیار کرنے کے اگر کوئی کام مرضی اور چاہت کے خلاف ہو جاتا تو آپ اس پر مکدر نہ ہوتے اور نہ افسوس و پریشان ہوتے اور اگر کوئی کہتا کہ اگر ایسا کرتے تو نہ ہوتا تو آپ تقدیر کے حوالہ فرما کر مطمئن ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منشاء کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو رنج وغم وافسوس میں پریشان نہ ہو بلکہ خدائے پاک کے فیصلے اس کی تقدیر اور اس کی تدبیر وحکمت کے حوالے کر دے۔ اور یہ سوچے کہ "واللہ ما یفعل وھو خیر" جو اللہ پاک کرتا ہے وہی خیر کا باعث ہوتا ہے گو ہمارے سمجھ میں نہ آئے۔

بروں سے بھی متوجہ ہو کر بات فرماتے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بدترین خلائق سے بھی گفتگو فرماتے تو متوجہ ہو کر اس کی بات سنتے، اور باتوں کے ذریعہ مانوس فرماتے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۱۵، شمائل صفحہ ۲۴، بخاری، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بے توجہی اور بے رغبتی سے بات نہ فرماتے کہ ان کو احساس ہوتا کہ ہمیں کمتر اور ذلیل سمجھا جا رہا ہے۔ بلکہ ایسا برتاؤ فرماتے کہ وہ آپ سے مانوس ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کسی سے

بات کرے یا اس سے کوئی بات کرے تو توجہ اور رغبت سے سنے بے توجہی بے رغبتی سے بات نہ کرے کہ اسے کمتر سمجھنے کا احساس ہو۔ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جب ماحولاً وعرفاً کسی کمتر سے بات کرتے ہیں تو بڑی بے رغبتی اور بے توجہی سے کرتے ہیں۔ یہ اکرام ناس اور خلق کریم کے خلاف ہے۔ ہر شخص اپنی ذات میں محترم ہے۔

برائی اور تکلیف کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ معافی سے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معافی اور درگزر سے لیتے۔ (ترمذی صفحہ ۲۱، شمائل ترمذی صفحہ ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۰، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۸۴)

فائدہ: درگزر کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کچھ تعرض نہ فرماتے۔ صرف نظر فرما دیتے۔ اگرچہ ماحول میں ایسا شخص کمزور اور ذلیل سمجھا جاتا ہے مگر خدا اور رسول کی نگاہ میں بہتر ہوتا ہے۔

برا فرمانے پر بھی اچھا برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی ایک شخص نے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا قبیلہ میں بڑا ہی برا آدمی ہے پھر آپ نے اجازت دے دی وہ داخل ہوا۔ آپ نے اس سے نہایت ہی نرمی اور اچھائی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا آپ نے تو اس کے بارے میں ایسا ایسا (یعنی برا ہونا) ظاہر فرمایا پھر اچھائی اور بھلائی کا معاملہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے بدترین خلائق ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی برائی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔ (بخاری صفحہ ۹۰۵، شمائل صفحہ ۲۴، مسلم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی برا کیوں نہ ہو جب وہ ہمارے پاس آئے۔ ہماری مجلس میں آئے تو ہمارے ذمہ اس کا اکرام اور خوش اخلاقی کا برتاؤ ہے۔ تاکہ ان کا تعلق جب نیکوں سے باقی رہے گا اور ان کے اخلاق سے متاثر ہوں گے تو ان کو برائی کا احساس ہوگا اور وہ برائی سے باز آسکتے ہیں۔

اگر اہل صلاح ان کو برا بھلا کہہ کر بھگا دیں گے تو ان کی برائی میں اضافہ ہوگا اور اس برائی کے نتائج بد سے یہ بھی متاثر ہوں گے۔ ہاں ان سے محبت اور انس منع ہے کہ ان کے اوصاف ذمیمہ اثر نہ کر جائیں۔

کسی کی برائی اس کے سامنے نہ کہتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جس پر زرد رنگ کا اثر تھا آپ کی عادت تھی کہ کسی کی بات ناپسندیدہ یا تکلیف دہ ہوتی تو آپ اس سے مواجہہ نہ فرماتے۔ جب وہ کھڑا ہوا اور چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا ہوتا تم کہہ دیتے کہ وہ اس زرد رنگ کو چھوڑ دے۔

(شمائل، ادب مفرد صفحہ ۱۳۵)

فَائِدَہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کسی کی برائی پر اس کے سامنے نکیر نہ فرماتے۔ بلکہ چاہتے کہ کوئی دوسرا اسے برائی پر متوجہ کر دیتا۔ ایسے شخص کی جانب دلی رنج کی وجہ سے کھل کر نہ دیکھتے۔ اور مواجہہ نہ فرماتے۔ یہ حمیت شرعی کی وجہ سے تھا۔ جو کمالِ حبِ شریعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

خطاب عام میں اصلاح فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کام کیا یا کچھ بنایا لوگ اس میں شریک نہ ہوئے اور اس سے الگ رہے۔ آپ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے تقریر فرمائی اللہ کی تعریف کی اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ جسے میں کرتا ہوں لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں حالانکہ میں ان میں سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھتا ہوں۔ اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہوں۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۳۵)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ جب کسی کی ناکردنی اور نامناسب امور پر تنبیہ فرماتے تو عموماً عام انداز میں تقریر اور خطبہ فرماتے۔ کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ایسا کرتے ہیں خاص اس کا نام لے کر نہ کہتے۔ اس طرح نصیحت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اور سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے سامنے نکیر فرما دیا۔ اور ملامت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ایک شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔ بظاہر دونوں طرز مبارک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر منصوص حرام و ناجائز امر کا مرتکب دیکھتے تو فوراً اسی لحظہ اسے منع فرماتے اور نکیر فرماتے۔ اور حمیت ایمانی اور مزاج نبوت کی وجہ سے تاخیر گوارہ نہ فرماتے۔ اسی طرز پر اکابرین و اسلاف بھی رہے کہ اگر خلاف شرع حرام امور کا ارتکاب کیا تو فوراً زجر توبیخ اور نصیحت و نکیر فرمائی اور اس کے علاوہ میں موقعہ و گنجائش کے موقعہ پر یا عام مجمع و مجلس میں تنبیہ فرمائی اور لوگوں کو متنبہ اور بیدار کیا۔ محرمات شرعیہ میں رعایت نہ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ظالم و تکلیف دہ امور کا کسی سے بدلہ نہ لیتے تاوقتیکہ وہ محارم کا نہ ارتکاب کر بیٹھتا اور جب وہ خدا کے محارم کا لحاظ نہ کرتا (یعنی اس کا ارتکاب کرتا) تو آپ کا غصہ بھڑک اٹھتا یعنی پھر آپ اس کی رعایت نہ فرماتے۔ اور تساہل نہ برتتے بلکہ فوراً نکیر زجر توبیخ فرماتے۔ اس کی شرعاً سزا ہوتی تو سزا دیتے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

بدلہ دیتے تو زائد دیتے

ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجور اور نرم ککڑی لے کر آئی تو آپ نے مٹھی بھر سونا دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۴، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۴، ابوالشیخ)

فَائِدَہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور وسعت مزاجی۔ کھجور اور ککڑی پر آپ نے مٹھی بھر سونا مرحمت فرمایا۔

دراصل یہ بدلہ نہیں بلکہ خلوص ومحبت کا تاثر احسان اور نوازش کی شکل میں تھا۔ آج کل کوئی احسان اور کسی کی خیر خواہی سے متاثر ہوکر بدلہ دیتا ہے تو بنیے کی طرح حساب لگا کر دیتا ہے۔ کہ اس کی مالیت اتنی ہے لہٰذا اتنا اسے دیا جائے۔ یہ وسعت مزاجی کے خلاف ہے۔

اپنا کام خود بھی کرلیتے

ہشام نے اپنے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے پوچھا کہ گھر میں آپ کیا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اپنا کپڑا سیتے، جوتا گانٹھ لیتے جو کام لوگ گھر میں کیا کرتے ہیں آپ بھی کیا کرتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

ابن شہاب زہری حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھریلو کام کیا کرتے تھے اکثر آپ سینے کا کام کرتے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۴۱، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ پیوند لگا لیتے۔ جوتا سی لیتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھریلو کام گھر میں کر لیتے زیادہ گھر میں کپڑا سیا کرتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۳۳)

حضرت ہشام نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے پوچھا کہ آپ گھریلو کام گھر میں کر لیتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا ہاں اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ (مختصر دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۸)

فَائِدَہ: اپنا کام خود کرنا ایک تو اس میں دوسروں کا محتاج اور دوسروں کے انتظار میں نہ رہنا ہے جو سکون کا باعث ہے۔ نیز اس میں تواضع اور دافع کبر ہے۔ اس قسم کے مشاغل دوسرے واہی لایعنی امور سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جو یقیناً دین دنیا کیلئے نفع کی بات ہے۔ خصوصاً مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے لئے از حد نفع بخش ہے۔

اخلاق نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر حضرت علی کی ایک جامع حدیث

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے والد سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اندرون خانہ مصروفیات کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ذاتی طور پر مجھے اس کی اجازت تھی کہ جب چاہیں اندرون خانہ تشرف لے جائیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معمول تھا کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تو اپنے وقت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے۔ دوسرا اہل وعیال کے لئے تیسرا اپنے آرام کے لئے۔ پھر اپنے آرام کا وقت بھی لوگوں کو دے دیتے۔ اس طرح کہ خواص کے ذریعہ اس کا فائدہ بھی عوام تک لوٹا دیتے۔ اور ان سے کوئی چیز اٹھا کر نہ رکھتے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت مبارکہ تھی کہ اس وقت میں جوامت کے لئے تھا اپنی منشاء کے مطابق اہل فضل کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس وقت کی تقسیم دینی فضیلت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ہوتی

تھی۔ ان میں سے کسی کا ایک کام ہوتا تھا کسی کے دو، کسی کے متعدد۔ آپ ان کے کاموں میں لگ جاتے اور ان کو بھی ان امور میں مشغول رکھتے جن سے ان کی اور امت کی اصلاح ہوتی۔ چنانچہ آپ ان سے سوالات فرماتے۔ پھر ان کے مناسب حال ان کو ہدایت فرماتے۔ اور فرماتے کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان ہدایات کو اوروں تک پہنچا دیں۔ (آپ فرماتے تھے مجھے اس شخص کی ضرورت بتا دو جو اپنی ضرورت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ جس نے امیر تک ایسے آدمی کی حاجت کو پہنچایا جو خود اس تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کو ثابت قدم رکھے گا۔ پس آپ کے پاس یہی ذکر تذکرہ رہتا اور اس کے علاوہ آپ کسی کی کوئی بات پسند نہ فرماتے۔

سفیان بن وکیع کی روایت میں مذکور ہے کہ صحابہ آپ کے پاس (علم دین کے) متلاشی بن کر آتے اور بغیر لئے وہاں سے جدا نہ ہوتے اور جب نکلتے تو رہنما بن کر نکلتے۔ راوی نے ''رہنما'' کی تشریح فقہا کے الفاظ سے کی ہے۔ (یعنی دین کی خوب سمجھ لے کر اٹھتے)۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے والد سے عرض کیا۔ حضور ﷺ کی بیرون خانہ مصروفیات کے بارے میں بتلایئے۔ کہ آپ کا کیا معمول تھا۔ فرمانے لگے آپ ﷺ بے فائدہ باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے۔ لوگوں کو اپنے سے مانوس کرتے۔ اور جدا نہ ہونے دیتے۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے اور اسی کو امیر والی بناتے۔ آپ ﷺ لوگوں سے ملنے میں حزم واحتیاط کو مدنظر رکھتے۔ مگر کسی کے ساتھ اپنی بشاشت وخوش خلقی میں فرق نہ آنے دیتے۔ اپنے ساتھیوں کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں سے ان کے حالات پوچھتے رہتے۔ اچھی بات کی تحسین فرماتے۔ اور اس کی تصویب فرماتے۔ اور بری بات کی برائی بتاتے۔ اور اس کی خرابی بیان کرتے۔ آپ کے ہر کام میں اعتدال ہوتا۔ نہ کہ ادھر اُدھر ڈھل جانا۔ آپ لوگوں کا برابر خیال رکھتے کہ وہ کہیں غافل نہ ہو جائیں۔ یا اکتا نہ جائیں۔ ہر حالت کے لئے آپ کے پاس اس کا انتظام تھا، نہ حق کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے نہ حق کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے۔ آپ ﷺ کے مقرب بہترین لوگ تھے۔ آپ کے نزدیک سب سے افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی سب کے لئے عام ہو۔ آپ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ والا وہ شخص ہوتا جو ان میں غم خواری اور اعانت کے اعتبار سے سب سے اچھا ہوتا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے (اپنے والد سے) حضور ﷺ کی نشست و برخواست کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر فرماتے۔ اور آپ کسی جگہ کو اپنے لئے خاص نہ فرماتے۔ اور ایسا کرنے سے دوسرے لوگوں کو بھی منع فرماتے چنانچہ جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو جہاں جگہ پاتے تشریف فرما ہو جاتے۔ اور اس بات کا دوسروں کو حکم دیتے۔

آپ اپنے ہر شریک مجلس کو اس کے (حسب استعداد) اس کا حصہ عطا فرماتے۔ اور کوئی یہ احساس نہ کرتا کہ اس کے سوا دوسرا شخص آپ کو زیادہ عزیز ہے۔ جو شخص (کسی ضرورت کی بناء پر) آپ کے پاس آ کر بیٹھتا یا کھڑا ہو جاتا۔ تو آپ اس کے ساتھ اپنے آپ کو اس وقت تک روکے رکھتے تا آنکہ وہ خود ہی جدا ہو جاتا اور جو آپ سے کوئی حاجت طلب کرتا تو اپنی مراد پا کر لوٹتا یا پھر نرم بات سن کر جاتا۔

آپ کی خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے یکساں تھی چنانچہ شفقت میں آپ ان کے باپ تھے۔ اور سب لوگ حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی نشست، حلم، حیا، صدق و امانت کی نشست تھی جس میں آواز بلند نہ ہوتی کسی کی عزت و آبرو پر بٹہ نہ لگایا جاتا۔ اور نہ کسی کی لغزش کو اچھالا جاتا۔ شرکاء مجلس میں اعتدال تھا۔ تقویٰ کو برقرار رکھتے آپس میں تواضع سے پیش آتے۔ بڑوں کی تعظیم کرتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ حاجت مندوں کو ترجیح دیتے۔ اجنبی مسافروں کی دیکھ بھال رکھتے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مجلس کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بشاشت سے ملتے آپ نرم خو اور نرم طبع تھے۔ بدخو اور درشت (سخت نہیں) نہ آپ بازاروں میں چلاتے اور نہ فحش کلامی کرتے۔ نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ کسی کی بے جا تعریف کرتے، ناپسندیدہ چیزوں سے آپ اعراض فرماتے۔ اور لوگ اس کے بارے میں آپ سے مایوس ہو جاتے۔ اور آپ اس کے متعلق جواب بھی نہ دیتے تھے۔ تین چیزوں سے اپنے آپ کو بچا رکھا تھا۔ جھگڑے فساد سے، زیادہ بات بنانے سے اور لغو کام سے۔ اور تین چیزوں سے آپ نے دوسرے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ کرے۔ کسی کو عار نہ دلائے اور کسی کا عیب تلاش نہ کرے۔ وہی بات زبان سے نکالتے جس میں ثواب کی امید ہو۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو سب اہل مجلس اپنی گردنیں اسی طرح جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور جب آپ سکوت فرماتے تب دوسرا بولنا شروع کرتے۔ اور آپ کے سامنے کوئی کسی کی بات نہ کاٹتا۔ جب ایک بات شروع کرتا تو دوسرے اس وقت تک خاموش رہتے جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا۔ ان میں سے ہر شخص کی بات آپ کے نزدیک اس طرح توجہ کی مستحق ہوتی جیسے کہ پہلے بات کرنے والے شخص کی ہو۔ جس بات پر سب ہنتے آپ بھی اس پر خندہ فرماتے۔ اور جس بات پر سب تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے۔ اجنبی کی اِدھر اُدھر کی گفتگو پر آپ صبر فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ کے اصحاب ایسے لوگوں کو آپ کے پاس لے کر آتے تاکہ ان کے سوالات کرنے سے نئی باتوں کا علم ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ تم کسی حاجت مند کو اپنی حاجت طلب کرتے دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ گوارا نہ فرماتے ہاں اگر وہ شکریہ کے طور پر کچھ کہتا تو الگ بات تھی۔ آپ کسی کی بات نہ کاٹتے البتہ وہ اگر حد سے تجاوز کرنے لگتا تو پھر آپ اس کی

بات کو اس طرح کاٹتے یا تو اس کو منع فرماتے یا اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ پھر میں نے (اپنے والد سے) حضور ﷺ کے سکوت فرمانے کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا، آپ ﷺ کا سکوت فرمانا چار چیزوں کے لئے ہوتا تھا۔ علم کی بناء پر۔ احتیاط کے مدنظر۔ اندازہ لگانے کی غرض سے۔ اور غور وفکر کے لئے۔ آپ کا اندازہ لگانا یہ تھا کہ صورت معاملہ پر پوری طرح غور کیا جائے۔ اور لوگوں کی باتیں سن لی جائیں۔ رہا آپ کا غور وفکر سو وہ ان چیزوں میں ہوتا۔ جو باقی رہنے والی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں۔ اور حلم نے آپ کے لئے صبر ہی جمع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کو نہ کوئی چیز غصہ دلاتی اور نہ بے چین و مضطرب کرتی تھی اور احتیاط کو آپ کے لئے چار چیزوں میں جمع کر دیا گیا تھا۔ (بایں طور کہ) آپ اچھی چیز کو اختیار فرماتے۔ تاکہ لوگ اس کو اپنائیں اور بری چیز ترک کر دیتے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ اور جس چیز میں امت کی اصلاح ہوتی اس میں اپنی رائے کو خوب کام میں لاتے۔ اور جس میں ان کی خیر ہوتی اس کو لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں کو اکٹھا فرما دیا تھا۔ (ابوالشیخ اخلاق النبی، شمائل ترمذی، بتصرف قانہ)

اخلاق نبوی ﷺ کا ایک نہایت ہی جامع ترین نقشہ

آپ ﷺ کے اخلاق کے سلسلے میں ایک جامع بیان جسے کسی محقق عالم نے احادیث واردہ کو سامنے رکھ کر اختصاراً مرتب کیا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے۔ شارح احیاء علامہ زبیدی نے ہر ایک کو مدلل بالحدیث کیا ہے۔

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم، بہادر، صاحب انصاف، معاف کرنے والے تھے۔ کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہ چھوتے۔ جو آپ کی ملک یا منکوحہ یا ذو رحم محرم نہ ہوتیں۔ بہت سخی تھے۔ دینار درہم کے ہوتے ہوئے رات نہ گزارتے۔ (پہلے ہی خیرات کر دیتے) اگر کوئی نہ ملتا اور رات آ جاتی تو اس وقت تک گھر نہ جاتے جب تک کہ ضرورت مند کو تقسیم نہ فرما دیتے۔ اللہ کے عطا کردہ رزق سے سال بھر کا حساب لگا کر رکھ لیتے، کھجور، جَو، جو آسان سمجھتے رکھ دیتے باقی تمام کو راہ خدا میں دے دیتے۔

سائلین کو ضرور دیتے۔ جمع کردہ خوراک میں سے لوگوں کو دیتے رہتے۔ ان پر ایثار فرماتے یہاں تک کہ سال گزرنے سے قبل آپ ضرورت مند ہو جاتے۔ اگر کچھ آنے کی نوبت نہ آتی۔ اپنا جوتا خود سے سی لیتے۔ کپڑے میں پیوند لگا لیتے۔ اپنے گھر کا کام کر لیتے۔ گوشت کاٹ لیتے۔ بہت ہی زیادہ حیادار تھے۔ کسی پر نگاہ جما کر نہیں دیکھتے۔ آزاد غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے۔ ہدیہ قبول فرماتے۔ خواہ دودھ کا ایک ایک گھونٹ سہی۔ یا خرگوشت کی ران سہی اور اس کا بدلہ بھی دیتے۔ ہدیہ نوش فرماتے صدقہ نہیں۔ مسکین اور باندی کی دعوت قبول

کرنے سے گریز نہ فرماتے۔ خدا کے لئے غصہ ہوتے اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے۔ حق کو جاری فرماتے خواہ آپ کو یا اصحاب کو اس کا نقصان ہوتا (یعنی بظاہر جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر)۔ مشرکین کی نصرت واعانت قبول نہ فرماتے۔ (حکم الٰہی کے ادا میں) سو اونٹ کی قربانی ادا فرما دی باوجودیکہ آپ کے اصحاب ایک ایک اونٹ کے محتاج تھے۔ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ جو موجود حاضر ہوتا تناول فرما لیتے۔ آئے ہوئے کو واپس نہ فرماتے۔ حلال کھانے سے گریز نہ فرماتے۔ اگر کھجور بلا روٹی کے پاتے کھا لیتے۔ بھنا ہوا کھاتے (مثلاً گوشت) گیہوں، جو کی روٹی کھاتے، حلو شہد کھاتے، روٹی پاتے دودھ نہیں تو خالی روٹی ہی کھا لیتے۔ ککڑی کھجور کھاتے۔ نہ سہارے سے کھاتے نہ ٹیبل کرسی پر کھاتے۔ کھانے کے بعد پیر کے تلوے سے پونچھ لیتے۔ مسلسل تین یوم تک گیہوں کی روٹی کھانے کی نبوت نہ آسکی کہ وفات پا گئے۔ نہ محتاج تھے، نہ فقیر۔ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح وایثار فرماتے۔ دعوت ولیمہ میں جاتے۔ مریض کی عیادت فرماتے۔ جنازہ میں جاتے۔ دشمنوں کے بیچ بنا کسی محافظ دستے کے ساتھ چلتے۔ بہت زیادہ متواضع اور خاموش رہنے والے تھے۔ متکبر نہ تھے۔ بلیغ الکلام تھے۔ ہمیشہ مسکراتے چہرے سے رہتے۔ دنیا کی کوئی چیز کو اہمیت نہ ڈالتے۔ جو ملتا پہن لیتے۔ جوڑے، کبھی منقش چادر میں ہوتے۔ کبھی صوف کا جبہ پہن لیتے۔ جو مباح ہوتا اسے استعمال نہ فرماتے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔ دائیں اور بائیں کی چھوٹی انگلی میں۔ اپنے پیچھے سواری کے غلام وغیرہ کو بٹھا لیتے۔ جو سواری ملتی گھوڑا، اونٹ، گدھا خچر سوار ہو لیتے۔ کبھی پیدل ننگے پیر چلتے۔ کبھی بلا عمامہ، ٹوپی اور چادر کے بھی چل لیتے۔ شہر کے دور دراز محلے میں بھی کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ خوشبو کو پسند، بدبو سے کراہت فرماتے۔ غریبوں کے ساتھ بیٹھتے مساکین کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اہل فضل وشرف کا اکرام فرماتے۔ اہل شرف پر احسان فرما کر ان کو مانوس کرتے۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک بلا فرق کئے ہوئے کرتے۔ کسی کو ناگوار بات نہ کہتے۔ بلا آواز کے ہنستے۔ جائز کھیل دیکھتے تو نکیر نہ فرماتے۔ اپنے ازواج سے بھی دوڑ میں بازی لگا لیتے۔ آپ پر کوئی آواز بلند کرتا تو صبر فرما لیتے۔ بکریوں اور اونٹ کے دودھ پر آپ اور ازواج مطہرات کا گزر تھا۔ کھانے اور لباس میں دوسرے پر فوقیت نہ ظاہر فرماتے۔ کوئی عمل غیر اللہ کے لئے نہ کرتے۔ اپنے اصحاب کے باغیچوں کی طرف نکل جاتے۔ کسی کو غربت یا مرض کی وجہ سے حقارت سے نہ دیکھتے۔ کسی بادشاہ کی بادشاہت سے مرعوب نہ ہوتے۔

خدائے پاک نے آپ میں تمام اخلاق فاضلہ اور سیاست کاملہ کو جمع فرما دیا تھا۔ باوجودیکہ آپ امی ان پڑھ تھے۔ جاہلیت کے عہد میں پیدا ہوئے۔ بکریاں چرانے کی حالت میں پرورش پائی، یتیم تھے نہ ماں نہ باپ کا سہارا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام محاسن اخلاق اور طریق فاضلہ کی تعلیم فرمائی۔ اولین آخرین کا علم دیا۔ طریقہ نجات، آخرت کی کامیابی کا راستہ بتایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۰۷)

جود وسخاوت

آپ ﷺ کی جود وسخاوت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی مال خرچ کرنے والے تھے۔ اور آپ ﷺ ماہ مبارک رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر شب آپ کے پاس تشریف لاتے۔ آپ ان کو کلام پاک سناتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات پر (جو ماہ مبارک میں ہوتی) تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ سخی ہو جاتے۔

(بخاری ابن سعد صفحہ ۳۶۹، مکارم ابن ابی الدنیا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی سخی، خرچ کرنے والا، بہادر اور خوب بھرپور دینے والا نہیں دیکھا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ کرم و بخشش والے تھے۔ (ابن سعد مکارم صفحہ ۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نہیں نہ فرماتے۔ حضرت جنید راوی کہتے ہیں کہ یا تو آپ بخش دیتے یا خاموش رہتے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۵۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے جو سوال کیا گیا آپ نے اسے پورا کیا۔ ایک شخص آیا۔ آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان ان کو بکریاں عنایت فرمائیں۔ وہ جب اپنی قوم میں واپس گیا تو کہا۔ اے لوگو اسلام لے آؤ۔ محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ لوگوں کو فقر و فاقہ کا اندیشہ و خوف نہیں رہتا۔ اور یہ کہ لوگ آپ کے دنیا کے ارادے سے آتے ہیں۔ ابھی شام بھی نہیں گزرتی کہ دین ان کے نزدیک دنیا اور اس کے درمیان کی چیزوں سے محبوب ہو جاتا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۳، سبل صفحہ ۴۹)

فائدہ: یہ انوار نبوت کی برکت تھی کہ تھوڑی صحبت اور برکت دیدار سے دنیا دار، دین کا راغب اور شیدا ہو جاتا۔ یہی برکت اولیاء اللہ کی صحبت سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ کہ دنیا کا طالب خدا اور آخرت کا طالب ہو جاتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے لوگوں نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دیا۔ پھر آپ نے فرمایا (جو تھا دے دیا) میرے پاس کچھ نہیں کہ اسے رکھوں۔ (مکارم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میرے پاس جو بھی مال ہوتا ہے میں اسے دے دیتا ہوں (رکھتا نہیں ہوں)۔ (مکارم صفحہ ۲۶۰)

صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور لوگوں میں آپ سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ آپ نے مجھے بدایا دیئے خوب دیئے۔ اب وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔
(مسلم صفحہ ۲۵۴، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت وسیع الظرف تھے۔ خوب وسعت سے مرحمت فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شفیق و مہربان تھے۔ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا یا تو آپ دے دیتے یا وعدہ فرماتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے (معذرت کرتے ہوئے) فرمایا کہ میرے پاس نہیں ہے کہ میں تم کو کچھ دوں۔ البتہ تم میرے اوپر قرض لے لو۔ کچھ آئے تو میں دے دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ کو اللہ پاک نے اس کا مکلّف تھوڑے ہی بنایا ہے۔ جو ہو تو آپ دے دیجئے۔ نہ ہو تو تکلیف مت اٹھایئے۔ راوی نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس سے پژمردہ ہو گیا، یہاں تک کہ چہرہ مبارک پر اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ عرش کے مالک سے کمی کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ چنانچہ آپ کا چہرہ مسکرا اٹھا۔ اور فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

(مسند بزار جلد ۴ صفحہ ۲۵۴، شمائل صفحہ ۲۴، ترمذی، مکارم الخرائطی صفحہ ۵۸۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نامراد نہ فرماتے۔ پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر دوسرے سے مانگ کر ادا فرماتے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے اس کرم کے لئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود بھی ہو۔ ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان کو ان پر خرچ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔

ابو عامر ہوزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حلب میں پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت تھی انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا۔ میں ہی اخیر تک اس کا منتظم رہا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان حاضر خدمت ہوتا اور آپ اس کو ننگا دیکھتے۔ تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام

کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا کہ میرے پاس بہت مال ہے۔ ضرورت پر (میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لینا) چنانچہ میں اسی سے قرض لینے لگا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے ہی جا رہا تھا کہ وہ کافر چند تاجروں کے ساتھ میرے پاس آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا اے حبشی۔ میں نے کہا ہاں۔ اور وہ کود پڑا اور سخت اور کڑوی بات کہنے لگا۔ اور کہا تجھے معلوم ہے کہ مہینہ باقی رہنے میں اتنے دن رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا قریب ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن رہ گئے ہیں تجھے پکڑ لوں گا قرضہ کے بدلے۔ نہ میں تمہارا لحاظ کروں گا نہ تمہارے صاحب کا۔ قرضہ ادا نہ کرو گے تو غلام بنا لوں گا اور پچھلی حالت میں لوٹا لوں گا۔ بکریاں چرانے لگو گے، جیسے کہ پہلے چراتے تھے (چونکہ حضرت بلال غلامی کے دور میں بکریاں چراتے تھے)۔ پس (ان باتوں کو سن کر) مجھ پر وہی گزرا جو لوگوں پر گزرتا ہے۔ چنانچہ میں آیا، اذان دی۔ عشاء کے بعد جب آپ ﷺ اپنے اہل میں آنے لگے تو میں نے اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ فدا۔ وہ مشرک جس سے میں (آپ کے لئے) قرض لیا کرتا تھا اس نے ایسا کہا ہے۔ نہ آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ ہے نہ میرے پاس۔ اور وہ مجھے ذلیل و رسوا کرے گا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہیں مسلمان بھائیوں میں روپوش ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ پاک اپنے رسول کے قرضہ کا انتظام فرما دے۔ چنانچہ میں اپنے گھر چلا آیا۔ اور اپنی تلوار، موزہ نیزہ، چپل سر کے قریب رکھ لیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ پس جہاں نیند آتی بیدار ہو جاتا (گھبراہٹ کی وجہ سے) جب رات دیکھتا تو سو جاتا۔ صبح ہوگئی تو میں نے چلنے کا ارادہ کیا۔ اچانک ایک شخص کی آواز آئی جو پکار رہا تھا اے بلال رسول پاک ﷺ بلا رہے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس چلا آیا۔ تو میں نے چار اونٹنیاں بوجھ لدی ہوئی دیکھی۔ اجازت لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ۔ اللہ پاک نے تمہارے قرضہ کا انتظام کر دیا ہے۔ تم نے چار سامان سے لدی اونٹنیوں کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہاں۔ پس وہ سب تمہارے لئے ہیں۔ (قرض ادا کرنے کرنے کے لئے) ان پر کپڑے اور غلے تھے۔ جسے فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ لے جاؤ اس سے قرضہ ادا کرو۔ چنانچہ سامان اتارا اور باندھ دیا۔ اور صبح کی نماز کو چلا۔ جب صبح کی نماز آپ ﷺ نے پڑھ لی۔ تو میں بقیع کی طرف نکلا۔ اور کان میں انگلی ڈال کر اعلان کیا جس پر حضور پاک ﷺ کا کوئی قرض ہو وہ آجائے۔ چنانچہ میں بیچتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ زمین پر کسی کا بھی آپ کا قرض باقی نہ رہا اور دو یا ڈیڑھ اوقیہ بچ گیا۔ میں مسجد میں گیا اور دن خوب ہو چکا تھا۔ میں نے تنہا آپ ﷺ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا جو اللہ کے رسول پر دین تھا سب اللہ نے پورا کر دیا۔ آپ

نے پوچھا کچھ بچا۔ میں نے کہا دو اشرفی۔ مجھے اس سے راحت دو (یعنی اسے بھی خرچ کر دو، صدقہ خیرات کر دو کہ مال کے رہنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے) گھر جانے سے پہلے اس سے مجھے راحت ہو جائے۔ کوئی لینے نہ آیا (کہ سب لوگ قریب پا چکے تھے) تو آپ ﷺ نے رات مسجد میں گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اور دوسرے دن بھی مسجد میں رہے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ دو سوار آئے میں ان کو لے گیا اور غلہ کپڑا (جو بچا تھا) دے دیا۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز کے بعد مجھے بلایا اور پوچھا۔ کیا ہوا۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو راحت دے دی۔ (یعنی جو باقی مال تھا جس کی وجہ سے آپ کو کلفت ہو رہی تھی گھر تک نہیں جارہے تھے وہ تقسیم ہوگیا) آپ نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا۔ یہ خوف کرتے ہوئے کہ کہیں موت نہ آجائے اور یہ مال ان کے پاس رہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے آیا یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات میں چلے گئے۔ ہر ایک کو سلام کیا۔ پھر وہاں آئے جہاں رات گزارنی تھی۔ پھر (حضرت بلال نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر) کہا یہ وہ ہے جس کے متعلق تم نے سوال کیا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۰)

فَائِدَہ: دیکھا آپ نے۔ لوگوں کے لئے قرض لیتے۔ جو مال آتا باوجود ضرورت کے ایک حصہ نہیں رکھتے۔ جب تک تقسیم نہ ہو جاتا آرام نہ فرماتے، یہاں تک کہ گھر بھی نہ جاتے۔

مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ بھی سخاوت

ابوالفغواء خزاعی بواسطہ والد بیان کرتے ہیں کہ (قحط کے موقعہ پر) آپ ﷺ نے ابوسفیان (سردار مکہ) کو قریش کے غریبوں کے لئے جو مشرک تھے۔ تالیف قلب کے طور پر تقسیم کے لئے مال بھیجا۔ جب میں مکہ آیا تو میں نے مال ابوسفیان کو حوالہ کر دیا۔ تو ابوسفیان کہنے لگے۔ میں نے اس شخص سے زیادہ کسی کو نیک اور کسی کو حسن برتاؤ والا نہیں پایا، یعنی نبی پاک ﷺ ہم لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں ان کے خون کے پیاسے رہتے ہیں۔ اور وہ ہمیں بخششوں اور ہدایا سے نواز کر بھلائی کرتے ہیں۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۸)

حضرت سہل ابن سعد ذکر کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک چادر (جسے اس عہد میں برد کہا جاتا تھا) لے کر آئی۔ سہل نے پوچھا جانتے ہو وہ بردہ کس چادر کو کہتے ہیں۔ کہاں ہاں جس کے کنارے میں ڈیزائن بنے ہوئے ہوں۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے۔ تاکہ آپ کو پہناؤں۔ آپ ﷺ نے ضرورت سمجھتے ہوئے قبول فرمالیا۔ آپ پہن کر نکلے۔ قوم کے ایک شخص نے محسوس کر لیا۔ اور کہا اے اللہ کے رسول ہمیں پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ جب تک اللہ نے چاہا مجلس میں بیٹھے پھر گھر واپس ہوئے۔ اسے لپیٹا اور بھیج دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ تم نے سوال کیا

اچھا نہیں کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کسی سوال کرنے والے کو واپس نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا قسم خدا کی میں نے اس لئے مانگا کہ جب میں مروں تو میرا یہ کفن ہو جائے۔ حضرت سہل کہتے ہیں چنانچہ وہ کفن ہوا۔

(مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۴۴)

سو اونٹ ہدیہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت میں سے عیینہ کو سو اونٹ، اور اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۳)

فَائِدَہ: آپ بہت ہی وسیع الظرف تھے۔ مقدار کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ذاتی طور پر کسی کو سو سو اونٹ بخش دینا جس کی مالیت چار، پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی کوئی معمولی بات نہیں۔ پانچ سو، ہزار روپیہ کسی کی ذات کو دینا آج کل بہت مشکل سمجھا جاتا ہے۔ وہی شخص ایسا کر سکتا ہے جس کا مزاج بھی بے انتہا سخی ہو۔ اور اس کے نزدیک دنیا کی حیثیت بھی نہ ہو۔ وہی اس عظیم مقدار کو ہدیہ دے سکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کا صرف ایک ہی یہی واقعہ نہیں بلکہ ان گنت واقعات ہیں۔ چند کو یہاں درج کیا گیا ہے۔

زمین کا ہدیہ

حضرت ام سنبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ میں آپ کے پاس ہدیہ لے کر حاضر ہوئی تو ازواج مطہرات نے انکار کر دیا۔ آپ نے حکم فرمایا تو انہوں نے قبول فرمایا۔ پھر آپ نے وادی کا قطعہ، وادی کی زمین کا ایک ٹکڑا ہدیۃً دیا۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۱۴، طبرانی، سبل صفحہ ۵۰)

ہتھیلی بھر سونا

حضرت ربیع بن عفراء کہتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور اور ککڑی لے کر آئی، اور دیدیا تو آپ نے ہتھیلی بھر سونا دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۳، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

فَائِدَہ: یعنی معمولی ہدیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بڑی بخشش فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس تہامہ کے مثل سونا ہوتو میں اسے تقسیم کر دوں۔ تم مجھے جھوٹا پاؤ نہ بخیل۔ (ابن عدی، سبل جلد ۷ صفحہ ۵۳)

کچھ باقی نہ رکھتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حنین کے سال لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریاں اونٹ گائے دیا۔ یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا۔ پھر آپ نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ کیا

تم چاہتے ہو کہ میں بخل کروں۔ (روک کے رکھے رہوں) قسم خدا کی نہ بخیل ہوں اور نہ میں کم ہمت بزدل ہوں نہ جھوٹا ہوں۔

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ شاید تم کہو کچھ روک کے رکھا ہو۔ یا کچھ روک کر رکھ لوں۔ سو میرا مزاج ایسا نہیں۔

ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرات انصار کے کچھ لوگوں نے آپ سے مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ پھر انہوں نے مانگا آپ نے دے دیا۔ اور فرمایا۔ میرے پاس رکھنے کے لئے کچھ نہیں کہ میں اسے جمع کر کے رکھوں (بلکہ سب خرچ کر دیتا ہوں) جو عفت چاہے گا خدا اسے عفت سے نوازے گا۔ جو قناعت اختیار کرے گا اسے قناعت سے نوازے گا۔ جو صبر کرے گا خدا اسے صبر کی توفیق دے گا۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مال ایسی چیز ہے کہ حرص بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ قناعت اور استغنا جو اختیار کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے۔ (مختصراً ابن ماجہ، ابوداؤد، سبل جلد ۷ صفحہ ۵۳)

صفوان بن امیہ کہتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھا (کفر کی وجہ سے) آپ نے مجھے خوب دیا۔ آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو گئے۔

(مسلم، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۵)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ قبیلہ انصار کے کسی صاحب نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سوال کیا۔ آپ نے ان کو عطا فرمایا۔ پھر انہوں نے سوال کیا آپ نے ان کو عطا فرمایا، اور فرمایا میں تم سے بچا کر کوئی ذخیرہ تھوڑے ہی جمع کرتا ہوں۔ (مکارم صفحہ ۲۶۰)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ایک دھاری دار نجرانی چادر اوڑھے آ رہے تھے۔ پیچھے سے ایک دیہاتی آیا اور آپ کی چادر کو مضبوطی سے پکڑ لیا پھر زور سے کھینچا۔ آپ اس کی طرف واپس ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا۔ اے محمد ہمیں وہ مال دیجئے جو آپ کے پاس ہے۔ آپ نے مسکرایا اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا۔ (مسلم، مکارم صفحہ ۲۴۷، بخاری صفحہ ۴۴۶)

فَائِدَہ: باوجودیکہ اعرابی نے آپ کے ساتھ سختی کی۔ آپ کی بے ادبی کی، تکلیف پہنچائی۔ مگر آپ نے برداشت کیا اور نوازا۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق کی بات تھی۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ آپ سے اسلام کی بنیاد پر کسی نے مانگا ہو اور آپ نے نہ دیا ہو۔ ایک سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں عنایت فرما دیں۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم اسلام لے آؤ۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس قدر دیتے ہیں کہ محتاجگی کا خوف نہیں رہتا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۳، مکارم صفحہ ۲۵۴)

غزوہ حنین کے موقعہ پر ایک عورت آئی۔ اس نے شعر سنایا۔ اور قبیلہ ہوازن میں آپ ﷺ کے دودھ پینے کا ذکر کیا۔ آپ نے اس کو خوب نوازا۔ یہاں تک کہ اس کی قیمت کا اندازاہ لگایا گیا تو پانچ لاکھ (درہم) کا اندازہ لگا۔ ابن وحیہ نے بیان کیا کہ یہ بے انتہا سخاوت نفس کی بات ہے۔ ایسی سخاوت کی مثال نہیں ملتی۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵)

فَائِدَہ: واقعی ایک عورت کو اس مقدار ہدیۂ جس کی مالیت اس دور کے اعتبار سے کروڑ سے زائد ہی بنتی ہے۔ دنیائے سخاوت کا یہ نادر واقعہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک مال دنیا کی کوئی قیمت نہیں۔ کم بیش کا لحاظ وہاں کیا جاتا ہے جہاں اس کی حیثیت اور مالیت ذہن میں ہو۔

حجامت پر ایک اشرفی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پچھنہ لگوایا۔ تو حجام کو ایک اشرفی عنایت فرمائی۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۹)

فَائِدَہ: پچھنہ لگانے کی معمولی اجرت ہوتی ہے۔ اس پر آپ نے ایک اشرفی عنایت فرمادی۔ یہ جود، سخاوت کی وجہ سے ہی ہوسکتی ہے۔ متوسط المزاج بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

حضرت جابر کو بحرین کے مال کا ہدیہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب شہید ہوگئے تو مجھے رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم کو مال کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر میرے پاس مال آئے گا تو میں تم کو اتنا دوں گا۔ چنانچہ دینے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت صدیق اکبر کی جب خلافت کا عہد آیا تو بحرین سے مال آیا۔ تو انہوں نے کہ آپ ﷺ کا جتنا وعدہ تھا اسی کے مطابق لے لو۔

(بخاری صفحہ ۳۴۴، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کا بیان

حضرت قدامہ بن عبداللہ بن عامر کی روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حج کے موقعہ پر) ایک سرخ اونٹنی پر رمی فرمارہے تھے اس طرح کہ نہ لوگوں کو مارا پیٹا جارہا تھا نہ دھکے دیئے جارہے تھے نہ ہٹو ہٹو کا شور ہنگامہ تھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: عام طور پر دیکھا جاتا ہے کوئی بڑا آدمی بھیڑ اور ازدحام میں چلتا ہے یا گزرتا ہے تو اس کے لئے آگے بڑھ کر راستہ صاف کیا جاتا ہے۔ گزرنے والے سے کنارے ہٹو ہٹو کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہرگز پسند نہ فرماتے۔ افسوس آج بعض بڑے لوگ اسے اپنا وقار سمجھتے ہیں۔ سو وقار اور اکرام و تعظیم کا وہ طریقہ جو خلاف سنت ہو محمود نہیں۔ یہ متکبر اور شاہوں کا طریقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درہم کا بھی نہ ہوگا۔ اور فرمارہے تھے اے اللہ اس حج کو ریاء اور شہرت سے خالی فرما۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۰۷، شمائل صفحہ ۲۲)

فائدہ: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس اونٹنی پر سوار حج فرمارہے تھے اس کے پالان یا آپ جس کپڑے میں ملبوس تھے اس کی قیمت چار درہم چار چونی بھی نہ تھی۔ یہ بھی اس غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی۔ گو بعض مصالح سے بعض اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے۔

نصر بن وہب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس پر زین بھی نہ تھی بلکہ صرف رسی لگام ڈالی ہوئی تھی۔ اور اس پر اونٹ کی کھال کا ٹکڑا پڑا تھا۔ پھر آپ نے معاذ کو بلایا اور اپنے پیچھے سوار کرلیا۔ (اخلاق صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: بلازین کی سواری، رسی کی لگام، اور اونٹ کی کھال پر بیٹھنا یہ سب امور تواضع سے متعلق ہیں چونکہ شان اور وقار والے ان امور کو بڑائی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

ہند ابن ابی ہالۃ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سے ملاقات ہوتی، پہلے سلام فرماتے۔

(ترمذی، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۳)

فَائِدَہ: ابتداءِ سلام تواضع اور حسن اخلاق کی علامت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو اس کی رگ پھڑ کنے لگی آپ نے فرمایا اطمینان رکھو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸، سبل صفحہ ۳۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے کپڑے میں پیوند لگا لیتے تھے۔

(اخلاق صفحہ ۱۱۷)

فَائِدَہ: کپڑے پر پیوند لگانا اور پھر اسے پہننا انتہائی درجہ کی تواضع کی بات ہے۔ آج پیوند لگا کپڑا اچھے اچھے لوگ پسند نہیں کرتے۔ اس کی اہمیت وفضیلت جلد اول میں صفحہ ۲۴۸ پر ملاحظہ کیجئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجلس میں کوئی مسند یا فرش نہیں بچھایا جاتا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۳۲)

فَائِدَہ: بلکہ لوگوں کی طرح نشست ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کو پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

مسجد کا گرد وغبار صاف فرماتے

یعقوب بن یزید کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کے جھاڑو سے صاف فرمایا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۸، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۴)

فَائِدَہ: جھاڑو دینا گرد وغبار صاف کرنا یہ تواضع کی بات ہے کہ رؤسا لوگ یہ کام نوکروں سے لیتے ہیں خود کرنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اپنے ہاتھ سے اینٹ گارے کا کام کر لیتے

حسنہ اور سواء خالد کے بیٹوں نے ذکر کیا کہ ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو دیکھا کہ دیوار کو درست کر رہے تھے۔ (ادب مفرد، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶)

زمین پر بیٹھنا زمین ہی پر کھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا آپ زمین پر (بلا فرش) بیٹھ جاتے تھے، زمین پر کھا لیتے تھے۔ صوف (موٹے اون کا کھردرا) کپڑا پہن لیتے تھے۔

(مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۰، سبل صفحہ ۳۶)

فَائِدَہ: عموماً لوگ بلا کچھ بچھائے زمین پر بیٹھنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بلا کرسی اور تخت کے زمین پر بیٹھنا

ان کو بھاتا نہیں۔ سو آپ ﷺ تواضع و مسکنت کی وجہ سے ان امور کو اختیار فرما لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا۔ تو میں نے کہا آپ کیوں نہیں ٹیک لگا کر کھانا کھا لیتے ہیں کہ اس میں آپ کو آسانی ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اور پیشانی کو جھکا لیا قریب تھا کہ پیشانی زمین کو چھو جاتی۔ اور فرمایا میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام۔ (آقا کے سامنے کھانا کھاتا ہے)۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۹۵، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۷)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے انتہائی تواضع اور مسکنت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے آپ کو ایک غلام کے مثل قرار دیا اور عمل کر کے دکھلایا۔ یہی حقیقی تواضع ہے کہ قول اور فعل دونوں سے کیفیت تواضع معلوم ہو۔

تین متواضعانہ صفات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میں تین خصلتیں ایسی تھیں جو متکبرین میں نہیں ہوتیں۔

❶ گدھے پر سوار ہو جاتے۔

❷ کوئی بھی آزاد غلام دعوت دیتا قبول فرما لیتے۔

❸ کوئی کھجور پڑا پاتے تو اسے (صاف فرما کر) کھا لیتے۔ (بیہقی فی الدلائل جلد ۶ صفحہ ۹)

فَائِدَہ: شرفا اور رؤسا میں یہ چیزیں ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ صوف کا لباس اور پیوند لگے ہوئے جوتے پہن لیتے۔ اور جو کھا لیتے تھے۔ (دار قطنی، سبل صفحہ ۳۴)

فاتح مکہ کا متواضعانہ داخلہ

مسند ابو یعلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے جس کا لوگ استقبال کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ کا سر مبارک تواضع اور مسکنت سے کجاوہ سے لگا جا رہا تھا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳۶)

فَائِدَہ: آدمی تو فاتحانہ بڑے کروفر، وقار اعزاز سے داخل ہوتا ہے مگر آپ ﷺ نے اس کے مقابلہ میں شکر اور تواضع کو پسند فرمایا۔

مجلس میں تواضع کی ایک صورت

موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے تواضع کی ایک شکل یہ ہے

کہ آدمی مجلس کے کنارے بیٹھنے پر خوش رہے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۱۵۷)

فَائِدَۃ: چونکہ اہل وقار کے لئے یہ شان کے خلاف ہے کہ وہ کنارے بیٹھ جائیں یا ان کو ایسی جگہ ملے جہاں عامۃ الناس بیٹھے ہوں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی جگہ دل کی رضا کے ساتھ بیٹھنا تواضع ہے۔ خیال رہے کہ مجلس میں اونچی جگہ ملے اور اس کی کوشش کرے۔ اس کے خلاف نفس کو گراں گزارے کبر کی علامت ہے۔

سواری میں تواضع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے موقعہ پر گدھے پر سوار تھے۔ جس کا لگام کھجور کی چھالوں سے بنا تھا، اور پالان بھی اسی کا بنا تھا۔ (شمائل صفحہ ۲۲)

فَائِدَۃ: عرب کے ماحول میں گدھے کی سواری بہت معمولی خیال کی جاتی ہے۔ شان اور وقار والے اس کا استعمال نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اس کی سواری فرماتے۔ چنانچہ غزوہ قریظہ میں باوجودیکہ امیر لشکر اور سپہ سالار تھے گدھے پر سوار تھے۔ حالانکہ ایسے موقع پر فاتح اپنی شان ہر ہئیت اور حالت میں دکھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، اونٹ، گدھے، خچر ہر ایک کی سواری فرمائی۔ یعنی ماحول میں جو عمدہ سمجھا جاتا ہے اس کی بھی اور جو کمتر سمجھا جاتا ہے اس کی بھی۔

آج کل جیپ، کار، موٹر سائیکل اور اسکوٹر پر چلنے والے سائیکل پر چلنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس سواری کو کمتر سمجھتے ہیں۔ سو یہ تواضع کے خلاف ہے۔ کبھی کار پر بھی چلے کبھی سائیکل کا موقع ہوا تو سائیکل پر بھی چل لیا۔ یا قریبی مکان میں جانا ہے سائیکل سے چلا جائے۔ کبھی پیدل چلا جائے یہ تواضع ہے۔

تواضع کی اہمیت اور فضیلت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خشوع اختیار کرتے ہوئے تواضع اختیار کرے گا قیامت کے دن اس کا درجہ بلند ہوگا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۷۸)

متواضعین کا مقام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تواضع جو بندہ اختیار کرتا ہے اللہ پاک اسے ساتویں آسمان میں بلند فرماتا ہے۔

حکمت کا نور

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کی حکمت کو بلند کرتا ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۱۸۷)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر آدمی کے سر میں حکمت ہے جو فرشتہ کے قبضہ میں ہے جب بندہ تواضع کرتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے۔ اس کی حکمت کو بڑھاؤ۔ (ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۶۱)

تواضع کا حکم

حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے مجھے وحی بھیجی ہے کہ میں تواضع اختیار کروں۔ ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی ظاہر نہ کروں۔ (ترغیب صفحہ ۸۵۸)

تواضع سے مرتبہ بلند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ معافی سے عزت ہی بڑھتی ہے۔ تواضع سے مرتبہ ہی بلند ہوتا ہے۔ (مسلم، ترمذی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ اور اس پر فوقیت ظاہر کرتا ہے اللہ اسے پست کرتا ہے۔

(مجمع جلد ۸ صفحہ ۸۳، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۵۶۱)

تواضع کا محل دل ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تواضع کرو۔ تواضع کا تعلق دل سے ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۸۲)

گھریلو کام کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ ﷺ گھر پر کیا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ عام آدمیوں میں سے ایک آدمی کی طرح رہتے تھے۔ اپنے کپڑوں میں جوں تلاش کر لیتے تھے۔ خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔ اپنا کام خود کر لیتے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۶۵، شمائل)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار میں حضور اکرم ﷺ کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ (خصائل صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: بعض لوگ گھریلو کام مثلاً گھر کی صفائی کھانے پکانے سے متعلق کوئی امور، چارپائی وغیرہ کی درستگی، پانی بھرنا، بازار جانا وغیرہ اچھا نہیں معلوم دیتا۔ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ سو آپ ﷺ کی ایسی عادت نہ تھی۔

جوں کے تلاش کا جو ذکر ہے مراد دوسروں کا جوں ہے۔ آپ ﷺ کے بدن یا کپڑے میں جوں نہیں

پڑتی تھی۔

احباب کے ساتھ معمولی کام میں شریک

ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اوراس کا کام تقسیم فرمالیا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح لیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا۔ کسی نے پکانا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلوگے۔ لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز رہوں۔ اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ (سبل صفحہ۱۳، خصائل صفحہ۲۸۱)

کام میں شرکت تواضع کی علامت ہے۔ ایسا نہیں تو کبر کا شائبہ ہے۔ اور خدا کو ذرہ برابر بھی کبر گوارہ نہیں۔

پیدل چلنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر بلکہ پیدل تشریف لائے۔ (بخاری صفحہ۸۴، شمائل صفحہ۲۳)

فائدہ: راوی کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ حسب ضرورت پیدل چلتے تھے۔ بڑے لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ اس سے محفوظ تھے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ تیس، چالیس قدم بھی پیدل چلنے میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ اسکوٹر موٹر سائیکل سے ہی وہ جاتے ہیں۔ قریب میں بازار ہو یا اور کوئی کام ہو۔ تب بھی سواری سے جاتے ہیں۔ یہ تواضع کے خلاف ہے۔ ایسا طریقہ شان وقار جو سنت کے خلاف ہو محمود نہیں مذموم ہے۔ محمود وہ طریقہ ہے جو انبیاء کا ہو یہ تو متکبرین اور نوابوں کا ہے۔

خصائل شرح شمائل میں ہے آپ ﷺ امراء وسلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے بلکہ پیادہ کثرت سے چلتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا۔ حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں حضرات پا پیادہ میری عیادت کو تشریف لائے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا۔ جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔

(خصائل صفحہ۲۹۴)

فائدہ: اولاً ایسے موقع پر تو بہت سے لوگ کام میں شرکت سے کتراتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ یہ لوگ کیا کریں۔ میں بیٹھا کھاؤں۔ یہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ کہ ہاتھ نہ بٹائے اور نفع کا منتظر رہے۔ اگر کوئی کام

لینا بھی ہے تو وہ جس میں ذرا اعزاز ہو اور پریشانی کم ہو۔ معمولی اور کمتر درجہ کے کام سے گھبراتا ہے۔ سو خیال رہے جس قدر مشکل اور کمتر کام ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔

مجذوم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھالیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا، اور اسے اپنے پیالہ میں شریک کرلیا اور فرمایا کھاؤ، "بسم اللّٰہ وثقۃ باللّٰہ وتوکلا علیہ"

(ترمذی جلد ۲، صفحہ ۴، ابوداؤد، ابن سنی صفحہ ۴۱۴)

فائدہ: آپ ﷺ نے جذام والے سے جس سے لوگ گھن کرتے ہیں ایک پیالے میں ساتھ کرلیا۔ یہ انتہائی تواضع اور للّٰہیت کی بات ہے۔ خیال رہے کہ حکم عام نہیں بلکہ اجازت ہے کہ ان سے دور رہیں۔

شفقت رحمت

بے انتہا شفیق و مہربان تھے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ لوگوں میں کسی کو شفیق و مہربان نہیں پایا۔ (مسلم، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۷)

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بسا اوقات نماز میں رہتا ہوں۔ اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز میں طول کروں۔ مگر بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ ان کے رونے کا مجھے سخت احساس ہوتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۹۸، مسلم)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بچوں کے رونے کی آواز کو شفقت و رحمت کی وجہ سے برداشت نہ کر پاتے۔ اور نماز کو مختصر فرما دیتے تاکہ شریک ہونے والی عورتیں بچوں کو چپ کر سکیں۔

مالک بن الحویرث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بڑے ہی رحمدل اور مہربان تھے۔ میں آپ کے پاس بیس رات رہا۔ آپ نے گمان کیا کہ مجھے اپنے گھر والوں کا اشتیاق ہے تو آپ نے مجھ سے جو اہل و عیال کو چھوڑ کر آیا تھا دریافت کیا اور فرمایا اپنے اہل و عیال میں چلے جاؤ اور وہیں رہو۔

(بخاری، مسلم، بیہقی، جلد ۳ صفحہ ۵۴، سبل جلد ۷ صفحہ ۲۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے ازروئے محبت و شفقت ان کو تاڑ لیا۔ اور گھر کے اشتیاق کی وجہ سے انہیں گھر جانے کو فرما دیا۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اور کعبہ کے پاس تشریف لائے اور اس کی چوکھٹ کو پکڑتے ہوئے فرمایا۔ تم لوگ کیا کہتے ہو اور کیا (ہم سے) گمان رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کریم بھائی اور کریم بھائی کے لڑکے۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے حق میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ خدا تمہاری مغفرت کرے گا اور وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ نے آپ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔

ذلیل رسوا کیا مارا پیٹا سخت ترین اذیتیں پہنچائیں اور جب آپ نے ان پر قابو پایا اور مکہ فتح کیا تو وہ قبضے میں آئے تو آپ ﷺ نے بجائے کچھ بھی کہنے کے اور انتقام لینے کے معاف فرما دیا۔ یہ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت کے باعث تھا۔ انسانی فطرت اور انصاف کا تقاضا تھا کہ آپ ان سے ان کے ظلم کے مثل بدلہ لیتے۔ خیال رہے کہ آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت کے متعلق کوئی ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں۔ جہاں آپ نے شفقت و رحمت اور مہربانی کا معاملہ کیا۔ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شفیق و مہربان تھے۔ شفقت و رحمت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ احباب اور دوستوں پر تو کیا کھلے اور چھپے دشمن پر بھی آپ نے انتہائی درجہ کا رحیمانہ شفیقانہ برتاؤ کیا۔ اپنی ذات سے کسی کو معمولی سے معمولی تکلیف نہیں پہنچائی۔ انسان تو انسان جانوروں پر بھی آپ رحیم و شفیق و مہربان تھے۔ آپ کی رحمت و شفقت کا علم جانوروں تک کو تھا۔ اسی لئے وہ اپنے مالک کی ظالمانہ شکایت اور فریاد بھی آپ سے کرتے۔ کیوں نہیں آپ تمام عالم میں رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قرآن پاک اس کی شہادت دیتے ہوئے کہتا ہے۔ "وما ارسلناك الا رحمة للعالمين"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہودی عورت جس نے زہر آلود بکری کھلائی تھی آپ کی خدمت میں لائی گئی۔ اور آپ سے عرض کیا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

(بخاری، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۰)

فائدہ: آپ ﷺ کی شفقت و رحمت نے گوارا نہ کیا کہ اس سے بدلہ اور انتقام لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عبید سے مروی ہے کہ جب (غزوہ احد میں) آپ ﷺ کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اور چہرہ مبارک بھی زخم آلود ہو گیا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اور کہا کہ آپ ان پر کیوں نہیں بددعا فرما دیتے تو آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لئے یعنی بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں دعا اور باعث رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے دعا کی اے اللہ ان کو ہدایت دیجئے یہ نہیں جانتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۱۰۳، سبل صفحہ ۲۱)

حلم و بردباری

آپ ﷺ سراپا حلیم و بردبار تھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بادیہ نشین شخص نے آپ کو پکڑا اور آپ کی چادر کو خوب زور سے پکڑ کر کھینچا کہ آپ کی گردن لال ہوگئی، اور وہ چادر بڑی کھردری تھی۔ آپ ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی تھا جو آپ سے یہ کہہ رہا تھا۔ یہ دو اونٹ ہمیں دے دیجئے۔ کہ تم نہ تو اپنا مال دو گے اور نہ اپنے باپ کا مال دو گے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ "استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ" چنانچہ آپ ﷺ نے اسے اونٹ کھجور، اور جو بھرا اونٹ دیا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۶۵۸، سبل صفحہ ۱۸)

فائدہ: دیکھئے اس دیہاتی نے آپ کے ساتھ کیا تکلیف دہ برتاؤ کیا، تکلیف بھی دی اور نامناسب بات بھی کہا کہ اگر دو گے تو نہ اپنا نہ اپنے باپ کا دو گے بلکہ مال غنیمت کا دو گے۔ اور آپ نے چھوڑ ہی نہیں دیا بلکہ مانگنے سے زائد دیا۔ یہ آپ کے حلم بردباری اور سخاوت کی وجہ سے تھا، جو ایسا برتاؤ کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور پیشاب کرنے لگا۔ آپ کے اصحاب نے اسے پیشاب سے روکا۔ تو آپ نے فرمایا اسے (اب) مت روکو (کہ اب پیشاب کرتے روکو گے ڈانٹو گے تو بھاگے گا اور پوری مسجد خراب کرے گا)۔ پھر آپ نے اسے بلا کر سمجھایا کہ مسجد میں پیشاب وغیر نہیں کیا جاتا۔ یہ ذکر تلاوت کی جگہ ہے۔ پھر ایک آدمی سے ڈول میں پانی منگوایا اور پھر اسے صاف کیا۔

(مختصراً بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس اعرابی کو آپ ﷺ نے اس بے جا اور غلط حرکت پر کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں بلکہ بلا کر سمجھا دیا۔ یہ آپ کے حلم اور بردباری کی بات تھی۔ ورنہ تو ایسے مقام پر غصہ آ جاتا، اور سخت وسست کہہ دیتا ہے۔ کمال ہے آپ کے حلم کی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر ایک شخص نے آپ سے کہا اے اللہ کے نبی انصاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "ویحك" افسوس تم پر میں اگر انصاف نہ کروں گا۔ تو کون انصاف کرے گا میں ناکامیاب ہو جاؤں گا گھاٹے میں پڑ جاؤں گا اگر انصاف نہ کروں گا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اس منافق کی گردن اڑائے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لوگ کہیں گے یہ اپنے ہی لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ (مسلم، بیہقی فی الدلائل جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

فائدہ: دیکھئے کیسی تکلیف دہ اور غلط بات کہی۔ بھلا بتایئے آپ ﷺ کو اکڑ کر کہتا ہے "انصاف سے کام لیجئے" بھلا آپ سے زیادہ کون منصف ہوگا کہ آپ زہد، تقویٰ خوف خدا میں سب سے زیادہ تھے۔ آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ حلم و بردباری سے سب برداشت کر گئے۔ یہ تھی آپ کی شان حلیمانہ۔

اس زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آ جائے تو وہ خود اور اس کے حواریین برس پڑیں گے۔ اور بڑھ چڑھ کر انتقام لیں گے۔ پھر ہمیشہ عنادی سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ یہ حلم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے اور مولف قلوب کو دے رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیا اور قریش کے معزز لوگوں کو دیا۔ اور ان حضرات کو دوسروں کے مقابلہ میں زائد دیا۔ تو اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم میں انصاف کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ اور نہ اللہ پاک کی رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ (بلکہ اپنے قبیلہ والوں کو خوش کیا گیا ہے) جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ (ایسا ایسا کہا گیا ہے) تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور بدل گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر خدا، رسول ہی انصاف نہ کرے گا تو کون کرے گا۔ پھر فرمایا خدا رحم کرے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی، اور انہوں نے صبر کیا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۴۰)

اس طرح کے واقعات جس سے آپ کا حلم کے اعلیٰ صفت کا حامل اور اس پر فائز ہونا معلوم ہوتا ہے ایک نہیں سینکڑوں ہیں۔ آپ ﷺ حلم و بردباری میں تمام انسانوں پر فائق تھے۔ آپ لوگوں کی تکلیفوں اور باتوں کو محض اللہ واسطے اور مکارم اخلاق پر گامزن ہونے کی وجہ سے برداشت کرتے۔ آپ نے غصہ اور انتقامی جذبہ سے کوئی کام نہیں کیا۔ حضرات انبیاء کرام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی شان یہی ہوتی ہے۔ خدائے پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا: "ان ابراهیم لاواه حلیم" حضرت ابراہیم بڑے آہ بکا کرنے والے اور حلیم و بردبار تھے ؎

وہ صبر و حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو
تحمل اجنبی کی ناروا باتوں کا فرماتے
کہ بے تہذیبوں گستاخیوں کو ضبط کر جاتے
خلاف طبع باتوں سے تغافل کر لیا کرتے
نہ باتوں کی پکڑ کرتے نہ شرمندہ کیا کرتے

(کوثر زمزم صفحہ ۴۹)

گفتگو اور کلام کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات

تدریج سے کلام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ آپ کا کلام بالکل صاف جدا۔ جدا، ممتاز ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والا اسے محفوظ کر لیتا تھا۔ (شمائل، ابوداؤد صفحہ ۳۸، ۳۹، مسلم، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو یکے بعد دیگرے ملی ہوئی نہ تھی۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ ہر کلمہ ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز الگ الگ ہوتا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ گفتگو تدریج کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۶۵، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ کا کلام جدا جدا ہوتا تھا۔ جو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵)

فائدہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی بولتے ہیں۔ ایسوں کی گفتگو جلدی سمجھ میں نہیں آتی دوبارہ پوچھنا پڑتا ہے یا بلا سمجھے چھوڑ دیا جاتا ہے آپ کی گفتگو ایسی نہ ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو تھوڑی تھوڑی گفتگو فرماتے۔ اور تم لوگ تو جلدی جلدی چھینٹ دیتے ہو۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: یعنی تم لوگ تو مسلسل جلدی جلدی کلام کر جاتے ہو۔ آپ ﷺ کی گفتگو ایسی نہ ہوتی تھی۔

تبسم فرماتے ہوئے گفتگو فرماتے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو کبھی ایسا نہ دیکھا کہ آپ گفتگو فرماتے ہوئے مسکراتے نہ ہوں۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

گفتگو فرماتے ہوئے دانتوں مبارک سے نور نکلتا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوتا۔ (بخاری، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۳۰)

کسی کی بات کے درمیان گفتگو نہ فرماتے

حضرت حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کسی کی بات نہ کاٹتے (نہ بیچ میں بولتے نہ منع فرماتے) تاوقتیکہ وہ حد سے زیادہ تجاوز نہ کرتا۔ پھر یا تو منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل صفحہ ۲۹۱)

فَائِدَہ: یعنی بولنے والے کو موقع دیتے اس کی بات کاٹ کر نہ بولتے۔ ہاں نامناسب بات پر روک دیتے یا مجلس سے اٹھ جاتے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فضول باتوں میں نہ رہتے

حضرت ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جامع گفتگو فرماتے۔ نہ بہت مجمل و مختصر گفتگو فرماتے، نہ فضول باتیں کرتے۔ (ترمذی، ابوالشیخ، سبل صفحہ ۱۳۰)

جوامع الکلم سے نوازے گئے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

فَائِدَہ: یعنی آپ نہایت ہی فصیح و بلیغ و جامع گفتگو سے نوازے گئے۔ اسی وجہ سے تو آپ کے ایک ایک کلمہ سے علماء نے سینکڑوں مسائل و نکات نکالے۔

گفتگو کرتے وقت کبھی ہاتھ کو حرکت دیتے

ہند بن ابی ہالہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو (کبھی) دائیں ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ (ترمذی، ابن سعد، سبل صفحہ ۱۳۶)

کلام ایسا مکمل جامع و پر مغز حقانی
نہ بالکل مختصر ادھورا ہی نہ طولانی

(کوثر و زمزم صفحہ ۴۵)

آپ ﷺ کا کلام طول طویل نہ ہوتا تھا

آپ ﷺ کا کلام طول طویل نہ ہوتا تھا۔ مختصر جامع ہوتا تھا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

آپ کی آواز بلند تھی گو آپ زور سے نہ بولتے تھے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

خوشی اور غصہ کی حالت میں بھی آپ کا کلام حق اور معتدل ہوتا تھا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: آپ ﷺ کسی ضرورت پر ہی گفتگو فرماتے۔ بلا فائدہ کچھ نہ بولتے۔ آپ کی عادت زیادہ بولنے کی نہ تھی۔ تبلیغ دعوت اور فکر آخرت میں آپ متفکر رہتے۔

خاموشی میں وقار، گفتگو میں بہار

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب خاموش رہتے تو وقار ٹپکتا تھا، گفتگو فرماتے تو بہار ہوتا۔ آپ بہت خوش کلام تھے۔ (بیہقی، سبل صفحہ ۱۳۰)

کبھی گفتگو کرتے ہوئے آسمان کی جانب نگاہ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ بسا اوقات بیٹھے گفتگو فرماتے تو آسمان کی جانب نگاہ فرماتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵، بیہقی، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آسمان کی جانب نگاہ کرنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور وحی کے انتظار میں ہوتا۔ آپ ﷺ کو ان کا اشتیاق رہتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرط محبت الٰہی کی وجہ سے آسمان کی جانب نظر فرماتے۔

شمار کرنے والا شمار کر لیتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گفتگو اس قدر آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا فرماتے کہ کوئی گننے والا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (کنز ۱۸۴،۴۸، جمع الوسائل صفحہ)

فائدہ: ؎

اگر لفظ گنتا کوئی گن لینا تھا آساں تر
ہر ایک لفظ کو بالفصل فرماتے تھے منہ بھر کر

اکثر تین مرتبہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کلمہ کو تین، تین مرتبہ لوٹاتے تاکہ سمجھ میں آجائے۔ (شمائل صفحہ ۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ اور

جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ اسے کہتے۔ (ترمذی، بخاری صفحہ ۴۰)

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۲۱، سیرۃ الشامی صفحہ ۱۳۰)

سوال کا جواب بھی تین مرتبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے یا سوال کا جواب دیتے تو تین مرتبہ تکرار فرماتے تاکہ سمجھ میں آجائے۔ (ابن سعد، سبل صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: اس میں ہر طبقہ کی رعایت ہے سننے والے کو یہ خدشہ ہی نہیں رہتا کہ پتہ نہیں کیا بولا گیا۔ مزید دوبارہ معلوم کرنے کی جس سے بسا اوقات جھجک ہوتی نوبت نہیں آتی۔

چیخنا اور زور سے بولنا ناپسند تھا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کو چیختا ہوا پاتے تو اسے ناپسند فرماتے۔ آپ کو ہلکی آواز پسند تھی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۷)

فائدہ: زور سے چیخنا بلند آواز سے بولنا اچھی بات نہیں۔ قرآن پاک میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ بازاری اور جاہلوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کسی بات کو متانت اور سنجیدگی کے بجائے چلا کر ہی بولتے ہیں۔ جو شرافت کے خلاف ہے۔

ہند ابن ابی ہالہ کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی کیفیت

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے غم میں متواتر سوچ میں رہا کرتے۔ آپ کو بے فکری نہیں تھی۔ اکثر خاموش رہتے۔ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ گفتگو کی ابتدا و انتہا میں منہ بھر کلام فرماتے (کوئی بات کٹتی نہیں) جامع الفاظ ہوتے۔ کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا۔ فضولیات نہیں ہوتیں۔ نہ کوتاہ (کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے) نہ سخت مزاج تھے۔ نہ کسی کی توہین کرنے والے۔ نعمت کی قدر فرماتے (مختصراً، شمائل ۱۴)

آپ کے کلام کی جامع کیفیت ابن قیم نے زاد المعاد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتگو مبارک کا نہایت ہی جامع نقشہ میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح الکلام، شیریں کلام تھے آپ کی باتیں بہت میٹھی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کا کلام دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتا تھا۔ اور روح کو قید کر لیتا۔ جس کی شہادت خود ان کے دشمنوں نے دی۔ جب گفتگو فرماتے تو الگ الگ جدا جدا کہ گننے والا گن لیتا۔ اس قدر تیز نہیں کہ محفوظ نہ رکھا جا سکے۔ نہ انتہائی آہستہ کہ کلام کے ٹکڑوں کا فصل معنی میں خلل پیدا کردے۔ بلکہ ہر اعتبار سے خوبیوں کا حامل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اس طرح صاف صاف جدا جدا فرماتے کہ حاضرین مجلس اسے یاد کر لیتے تھے۔ بسا اوقات کلام کو تین، تین مرتبہ لوٹاتے کہ سمجھ میں آجائے۔ اسی طرح (کبھی) سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ طویل خاموش رہتے۔ بلا ضرورت کلام نہ فرماتے۔ کلام کا آغاز اور اختتام منہ بھر کر فرماتے (کہ کوئی حرف ادھورا نہ رہتا) جامع گفتگو فرماتے۔ نہ فضول بولتے نہ بہت مختصر بولتے۔ لایعنی کلام تو کرتے ہی نہیں۔ وہی گفتگو فرماتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ (زادالمعاد جلد اصفحہ ۱۸۲)

فائدہ: اس کلام میں ابن قیم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ آپ کا کلام بھی آپ کی صورت وسیرت کی طرح نہایت ہی خوبیوں کا حامل ہوتا کہ اس سے زائد کا تصور نہیں ہوسکتا۔ کبھی جب گفتگو فرماتے تھے موتی پروتے تھے کہ سب الفاظ واضح غیر مبہم صاف ہوتے تھے۔

کبھی ہاتھوں کے اشارہ سے سمجھاتے

حضرت ابوجبیرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت یکے بعد دیگرے بھیجا گیا ہوں۔ اس طرح پھر آپ نے انگشت شہادت کو بیچ والی انگلی سے ملا کر دکھلایا۔

(طبرانی، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: خطاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہاتھ چلانے کی نہیں تھی۔ البتہ کبھی کبھی کسی چیز کو سمجھانے کے لئے بطور مثال کے ہاتھوں سے کر کے دکھاتے تھے۔ تاکہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

باتوں کو مثالوں سے بھی سمجھاتے تھے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں میں تشریف لائے۔ درخت کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر۔ میں نے کہا لبیک اے رسول خدا۔ آپ نے فرمایا بندہ مؤمن جب نماز پڑھتا ہے اور اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں آیا تو پوچھا اے رسول اللہ، اللہ پاک مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ تم کبھی خشک سوکھی زمین پر سے گزرے ہو۔ پھر ہری بھری (بارش) ہوگئی ہو اس پر سے گزرے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح زندہ کرنا ہوگا۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۷۹)

عربی کے علاوہ میں آپ ﷺ کی گفتگو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے میں نے عرض کیا۔ ہم نے ایک بکری ذبح کی اور ایک صاع جو پکایا ہے۔ آپ اور کچھ اصحاب تشریف لے آئیں۔ آپ نے اعلام فرما دیا اے خندق کھودنے والے۔ جابر نے "سور" بنایا ہے۔ چلو! (بخاری صفحہ ۵۸۹)

فَائِدَة: سور، فارسی زبان میں کھانے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور میں پیٹ کے درد میں مبتلا تھا تو آپ نے فرمایا۔ اشکنب درد۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جاؤ نماز پڑھو اس میں شفا ہے۔

(ابن ماجہ، سبل صفحہ ۱۳۳)

اشکنب زبان فارسی میں پیٹ کو کہتے ہیں۔

فَائِدَة: اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کی زبانوں کو جاننا اور بولنا درست ہے۔ فارسی بولنا آپ کے معجزہ کے طور پر تھا۔ یا عرف میں رائج یا سننے سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ نماز میں صحت مرض ہے۔ پیٹ کے درد کے موقعہ پر نماز مفید ہے۔ حافظ نے بیان کیا کہ نماز میں فارسی زبان میں گفتگو نہ کرنے کی حدیث جہنمیوں کی گفتگو فارسی ہوگی۔ ضعیف ہے۔ جو نا قابل اعتبار ہے۔

قصہ گوئی

اہل وعیال کی ملاطفت

کبھی احباب کی رعایت میں عبرت آمیز قصے اور واقعات بھی آپ ﷺ سناتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رات بنی اسرائیل کے واقعات کو سناتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ کہ صرف نماز ہی کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی تہجد کی نماز کے لئے۔

فَائِدَة: اتفاق سے آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے سنایا ہوگا۔ اور سلسلہ کلام چل پڑا ہوگا۔

یا راوی نے دیر گئی رات کی تعبیر مبالغۃً صبح سے کردی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی عملی سلسلے میں اگر اتفاقاً کبھی رات دیر ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر صبح کی نماز یا تہجد کے معمولات وغیرہ میں کوئی فرق نہ پیدا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ اکثر و بیشتر ہمیں یہ قصہ سنایا کرتے تھے۔ ایک عورت پہاڑ کے دامن میں اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی تھی۔ بچے نے پوچھا آپ کو کس نے پیدا کیا۔ ماں نے کہا اللہ نے پھر پوچھا باپ کو کس نے پیدا کیا۔ جواب دیا اللہ نے۔ پھر پوچھا آسمان کو کس نے بنایا۔ کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا پہاڑ کو کس نے پیدا کیا۔ اس نے کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا گائے کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا بکری کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ بچے نے کہا میں اللہ کی یہ شان نہیں سن سکتا۔ پس اس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے کو ہلاک کردیا۔ (سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۳۸۵)

قصہ گوئی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے رات کو (عشاء کے بعد) اپنی بیویوں کو قصہ سنایا۔ اس پر ایک بیوی نے یہ کہا۔ یہ قصہ تو ایسا ہی ہے جیسے کہ خرافہ کا قصہ۔ (خرافہ کا قصہ ان کے درمیان مشہور تھا) آپ نے فرمایا جانتی ہو خرافہ کا اصل واقعہ کیا ہے۔ خرافہ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا۔ جسے جنات جاہلیت کے زمانہ میں اٹھا لے گئے تھے۔ ایک زمانہ تک وہ جناتوں میں رہے۔ پھر انسانوں کی طرف واپس کردیا۔ وہاں کے قیام کے زمانہ کے جو عجائبات (اور قصوں) کو نقل کرتے۔ اسے لوگ حدیث خرافہ کہنے لگے۔ (شمائل صفحہ ۱۷، مجمع جلد۴ صفحہ ۲۱۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ ازواج مطہرات کو سونے کے وقت عشاء کے بعد خوش طبعی کے طور پر نتیجہ خیز عبرت آمیز کوئی قصہ واقعہ سناتے۔ ایک مرتبہ آپ نے کوئی تعجب خیز قصہ سنایا تو کسی بیوی نے بتایا کہ یہ تو تعجب خیز ہونے میں حدیث خرافہ کی طرح ہے اس پر آپ ﷺ نے خرافہ کا حقیقی واقعہ بتایا۔ اس زمانہ میں ہر تعجب خیز حیرت انگیز واقعہ کو حدیث خرافہ کہہ دیا جاتا تھا۔ چونکہ وہ مثل خرافہ کے ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کو عشاء کے بعد سونے کے وقت خوش طبعی کے طور پر کوئی قصہ واقعہ جس میں عبرت اور سبق حاصل ہو سنائے تو ممانعت میں داخل نہیں۔ (جمع جلد ۲ صفحہ ۴۸)

اور رات کو عشا کے بعد واہی تباہی امور میں پڑ کر سونے میں تاخیر کرنا۔ یا یونہی وقت اِدھر اُدھر ضائع کرنا ممنوع ہے۔ کہ عشا کے بعد متصلاً سونے کی تاکید ہے۔ تاکہ تہجد کی توفیق ہو سکے یا صبح کی نماز میں کسی سستی نیند کا غلبہ نہ ہو۔ ''دیکھئے شمائل کبریٰ دوم سونے کا بیان'' افسوس کہ آج کل عشاء کے بعد رات گئے کافی دیر تک واہیات میں پڑے رہتے ہیں یا ٹی وی جیسے حرام امور کے ساتھ مشغول رہ کر اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ بجائے ذکر الٰہی پر سونے کے خرافات غضب الٰہی کا باعث ہو کر سوتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔

شعر کے متعلق

آپ ﷺ کا کلام منظوم

جندب بن سفیان الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی انگلی کو ایک پتھر نے زخمی کر دیا (جنگ احد کے موقع پر) اور اس سے خون بہنے لگا تو آپ نے یہ پڑھا ؎

هل انت الا اصبع دميت ❁ وفی سبيل الله مالقيت

نہیں ہو تم مگر ایک خون آلود انگلی ❁ جو تکلیف پہنچی ہے وہ راہ خدا میں ہے

(بخاری صفحہ ۲۱۷، شمائل صفحہ ۱۶)

حضرت براء سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا اے ابوعمارہ (ان کی کنیت ہے) کیا تم لوگ حنین کے موقعہ پر پیچھے بھاگ گئے تھے۔ کہا میں تو حضور پاک ﷺ کے پاس تھا نہیں بھاگا تھا۔ ہاں البتہ لوگوں نے جلدی کی تھی۔ اور ہوازن کے لوگوں نے تیر سے چھلنی کر دیا تھا۔ اور ابوسفیان بن الحارث آپ کے سفید خچر کے لگام کو پکڑے تھا اور آپ یہ پڑھ رہے تھے ؎

انا النبی لا کذب ❁ انا ابن عبدالمطلب

(بخاری صفحہ ۶۱۷، شمائل صفحہ ۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ باوجودیکہ شاعر نہیں تھے۔ شاذ و نادر طور پر کبھی کبھار شعر پڑھ لیتے تھے۔ عموماً کبھی دوسرے کے اشعار سے تفریح کر لیتے تھے۔ اوپر جو "**هل انت الا اصبع**" شعر گزرا ہے۔ بیشتر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ آپ کا شعر نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ یہ شعر ابن رواحہ کا ہے۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شعر ولید بن الولید کا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۴۵، جمع الوسائل صفحہ ۳۶)

بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ بالقصد شعر نہیں کہا۔ بلکہ بلا ارادہ کلام منظوم صادر ہو گیا۔ (فتح الباری)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اگر آپ کا ہی شعر ہو تو ایک آدھ شعر سے آدمی شاعر، اور شعر والا نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ ہی کا کلام ہو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۳)

دوسرا شعر جنگ حنین کے موقعہ کا ہے۔ قبیلہ ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے حضرات صحابہ ذرا پیچھے

ہٹ گئے تھے تو آپ نہایت ہی شجاعت اور بہادری سے دُلدُل نامی خچر پر سوار جسے مقوقس نے ہدیۃً دیا تھا۔ یہ شعر پڑھ کر مبارزہ کر رہے تھے۔ عبدالمطلب آپ کے دادا تھے والد نہیں تھے۔ دادا کی طرف نسبت کی وجہ یہ تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا تھا اور آپ دادا کی طرف سے ہی مشہور تھے۔ مزید یہ کہ دادا رئیس مکہ تھے اس وجہ سے آپ نے دادا کی طرف منسوب کیا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا آپ ﷺ کبھی شعر بھی پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر پڑھ رہے تھے۔ (کبھی اور کسی شاعر کا) اور کبھی یہ شعر پڑھ لیا کرتے تھے۔ "ویاتیك بالاخبار من لم تزود "

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں ذکر ہے کہ کبھی کبھار آپ ﷺ دوسرے شاعر کے اشعار جو حکمت سے پُر ہوتے تھے پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث مذکور میں دو شاعروں کے شعر پڑھ لینے کا ذکر ہے۔ عبداللہ بن رواحہ اسلامی شاعروں میں ہیں جو مشہور صحابی ہیں۔ آپ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ قبیلہ خزرج سے متعلق تھے۔ بدریین میں سے تھے۔ جنگ موتہ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۴)

یہ شعر جو مذکور ہے طرفہ ابن عبد کا ہے۔ سبعہ معلقہ جو ادب کی مشہور کتاب ہے اس میں اس کا ایک معلقہ ہے اسی میں شعر ہے۔ پورا شعر یہ ہے ؎

ستبدی لك الایام ماکنت جاهلاً ❁ ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا گیا کبھی آپ کوئی شعر پڑھتے تھے۔ تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جواب دیا آپ کو شعر مبغوض تھا۔ ہاں کبھی طرفہ کا یہ شعر پڑھ لیتے تھے اور وہ اول کلمہ کو آخر اور آخر کو اول کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے "من لم تزود بالاخبار" کہا تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اس طرح نہیں ہے۔ اے اللہ کے رسول یعنی "الاخبار" پہلے ہے اور "من لم تزود" بعد میں ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں کوئی شاعر نہیں ہوں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۴، مع شرح مناوی)

یعنی آپ معنی کی رعایت ملحوظ رکھتے وزن شعری کا نہیں۔ اور کبھی وزن کے مطابق بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ عکرمہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ سے انہوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کبھی شعر بھی پڑھ لیتے تھے۔ ہاں کبھی گھر میں داخل ہوتے تو یہ شعر پڑھ لیا کرتے تھے۔

ع　یانیك بالاخبار من لم تزود

یعنی وہ غیب کی خبریں لاتا ہے جس کی تم کوئی اجرت نہیں دیتے ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۲۷)

آپ ﷺ کے شاعروں کا بیان

آپ ﷺ کے تین مخصوص ایسے شاعر تھے جن سے آپ مخصوص طور پر شاعرانہ خدمات لیا کرتے تھے۔

❶ حضرت حسان بن ثابت یہ کافروں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ اور ہجویہ اشعار کے ذریعہ سے ان کی ہجو کرتے تھے۔ آپ ﷺ حضرت حسان سے فرماتے ان کی ہجو کرو تمہارے ساتھ حضرت جبرئیل ہیں۔
(مسلم جلد۲ صفحہ۳۰۰، طحاوی جلد۲ صفحہ۳۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسان کے لئے دعا فرماتے ہوئے فرمایا "اللھم ایدہ بروح القدس" اے اللہ ان کی مدد جبرئیل سے فرما۔ (مسلم صفحہ۳۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی میں منبر لگا دیا جاتا وہ اس پر اشعار پڑھا کرتے۔

براء بن عازب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم مشرکین کی ہجو کرتے رہو حضرت جبرئیل تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔

❷ عبداللہ بن رواحہ کافروں کو عار دلانے والے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ۳۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں عبداللہ بن رواحہ نے اشعار پڑھے تو آپ نے فرمایا بہت عمدہ پڑھا۔ (طحاوی صفحہ۳۷۳)

حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابن رواحہ کے بارے میں فرمایا تم بہت اچھا شعر پڑھتے ہو۔ (طحاوی صفحہ۳۷۲)

❸ کعب بن مالک کفار کو حربی اور قتال کے شعر سے خوفزدہ کرتے تھے۔ (سبل صفحہ۳۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت کعب شعر پڑھتے اور خوب اچھا پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ۳۷۲)

آپ ﷺ کا پسندیدہ شعر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید کا ہے۔ "الا کل شیء ماخلا اللّٰہ باطل" آگاہ ہو جاؤ اللہ کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔ اور امیہ ابن صلت کا قریب تھا کہ اسلام لے آئے۔ (شمائل صفحہ۱۶، مسلم جلد۲ صفحہ۲۳۹)

فائدہ: لبید ایک مشہور شاعر تھا۔ حدیبیہ کے بعد وفود کی آمد کے سال مدینہ آیا۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے میں اس کی شرافت مشہور تھی۔ طویل عمر پائی۔ بعضوں نے کہا ۱۴۰ سال کی، بعضوں نے کہا ۱۵۷ سال کی عمر پائی۔ عرب کے فصیح و بلیغ شاعروں میں اس کا شمار تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شعر گوئی چھوڑ دی تھی اور کہتا کہ مجھے قرآن کافی ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع یہ ہے۔

ع وکل نعیم لا محالۃ زائل

ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔ (جمع صفحہ ۳۵)

امیہ بن صلت بھی ایک مشہور شاعر تھا اس کے اشعار بھی بڑے پر حکمت اسلامی مزاج کے موافق ہوتے تھے۔ مگر یہ اسلام کی دولت سے مشرف نہ ہو سکا۔ اس شاعر نے بدر کا بھی زمانہ پایا۔ مقتولین کفار بدر پر اس کا مرثیہ بھی ہے ۸ھ میں طائف کے محاصرہ کے موقعہ پر انتقال ہوا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۳۵)

شعر سننا

حضرت ثرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو امیہ بن صلت کے سو شعر سنائے۔ ہر شعر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے سو اشعار اور سنائے۔ پھر فرمایا قریب تھا کہ اسلام لے آتا۔ (شمائل، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ثرید نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا اے۔ امیہ بن صلت کے اشعار تجھے یاد ہیں میں نے کہا ہاں۔ میں نے ایک شعر پڑھ کر سنایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اور سناؤ یہاں تک کہ سو اشعار سنا دیئے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۲۸، شمائل صفحہ ۱۶)

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سنانے کی اولاً فرمائش کی۔ چنانچہ فرمائش کرتے رہے اور سن کر محظوظ ہوتے رہے۔

یہ سفر کے موقعہ کا واقعہ ہے۔ سفر کی پریشانی اور تعب اور مشقت وکلفت کو دور کرنے کے لئے تقریباً آپ نے یہ اشعار سنے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رفیق سوار ثرید کی رعایت میں کہ اس کا دل بہلتا رہے۔ اور سفر کے تعب کا احساس نہ ہوا آپ نے ایسا کیا ہو۔ امیہ بن صلت کے اشعار باوجودیکہ وہ اسلام نہ لا سکا تھا اس وجہ سے پسند تھے کہ اس کے اشعار میں توحید، قیامت امور حقہ اور پند نصائح زیادہ ہوتے تھے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امیہ کا جب آپ نے یہ شعر سنا ؎

لك الحمد والنعماء والفضل ربنا
فلاشي اعلى منك حمداً ولا مجداً

تو آپ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایمان لے آئے۔

امیہ بن صلت۔ ایام جاہلیت کا مشہور بلیغ فصیح شاعر تھا۔ قبیلہ ثقیف کا تھا۔ وحدانیت اور بعثت کا قائل تھا۔ جاہلیت کے زمانہ کا عابد زاہد تھا۔ انجیل وتورات کا عالم تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی آمد کا علم جیسا کہ یہود نصاریٰ کے علماء رکھتے تھے واقف تھا۔ اس نے ایام جاہلیت میں خطوط کے آغاز میں "باسمك اللھم" لکھا۔ اسی سے قریش نے سیکھا۔ مگر آپ کی نبوت پر حسد کی وجہ سے ایمان نہ لا سکا۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس کے متعلق فرمایا۔"امن لسانه و کفر قلبه" زبان سے ایمان کی باتیں کرتا ہے۔ دل سے کافر ہے۔
(جمع الوسائل صفحہ ۴۴)

آپ ﷺ کی مجلس میں اشعار

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کی مجلسوں میں سو مرتبہ سے زائد بیٹھا ہوں۔ آپ کے اصحاب آپ کی مجلس میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور جاہلیت کے قصہ واقعات کا ذکر کرتے تھے۔ آپ خاموش سنتے رہا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات ان کے ساتھ مسکرا دیتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۱۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ مجلس میں اصحاب مجلس کی رعایت فرماتے۔ وہ اشعار سناتے۔ ایام جاہلیت کے واقعات وقصص کہ ہم لوگوں کا ایمان سے پہلے یہ حال تھا ان واہیات میں ہم لوگ گرفتار تھے۔ کچھ واقعات کے طور پر کچھ مزے کے طور پر سناتے۔ آپ ان کی دلداری میں تفریحاً سنتے۔ کبھی ہنسی کی بات پر مسکرا بھی دیتے۔ راوی کا مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں صرف دنیا اور آخرت جنت وجہنم ہی کا ذکر نہ ہوتا۔ بلکہ اصحاب ورفقا کی دلداری میں تفریحی باتیں بھی ہوتیں۔

ملا علی قاری نے مجلس میں آپ کے خاموش ہونے کی توجیہہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی خاموشی تحیر فی اللہ (توجہ باطنی) کے لئے یا دنیا و آخرت کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اور راوی کا یہ بھی مقصد ہے کہ آپ ﷺ اشعار اور جاہلیت کے واقعات کے مجلس میں ہونے سے انکار اور منع نہ فرماتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اصحاب کی رعایت میں اشعار واقعات قصص واخبار وغیرہ کا تذکرہ ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں مگر منکرات پر مشتمل نہ ہو کہ وہ گناہ ہے۔ مثلاً غزل وغیرہ یا واہیات مہج نفس کہانیاں، ناول اور افسانوں قصے تو ان کی شرعاً اجازت نہیں۔ ایسی باتیں جو مباح اور جائز ہوں اہل مجلس کی رعایت کے لئے تفریحاً کبھی کبھی ہو جائے تو یہ بھی مشروع ہے اور سنت ہے۔ کیسے نہیں کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا اشعار پر حکمت بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۹۰۸، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ابن رواحہ آپ کے آگے چلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

خلوا بنی الکفار عن سبیله ❁ الیوم نضر بکم علی تنزیله

ضرباً بزیل الهام عن مقیله ❁ ویذهل الخلیل عن خلیله

تَرجَمَہ: "اے کافر کی اولاد و حضور پاک ﷺ کا راستہ چھوڑ دو۔ ان کی آمد تم پر ہوئی ہے آج تم کو پیٹیں گے، کہ سر تن سے جدا ہو جائے گا اور دوست دوست کو بھول جائے گا۔"

حضرت عمر فاروق (جو پاس ہی تھے) نے کہا اے ابن رواحہ حضور پاک ﷺ کے سامنے اور حرم میں شعر پڑھ رہے ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! ان کومت روکو۔ یہ اشعار ان پر (کفار) پر تیر سے زیادہ سخت ہیں۔ (ترمذی، شمائل صفحہ ۱۶، نسائی)

فائدہ: ۶ھ میں حضور اقدس ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا لیکن کفار مکہ نے حضور ﷺ کو موضع حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ اس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھہری تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آکر اپنا عمرہ پورا کر لیں۔ اس معاہدہ کی بناء پر ذیقعدہ ۷ھ میں حضور اقدس ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے۔ (خصائل نبوی صفحہ ۱۹۱) اسی وجہ سے اس کا نام عمرۃ القضاء پڑا۔

حافظ ابن حجر نے اور ملا علی قاری نے اس موقعہ کے اور بھی اشعار نقل کئے ہیں۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے ادب اور حرم کے احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے، اس کو باقی رکھا۔ (خصائل صفحہ ۱۹۱)

چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی ہے (اور یہاں شعر کو پڑھتے دیکھ رہے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ (ان اشعار کے ذریعہ) گویا تم ان پر تیر برساتے ہو۔ (جمع جلد ۲ صفحہ ۴۴)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تلوار سے مار کر ان کی طاقت ختم کی جاتی ہے اسی طرح اشعار میں ہجو کے ذریعہ سے ان کے غرور فخر وتکبر کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ جو عزت والوں کے لئے تیر سے زیادہ سخت ہے۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ؎

حراحات السنان لها الالتيام ❊ وما يلتام ما حرح اللسان

ترجمہ: ”کہ تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اشعار کا حکم یکساں نہیں جو حکمت، نصیحت دینی باتوں پر مشتمل ہو اس کی اجازت سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ علامہ قرطبی ”والشعراء یتبعھم“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں جب آپ ﷺ نے شعر سنا، حضرت ابوبکر نے پڑھا تو اس کے علاوہ بھی کسی کی اقتدا معیار پر ہو سکتی ہے حسن بصری کہتے ہیں اچھے اشعار کا کسی اہل علم نے انکار نہ کیا اور اسی طرح کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور اہل علم و اہل اقتداء نے شعر پڑھا یا اور دوسروں کے اشعار کو نقل کیا ہے۔ (قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی اور خندہ دہنی

مسکراتا چہرہ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے بعد ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے چہرہ سے میرے ساتھ ملاقات فرمائی۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دروازے سے ایک متبرک آدمی جس کے چہرے پر فرشتوں کے مانند نورانیت برستی ہے آرہا ہے۔ چنانچہ حضرت جریر داخل ہوئے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۰، ادب مفرد صفحہ ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۵۱)

ام درداء کہتی ہیں کہ حضرت ابودرداء کوئی گفتگو کرتے تو مسکرا کر فرماتے میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا نہیں دیکھا کہ مسکراتے ہوئے گفتگو نہ فرماتے ہوں۔ (اسی سنت کی اتباع میں میں بھی ایسا کرتا ہوں)۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ مسکرانے والے اور اخلاق حمیدہ کے حامل تھے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

فائدہ: باوجودیکہ آپ آخرت اور اسلام کی فکر میں مغموم رہا کرتے تھے۔ مگر چہرہ پر اس کا اثر نمایاں نہیں رہتا۔ گفتگو اور ملتے وقت مسکراتے ہوئے ملتے جس سے ملنے والا شیداء ہو جاتا۔

حصین بن یزید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستا نہیں دیکھا ہاں مگر مسکراتے دیکھا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۲۶۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس مکھ اور مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے تھے۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی آتا تو آپ کے چہرے میں ایسی مسکراہٹ پاتا کہ آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا چوم لیتا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بعض اوقات خوش طبعی ہنسی

مذاق کی بھی باتیں کرتا ہوں۔ ہاں مگر وہ حق اور سچی بھی ہوتی ہیں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۵)

فَائِدَہ: عموماً آدمی ہنسی مذاق خوش طبعی خلاف واقعہ جھوٹ سے کرتا ہے۔ آپ یہ نہ کرتے۔

مالداروں پر فضیلت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم مالداروں پر سبقت حاصل نہ کرسکو گے۔ لیکن تم چہرے کی بشاشت اور حسن اخلاق سے آگے بڑھ جاؤ گے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۴، حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

افضل ترین صدقہ

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ اپنے ہر ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو۔ اور یہ کہ مسکراتے چہرے سے لوگوں سے ملاقات کرو۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۰۴، ترمذی صفحہ ۱۸، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، نیک بات کا بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، اپنے بھائی کے ساتھ مسکرانا صدقہ ہے۔ گم شدہ راہ کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۱، مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

خندہ پیشانی کو معمولی نہ سمجھو

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نیکی کو معمولی یا حقیر مت سمجھو۔ اگرچہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی ہی کے ساتھ چلنا کیوں نہ ہو۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۱، مسلم)

خوش مزاج ہونا ایک نعمت ہے

عبداللہ ابن خُبیب جہنی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا خوش مزاج اور ہشاش و بشاش ہونا ایک نعمت ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۸)

فَائِدَہ: خوش مزاجی اور ہشاش بشاش ہو کر لوگوں سے ملنا اہل جنت کی علامت ہے اور صفائی قلب اور مودت اور کینہ سے خالی ہونے کی پہچان ہے۔ متکبر اور رعونت کی علامت ہے کہ لوگوں سے ملے۔ اور چہرہ پر رعب دبدبہ ظاہر کرے۔ چنانچہ اکثر جاہ اور منصب والے کو دیکھیں گے کہ ملیں گے تو چہرہ پر رعب اور پھیکا پن ظاہر کریں گے۔ سو یہ حسن اخلاق کے خلاف ہے۔

مسکراتے ہوئے سلام کی فضیلت

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مسکراتے چہرے کے ساتھ سلام کرو۔

صدقہ کا ثواب ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: یعنی سلام اور مسکرانے دونوں کا الگ الگ ثواب ملے گا۔

خدا کو پسند

مورق العجلی کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو نرمی اور مسکراتا چہرہ خندہ پیشانی بہت پسند ہے۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: خدا رسیدہ بندوں کی علامت ہے جن کا دل اللہ کی معرفت سے پر، اور بندوں کے کینہ سے پاک، جو اہل جنت کی خاص علامت ہے۔

مسکراہٹ اور ہنسنے کے متعلق

لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور پاکیزہ نفس والے تھے۔ (فیض القدیر صفحہ ۱۷۹، کنز جدید جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ پر مزاح تھے۔
(فیض القدیر صفحہ ۱۸۰)

فائدہ: آپ باطناً تو ہمیشہ فکر آخرت میں رنجیدہ رہا کرتے تھے اور بظاہر مسکراتے نظر آتے تھے۔
(جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۱۵)

اگر ہنستے تو کیا کیفیت ہوتی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنستا ہوا کبھی نہیں دیکھا کہ دانت کے جبڑے نظر آجائیں۔ (دلائل النبوۃ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲، ادب مفرد صفحہ ۸۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھلکھلا کر باآواز ہنستا آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔

بہت سے بہت ایسا تو ہوا کہ کسی عجیب وغریب واقعہ سے متاثر ہو کر ہنسے کہ کچھ دندان مبارک نظر آگئے۔ جیسا کہ ابن مسعود اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے۔

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت مسکرانے کی ہی تھی کھلکھلا کر ہنستے نہیں تھے۔ (حاشیہ جمع الوسائل صفحہ ۱۵)

لوگوں کی عادت ہنسنے کی زائد ہوتی ہے اور مسکرانے کی کم۔ اور آپ کی عادت مسکرانے کی زیادہ تھی اور ہنسنے کی کم۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵۶)

ہنسی کے وقت منہ مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے

مرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہنسی آتی تھی تو دست مبارک کو منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے۔ (جامع صغیر صفحہ ۶۶۲۵، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

فَائِدَہ: آپ لحاظاً وحیاءً ایسا کرتے تھے۔ اولاً تو آپ ہنستے نہیں تھے۔ اگر ہنسی آجاتی تو منہ مبارک پر دست مبارک رکھ لیتے تھے۔

ملا علی قاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ جب ہنستے تھے تو اس سے ایک خاص روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیواروں پر ظاہر ہوتا وہ چمک جاتی۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۱۲۱، جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۱۵)

کھلکھلا کر نہ ہنستے

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے۔

(طبرانی، کنز جدید صفحہ ۱۴۰)

عبداللہ بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہنسا مسکرانا ہوتا تھا۔

فَائِدَہ: یعنی آپ ہنستے نہیں تھے البتہ مسکرادیا کرتے تھے۔

ہنسا اسے کہتے ہیں جس میں منہ کھل کر دانت نظر آجائیں اور کچھ آواز ہو۔ آپ کی عادت طیبہ ایسی نہ تھی۔ ہاں اگر کبھی غیر معمولی واقعہ پیش آجاتا تو ہنس بھی دیتے مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔ چنانچہ اس شمائل میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ایک واقعہ پر آپ سے ہنسا ثابت ہے جس سے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ کبھی جب مسکرادیتے تو بجلی کوند جاتی تھی در و دیوار پر ایک روشنی سی جگمگاتی تھی۔

خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

خوشی و مسرت کے موقعہ پر

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خوشی اور شادمانی کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند کے مانند ہو جاتا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی مسرت ہوتی تو آپ خدا کا شکرادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے۔ (کنز العمال جدید صفحہ ۱۳۹)

فائدہ: خوشی اور ناراضگی کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا۔ کسی خوشی کے موقعہ پر سجدہ ریز ہو جاتے۔ مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ دو رکعت نماز شکر کے طور پر ادا فرماتے۔ اسے سجدہ شکر سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اتفاقاً فرط مسرت سے سجدہ میں چلا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

خوشی ناخوشی کا اظہار چہرہ مبارک سے ہو جاتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و ناخوشی چہرہ سے پہچان لیا جاتا۔ آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک چمکنے لگتا گویا کہ آپ کے چہرہ پر درودیوار کا مثل آئینہ عکس نمودار ہو جاتا ہے۔ اور ناراض ہوتے تو غصہ کی وجہ سے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ (اخلاق صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ناراض ہوتے تو چہرہ غصہ سے سرخ ہو جاتا۔ (اخلاق صفحہ ۱۴۱)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز کا زیادہ اثر ہوتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز کا زیادہ اثر ہوتا تو داڑھی مبارک کو پکڑتے اس میں ہاتھ ڈالتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ کسی شئے کا اثر ہوتا تو آپ داڑھی

مبارک زیادہ پکڑتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۹ صفحہ ۴۰۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ زبان سے گرم نہ ہوتے۔ نہ اس کا اظہار فرماتے بلکہ تحمل اور برداشت کرتے اور اس کی یہ علامت ہوتی کہ داڑھی مبارک کو پکڑتے خلال فرماتے۔

اگر کوئی چیز پسند ہوتی تو کیا فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی (اور وہ ہو جاتا) تو آپ فرماتے۔ چلو ایسا ہی مقدر تھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ کوشش اور سعی کے باوجود یا خلاف اور کوئی ناگوار یا تکلیف دہ امور پیش آجائے تو اپنے کو پریشان اور رنج میں نہ ڈالے۔ تقدیر خدا کے حوالہ کرے۔ فرمان الٰہی بھی اسی طرح ہے۔ "**لکی لاتا سوا علی مافاتکم**" جو نہ حاصل ہو سکے اس پر زیادہ افسوس نہ کرے۔ کہ چیز تو ملے گی نہیں ناحق قلب منتشر ہوگا۔ جس سے عبادت اور ذکر کی حلاوت جاتی رہے گی۔

خوشی کے موقعہ پر کیا پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو جب کوئی خوشی وشادمانی کا موقعہ پیش آتا تو آپ یہ فرماتے۔ "**الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات**" تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس کے انعامات سے اچھائیاں مکمل ہوتی ہیں۔ (ابن سنی، کنز جلد ۷ صفحہ ۱۳۹)

غصہ دیر میں ہوتے اور خوش جلدی ہو جاتے

ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ بنی آدم میں سب سے بہتر وہ ہے جو غصہ تو دیر میں ہو اور خوش جلدی ہو جائے۔ (ترمذی، اتحاف صفحہ ۱۱۲)

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ خیر الناس اور سیّد الناس تھے چنانچہ آپ غصہ دیر سے اور خوش جلدی ہو جاتے۔

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ غصہ کم ہونا یا دیر سے ہونا، یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ اس سے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ جلد غصہ ہونا اچھی بات نہیں اس سے شکایت اور ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ ایسا آدمی لوگوں سے ملاطفت اور محبتانہ برتاؤ جو حسن اخلاق میں داخل ہے نہیں کر سکتا۔

جب آپ ﷺ کو کسی سے ناراضگی ہوتی

حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ میں اپنے ماموں ہند رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے آپ کے اوصاف معلوم

کیے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ جب کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی سے ناراض ہوتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ آپ اس کی طرف رخ اور توجہ نہ فرماتے۔ (ابوداؤد)

فَائِدَہ: حضرات صحابہ چونکہ مخلصین اہل محبت میں سے تھے آپ کی معمولی ناگواری کو بھی برداشت نہیں کر پاتے تھے۔ صادقین کی یہی علامت ہے۔ چنانچہ کوتاہی پر تنبہ ہو جاتا۔ اس کی تلافی کرتے معافی کے خواستگار ہوتے۔ اس طرح آپ کی ناراضگی سے ان کی اصلاح ہو جاتی۔ اپنے مقتدی کی ناراضگی اور بے رخی سے متاثر نہ ہونا عدم خلوص اور منافقت کی علامت ہے۔ ایسا شخص اصلاح سے ہمیشہ کورا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعلقین سے ناراضگی کی وجہ سے تنبیہاً بے توجہی کبر نہیں ہے۔

مزاح کے متعلق پاکیزہ عادات

آپ ﷺ پر مزاح تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ تمام لوگوں میں سب سے پر مزاح تھے۔
(بیہقی فی الدلائل)

حبشی بن جنادہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوش مزاح تھے۔
(کنز العمال صفحہ ۱۷۸۹)

عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے زیادہ کسی کو مزاح کرنے والا نہیں پایا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پر مزاح تھے اور آپ فرماتے تھے جو شخص اپنے مزاح میں سچا ہو خدائے پاک اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔ (کہ جھوٹے مزاح میں مواخذہ ہے اور گناہ ہے)۔
(سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے آپ سے (مزاح کرنے پر) پوچھا کہ کیا آپ بھی مزاح فرماتے ہیں (چونکہ مزاح وقار کے خلاف ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا مگر میں حق اور سچا کہتا ہوں۔
فائدہ: لوگوں کو خوش و خرم رکھنے کے لئے اور انس محبت کے لئے آپ مزاح بھی کبھی کبھی فرما دیا کرتے تھے۔ مگر آپ ﷺ جھوٹی مزاح جو ہمارے درمیان رائج ہے یا کسی کو پریشان کرنے کے لئے جو مزاح کیا جاتا ہے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ آپ ﷺ ہرگز ایسا مزاح نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ اپنے احباب و رفقاء سے ایسا مزاح کرنا جو بے ادبی اذیت و پریشانی کا باعث ہو حرام ممنوع ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی خوش طبعی اور مزاح کی عادت تھی۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں ہنسی مزاح بھی کرتا ہوں، مگر ہنسی مزاح میں حق اور سچی بات بولتا ہوں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ہنسی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۶)

اصحاب کا مزاحیہ گفتگو

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ اور کھاؤ میں کھانے لگا، آپ نے فرمایا کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہارے آنکھ میں آشوب چشم ہے۔ میں نے کہا دوسری طرف (آنکھ) سے کھا رہا ہوں۔ یعنی جدہر آشوب چشم نہیں۔ اس پر آپ نے مسکرا دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

مزاح کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؎

صحابہ میں کبھی جب رعب دہشت کا اثر پاتے
تو خوش طبعی بھی کرتے مگر حق بات فرماتے
نہ کوئی لفظ لایعنی زبان پر لاتے
ثواب و اجر کی جو بات ہوتی تھی وہ فرماتے

(کوثر زمزم صفحہ ۴۴)

چھوٹے بچے سے مزاح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں گھلے ملے رہتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرمایا کرتے تھے۔ **یا ابا عمیر. مافعل النعیر** اے ابوعمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔ (بخاری صفحہ ۹۰۵، شمائل، ادب مفرد صفحہ ۸۹)

فائدہ: نغیر ایک جانور (پرندہ) ہے جس کا ترجمہ علما لال سے کرتے ہیں۔ صاحب حیاۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے۔ امام ترمذی کی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمائی۔ اس نے ایک جانور پال رکھا تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مر گیا۔

(خصائل نبوی صفحہ ۱۷۷)

عبداللہ بن البسر المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے انگور کا خوشہ لے کر بھیجا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دے آؤ۔ میں نے اسے (بجائے آپ کو دینے کے) کھا لیا۔ میری والدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے تو نہیں ملا۔ اس کے بعد جب بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو (مزاحاً) فرماتے، دھوکا دھوکا۔ (یعنی اس واقعہ کی جانب اشارہ کر کے مزہ لیتے)۔ (سبل الہدیٰ والسلام جلد ۷ صفحہ ۱۱۵)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ان سے مزاحاً فرمایا اے دوکان والے۔ ابواسامہ راوی نے کہا کہ آپ ﷺ نے ان سے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔ (شمائل)

فَائِدَۃ: کان تو سب کے دو ہوتے ہیں مگر آپ نے ان سے یہ جملہ بطور مزاح کے فرمایا تھا۔ مزاح درست ہے۔ اس طرح بچوں میں بڑوں سے ربط محبت اور جوڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جولوگ رعب و دبدبہ ظاہر رکھتے ہیں اس سے بچے دور رہتے ہیں جس سے بڑوں کے اوصاف نہیں پیدا ہوتے اور تعلیم و تربیت سے محروم رہتے ہیں۔

بڑوں سے مزاح

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کوئی سواری کا جانور بخش دیجئے۔ آپ ﷺ نے (مزاحاً) فرمایا میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے (گھبرا کر) کہا اے اللہ کے رسول میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا (کہ وہ سواری کے کام نہ آئے گا) آپ ﷺ نے (مزاح کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا اونٹ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ (شمائل، بیہقی، جلد۴ صفحہ ۳۱۷)

فَائِدَۃ: دیکھئے مزاح بھی اور حقیقت بھی، آپ نے مزاح میں بھی سچ فرمایا۔ سائل اس لطیف اور باریک بات کو سمجھ نہ سکا۔ اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دوسرے کی بات کمال غور وفکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے۔ (خصائل صفحہ ۲۷۹)

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی کہ لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ جب تک جھوٹ اور دھوکا نہیں مزاح پر لطف نہیں ہوتا۔ سو یہ غلط ہے۔ بلاوجہ گناہ معصیت کا ارتکاب قساوت قلب اور گناہ کبیرہ ہے۔

اپنے اصحاب سے مزاح فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت بلال سے محبت فرماتے اور ان سے مزاح فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱)

ابوالوردا اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا۔ (یعنی جسم یا چہرے پر خون کی لالی تھی) تو آپ نے (مزاحاً) فرمایا تم تو گلاب کے بھی باپ ہو۔

(اخلاق النبی، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

فَائِدَۃ: یعنی زیادہ لال و سرخ مثل گلاب کے ہونے کی وجہ سے آپ نے مزاح کے طور پر گلاب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے گلاب فرمایا۔ یہ راوی ابوالورد کے والد ہی کا واقعہ ہے۔ ان کا رنگ سفید و سرخ تھا۔ اس پر آپ نے ابوالورد سے فرمایا۔ چنانچہ یہ اسی کنیت سے مشہور ہوئے۔

حضرت ام ایمن ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کون وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول، قسم خدا کی اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کی آنکھ میں سفیدی ہے، اس نے کہا نہیں خدا کی قسم تب آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ (اتحاف جلدے صفحہ ۵۰۰، سبل الہدیٰ جلدے صفحہ ۱۱۴)

فَائِدَہ: سفیدی سے انہوں نے آنکھ میں بیماری والی سفیدی سمجھا۔ اسی وجہ سے قسم کھاتے ہوئے انکار کیا۔ دیکھئے آپ نے مذاق کیا مگر کیسا سچ اور حق تھا۔

حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ (سفر کے موقعہ پر) لوگوں کو سامان کا بہت بوجھ ہوگیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ۔ اور آپ نے سب سامان چادر میں ڈال دیا پھر آپ نے فرمایا اٹھاؤ تم تو سفینہ کشتی ہو۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت سفینہ کا یہ حال ہوا۔ ایک اونٹ دو اونٹ کا بوجھ لاد لیتے۔ یہاں تک کہ سات اونٹ کا سامان لاد لیتے تو بھی بوجھ نہ ہوتا۔ (مسند احمد، مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۶)

سفینہ یہ آپ کے خادم تھے۔ آپ نے ان کو مزاحاً سفینہ بمعنی کشتی فرمایا۔ اور لوگوں کا بوجھ لاد دیا۔ آپ کے اس فرمانے کی برکت سے کہ تم کشتی ہو ایک کشتی کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیتے۔ چنانچہ سات اونٹ کے برابر بھی بوجھ لاد لیتے تو گرانی نہ ہوتی۔

بیوی سے مزاح

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے آپ ﷺ نے ایک دن فرمایا۔ تمہارے آنکھ کی سفیدی کتنی زائد ہے۔ (میزان الاعتدلال، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱۴)

فَائِدَہ: ظاہر ہے کہ آنکھ میں سفیدی کالا پن کے مقابلہ میں زائد ہوتی ہی ہے۔

بوڑھی عورت سے مزاح

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﷺ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کی حدمت اقدس میں آئی اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے اس سے کہا اور مزاحاً کہا۔ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔ ادھر نماز کا وقت ہوگیا آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور یہ عورت خوب تیز روتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا۔ یہ عورت رو رہی ہے آپ نے اسے کیا فرما دیا۔ کہ بوڑھی عورت جنت نہ جائے گی۔ تو آپ ہنسنے لگے۔ اور فرمایا ہاں بوڑھی عورت جنت نہ جائے گی۔ (یعنی بوڑھی عورت جوان ہو کر جائے گی)۔ (ترمذی، سبل جلدے صفحہ ۱۱۶)

فَائِدَہ: آپ نے صحیح فرمایا بوڑھی عورت جوان کر دی جائے گی۔ بوڑھی نہ رہے گی۔ چونکہ جنت میں ہر ایک کی

عمر تیس سال قریب ہوگی۔ سب کی عمر جوان کی عمر ہو جائے گی۔

حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے سر کے نیچے دو دھاگے رکھتا ہوں۔ تو وہ دونوں دھاگے کہاں ممتاز ہوتے ہیں۔ (حالانکہ صبح صادق ہو جاتی ہے) تو آپ نے (مزاحاً) فرمایا تمہارا تکیہ تو بہت وسیع عریض ہے کہ (آسمان تک اس میں سما جاتا ہے)۔

(بخاری، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

فَائِدَۃ: عدی نے خیط ابیض واسود سے حقیقۃً دھاگا سمجھا حالانکہ اس سے مراد صبح صادق اور کاذب ہے۔ جو افق سماوی پر نمایاں ہوتا ہے۔ انہوں نے دھاگا سمجھ کر تکیہ کے نیچے رکھ لیا تھا اور ممتاز نظر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا تمہارا تکیہ کتنا وسیع ہے کہ آسمان کا صبح صادق وکاذب اس میں سما گیا۔

ممنوع مزاح کا بیان

جھوٹے مزاح کے متعلق وعید

حضرت علی یا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہاں تک کہ جھگڑا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ حق پر کیوں نہ ہو۔ اور مزاح میں بھی جھوٹ چھوڑ دے۔

(بیہقی فی الشعب صفحہ ۳۱۷)

مزاح کی کثرت وقار کو کھو دیتی ہے

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ جو زیادہ مزاح کرے گا اس کی اہمیت اور اس کا وقار جاتا رہے گا۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۹۹، بیہقی جلد ۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفۃ الراشد نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا تھا کہ مزاح سے دور رہو۔ اس سے آدمی کا وقار اور مروت کم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو مذاق کرتا ہے اس کا وقار جاتا رہتا ہے۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۹۶)

بچوں سے مزاح نہ کرے

منکدر سے روایت ہے کہ ان کی والدہ کہا کرتی تھیں بچوں سے مزاح نہ کرو کہ تمہارا مرتبہ گر جائے۔

فَائِدَۃ: بچوں اور چھوٹوں سے زیادہ مزاح نہیں کرے کہ اس سے بچے بے ادب ہو جاتے ہیں اور وقار اور مرتبہ جاتا رہتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کبھی کبھی دلجوئی اور انس کے لئے کر لیا کرتے تھے۔

مزاحاً کسی کا سامان نہ لے

عبداللہ بن السائب نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔کوئی آدمی کسی کا سامان نہ مزاحاً لے نہ حقیقۃً لے، اگر اپنے بھائی سے مزاحاً لے لے تو فوراً واپس کر دے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی سے جدال مت کرو، اس سے مذاق مت کرو (جس سے وہ پریشان ہو) اور اس سے وعدہ خلافی مت کرو۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۴۱۷)

فَائِدَۃ: بعض لوگوں کا مزاج اور ان کی عادت ہوتی ہے کہ ایسا مذاق کرتے ہیں جس سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات تو مذاق ہی کی وجہ سے لڑائی کی نوبت آجاتی ہے۔سو یہ ہرگز درست نہیں۔آپ ﷺ نہ ایسا مذاق فرماتے، نہ کسی مسلم کے لئے جائز قرار دیتے۔

شرم وحیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء دار تھے۔ آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تو چہرے مبارک سے پہچان لیا جاتا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۳، شمائل، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: حیاء انسان کے اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ علی وجہ الاتم تھا۔ آپ نے فرمایا حیا میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ آپ نے اسے شعبہ ایمان فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے آپ زبان سے ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ کے آڑ میں غسل فرماتے اور آپ کے ستر مبارک کو کسی نے نہیں دیکھا۔ (بزار، جمع الوسائل صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: خیال رہے کہ اس عہد کے عرب میں مردوں کے درمیان حفظ ستر کا اہتمام نہیں تھا۔ ننگے غسل کو باعث عار نہیں سمجھتے تھے۔ استنجاء پاخانہ میں کوئی اہتمام نہیں تھا۔ جہاں چاہا جیسے چاہا کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق اور ارشادات سے اس بری عادت کو مٹایا۔ اور حیا وستر کی تعلیم فرمائی۔

کسی پر نکیر نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ناگواری کی) خبر پہنچتی تو آپ اس سے یہ نہ فرماتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ آپ عموی بات فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۷)

فائدہ: آپ حیاءً اور اکراماً اس کو مخاطب بنا کر نہ فرماتے کہ اسے تکلیف ہو۔ اور وہ رسوا ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے کوئی ناگواری ہوتی تو اس کی جانب (حیاء) چہرہ مبارک نہ کرتے۔ (ادب مفرد، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۷۲)

فائدہ: جس سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہو آپ اتنے غیور اور حیاء سے پر تھے کہ اس کی جانب چہرہ نہ فرماتے اور اسے دیکھتے نہیں۔ یعنی آپ کی غیرت گوارا نہ کرتی۔ یہ انتہائی درجہ لطافت طبع کی بات ہے۔

کیا خوب کہا کسی شاعر نے ؎

"حیا و شرم سے آنکھیں نہ آنکھوں سے ملاتے تھے
نہ نظروں کو کسی کے چہرہ پر اپنی جماتے تھے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ مجلس اور کیفیت کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا نقشہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ذکر فرماتے۔ کسی متعین جگہ کو (اپنے بیٹھنے کے لئے اختیار نہ فرماتے اور مجلس میں جگہ متعین کرنے سے منع فرماتے۔ جہاں مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم دیتے۔ ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے کوئی اہل مجلس یہ نہ سمجھتا کہ آپ نے اس پر کسی دوسرے بیٹھنے والے کو فوقیت دی اور اس کا (مقابلۃً) زیادہ اکرام کیا۔ کوئی سوال کرتا تو اسے رو نہ فرماتے۔ یا نرم بات سے (معذرت) فرمادیتے۔ سب کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ والدہ کی طرح سب کا حق برابر رکھتے۔ آپ کی مجلس مجلس علم حیا صبر و امانت کی ہوتی نہ اس میں آواز بلند ہوتی نہ کہ عزت وقعت جاتی۔ تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت کا معاملہ فرماتے۔ تواضع کے ساتھ بڑوں کی توقیر فرماتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ اہل حاجت کو ترجیح دیتے۔ اجنبیوں کا خوب خیال فرماتے۔ (کہ وہ اپنے کو اجنبی محسوس نہ کرے)۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ۱۵۷)

فائدہ: یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ مجلس کاش کہ اس کا دسواں حصہ بھی ہماری مجلس ہو جائے تو رحمتوں کی بارش ہو اور لوگوں کی معرفت وہدایت اور عقیدت ومحبت کا ذریعہ ہو۔

مجلس میں اگر کوئی ناپسندیدہ امر ہوتا تو

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کوئی حد سے تجاوز کرتا نامناسب کام یا نامناسب بات کرتا تو اسے یا تو آپ روک دیتے یا آپ خود اٹھ کھڑے ہو جاتے۔

فائدہ: مجلس میں اگر کوئی شرعاً یا اخلاقاً ایسی بات ذکر کر دیتا تو ناپسندیدہ فرماتے ہوئے روک دیتے سنجیدگی سے بلا شدت ومنازعت کے منع فرمادیتے کہ دیکھو بھائی یہ مناسب نہیں اسے مت ذکر کرو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اٹھ کھڑے ہو جاتے۔ اور آپ اس سے جھگڑا یا منازعت نہ فرماتے۔ جب مجلس ہی ختم ہو جاتی تو بات ہی ختم۔ افسوس کہ آج مجلس میں کوئی نامناسب مثلاً کسی کی تحقیر یا غیبت ہوتی ہے تو اور بڑھ چڑھ کر لوگ حصہ لیتے ہیں۔

حالانکہ چاہئے کہ اولاً سنجیدگی اور خوش اخلاقی کے ساتھ منع کر دے۔ اور نہ مانیں یا منع کرنے کی صلاحیت نہ

رکھتا ہو تو مجلس سے اٹھ جائے۔ عموماً جو لوگ ماحولاً بزرگ و صاحب وقار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجلس میں لوگ رعایۃً ان جیسے خلاف شرع امور کو برداشت کر لیتے ہیں۔ سو یہ کثرت معصیت ہے۔ جو درست نہیں۔ ادب و اکرام کی رعایت کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم منع کر دینا لازم ہے۔

مجلس میں آنے والوں کا اکرام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جریر بن عبداللہ آئے تو آپ نے چادر لے کر ان کی طرف بڑھا دی۔ اور فرمایا بیٹھو اے جریر۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۱)

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گھر میں تشریف فرما تھے کہ وہ گھر لوگوں کے ازدحام سے بھرا پڑا تھا۔ تو حضرت جریر دروازے ہی پر کھڑے رہے۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا کہیں گنجائش نہیں نظر آئی۔ تو آپ نے اپنی چادر لی اسے لپیٹا اور باہر ان کی طرف پھینکا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے چادر لیا اور اسے (عقیدت کے مارے) سینہ سے لگا لیا۔ اور بوسہ دیا۔ اور واپس فرمایا۔ اور کہا خدا آپ کا خوب اکرام فرمائے جیسا آپ نے میرا اکرام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کا معزز تمہارے پاس آئے تو اکرام کرو۔ (یعنی دوسروں سے زیادہ اکرام کا برتاؤ کرو)۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جریر اسلام لانے کے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اے جریر کیسے آئے۔ کہا آپ کے دست مبارک پر اسلام لانے کے لئے۔ تو آپ نے ان کی طرف چادر ڈال دی۔ اور فرمایا جب تمہارے قوم کا کریم آئے یا معزز آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والوں کا خصوصاً جب کہ خواص اور قوم کے معزز پر وقار ہستیوں میں ہوا کرام فرمایا۔ اور لوگوں کو اس کی تاکید اور حکم دیا۔ ایک حدیث میں ہے لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارو۔ یہ شرافت اور اخلاقیات میں سے ہے۔ ایسے لوگوں پر اکرام کا مثبت اثر پڑتا ہے۔

اکرام میں اپنی چادر بچھا دیتے

محمد بن عمیر نے بیان کیا کہ وہب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ تو اولاً اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا ماموں آیئے، اور آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۱۱، مکارم)

ابوداؤد نے ذکر کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد اور آپ کے رضاعی بھائی تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ پھر آپ کی والدہ (رضاعی) تشریف لائیں آپ

نے کپڑے کا دوسرا کنارہ ان کے لئے بچھا دیا۔ پھر رضاعی بھائی آئے تو آپ (مارے محبت کے) کھڑے ہوگئے۔ اور اپنے سامنے بٹھایا۔

فائدہ: آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی معزز ومکرم شخص آتا تو آپ اپنی چادر دے دیتے۔ یا اپنی چادر پھیلا دیتے اور اس پر بٹھاتے۔ شرح احیاء میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ بھائی اور رضاعی والد کی آمد پر اپنی چادر بچھا دی۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۱۱)

عرف اور رواج میں جو امور بھی اکرام میں داخل ہو اس کا لحاظ کیا جائے۔

مجلس میں آنے والے کے ساتھ

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی آتا تو آپ کے چہرے میں ایسی خوشی ومسکراہٹ پاتا کہ آپ کے دست مبارک کو پکڑ بیٹھتا۔ گرویدہ ہو جاتا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۹)

فائدہ: آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے تھی کہ آنے والے پر خوشی ومسرت کا اظہار فرماتے۔ جس سے آنے والا باوجود آپ کی وجاہت اور رعب رسالت کے آپ پر گرویدہ اور مانوس ہو جاتا۔

مجلسی گفتگو میں اصحاب مجلس کی رعایت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے تو اگر ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ہی ایسی گفتگو فرمانے لگتے۔ اگر ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اگر ہم کھانے پینے کی باتوں میں لگتے تو آپ بھی ایسی ہی گفتگو فرماتے۔ مؤمنو میں تم کو آپ ﷺ تمام (اخلاق کی) باتیں بتائے دے رہا ہوں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲)

فائدہ: آپ ﷺ گفتگو میں ازراہ محبت اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے۔ جیسی بھی مباح قسم کی گفتگو ہوتی۔ یا ایام جاہلیت کا تذکرہ ہوتا۔ یا اشعار عرب کی بات ہوتی۔ تو آپ بھی اس میں شریک رہتے موافقت فرماتے۔ اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ ہاں آج کل کی طرح کسی کی برائی تحقیر اور غیبت پر مجلس ہرگز نہ ہوتی۔ نیز ایسے گناہ کی مجلس میں شرکت اور موافقت درست نہیں ہے۔

آنے والے کو خوش آمدید فرماتے

عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مرحباً یا الراکب المہاجر فرمایا۔

چونکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے بھاگ کر سمندری سفر اختیار کر لیا تھا اسی لئے آپ نے ان کو یہ

فرمایا۔ (ترمذی صفحہ ۹۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار نے جب آنے کی اجازت چاہی اور آپ ﷺ نے ان کو آواز سے پہچان لیا تو فرمایا "مرحبا بالطیب المطیب" "خوش آمدید اے پاک و پاکیزہ۔" (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۶)

آنے والے کو خصوصاً اہل محبت کی آمد پر "خوش آمدید" جو مرحباً کا ترجمان ہے۔ مسنون اور بہتر ہے۔ اس سے آنے والے کا دل خوش ہوتا ہے۔

تکیہ سے اکرام

حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا آپ تکیہ پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے آپ نے اسے میری طرف بڑھا دیا اور فرمایا کوئی مسلمان جو اس کے پاس آئے اور اس کے اکرام میں تکیہ پیش کرے۔ تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَہ: تکیہ بھی اکرام کا باعث ہے اسی طرح ماحول میں جو چیزیں اکرام اور عزت کی بات سمجھی جاتی ہے۔ وہ سب اکرام میں شامل ہے۔

جب مجلس کشادہ کرنے کو کہا جائے تو کشادہ کر کے جگہ دے دیں

﴿یا ایها الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم﴾

تَرجَمہ: "اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلس کشادہ کرو تو کشادہ کر دو۔ خدا تمہارے لئے کشادہ کر دے گا۔"

مفہوم: جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو کہ مجلس میں کچھ لوگ بعد میں آ جائیں تو مسلمان ان کے لئے جگہ دینے کی کوشش کریں اور سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ وسعت پیدا کر دیں گے۔ یہ وسعت آخرت میں تو ظاہر ہی ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ دنیوی معیشت میں بھی یہ وسعت حاصل ہو۔ (معارف القرآن صفحہ ۱۷)

اگر امیر مجلس یا اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین کسی کو اس کی جگہ سے اٹھ جانے کے لئے کہیں۔ تو ادب مجلس یہ ہے کہ ان سے مزاحمت نہ کرے۔ اپنی جگہ سے اٹھ جائے۔ کیونکہ بعض اوقات خود صاحب مجلس کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتا ہے یا کچھ مخصوص لوگوں سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا ہے یا بعد میں آنے والے حضرات کے لئے اس کے سوا کوئی انتظام نہیں پاتا کہ بعض بے تکلف لوگوں کو مجلس سے اٹھا دے جن کے

متعلق معلوم ہو کہ ان کا کوئی نقصان مجلس سے اٹھنے میں نہیں ہوگا۔ یا بے تکلف احباب ہوں۔

البتہ صاحب مجلس یا منتظمین مجلس کے لئے یہ لازم ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ اٹھنے والا اپنی خفت محسوس نہ کرے۔ اس کو ایذا نہ پہنچے۔ (معارف صفحہ ۱۸)

بہر حال اس آیت اور احادیث وارده سے آداب مجلس کے متعلق ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل مجلس کو چاہئے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں۔ دوسری بات کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیں، تیسری بات صاحب مجلس کے لئے مجلس سے اٹھا دینے کی گنجائش ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں تین آنے والے شخصوں کا ذکر ہے ان میں ایک وہ بھی ہے جو مجلس میں جگہ نہ پانے کی وجہ سے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا آنحضرت ﷺ نے اس کی پھر تعریف وثنا فرمائی۔

(معارف ۲۸، صفحہ ۱۹)

مفسر قرطبی نے بیان کیا کہ تاوقتیکہ زحمت نہ ہو اپنے بھائی کے لئے کشادہ ہو کر جگہ دے دے۔

(جلد ۱۸، صفحہ ۲۸۳)

کس کی آمد پر مجلس کشادہ کی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تین آدمی کے لئے (خاص کر) مجلس کشادہ کی جائے۔ عالم کے لئے علم کی وجہ سے، بڑی عمر والوں کے لئے بڑی عمر کی وجہ سے، حاکم وسلطان کے لئے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۸)

تقویٰ اور احتیاط کے پیش نظر کھڑے ہونے کو پسند نہ کرنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ عصا کے سہارے تشریف لائے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے تو آپ نے منع فرمایا۔ اہل عجم کی طرح مت کھڑے ہو کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی تعظیم (اسی طرح) کرتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو آپ ﷺ سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اس کے باوجود وہ آپ کو تشریف لاتے دیکھتے تو آپ کے اکرام میں کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ ناپسند تھا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۲۱، ادب مفرد صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: آپ ﷺ کو اپنی آمد پر کھڑا ہونا پسند نہ تھا۔ یہ آپ کے تواضع اور مسکنت کی بات تھی۔ باوجودیکہ آپ اس کے مستحق تھے۔

ازراہ محبت وشفقت کھڑے ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بھی آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ (ازراہ محبت) کھڑے ہو جاتے۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اس طرح آپ تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں آپ کا ہاتھ پکڑتیں، بوسہ لیتیں، اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰، بیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: ازراہ محبت وشفقت یہ معاملہ ہوتا۔ نیز عرب کا ماحول بھی تھا۔

مجلس میں کسی معزز شخص کی آمد پر اکراماً کھڑے ہونا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ جب (مسجد یا مجلس سے) گھر جانے کا ارادہ فرماتے (اور کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور بیان فرماتے جب آپ کھڑے ہو جاتے (جانے کے لئے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات کے گھر داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲)

فائدہ: جب آپ ﷺ گھر جانے کے لئے کھڑے ہوتے تو حضرات صحابہ بیٹھے نہ رہتے۔ بلکہ آپ کی موافقت اور احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ مجلس کا ادب یہی ہے۔

رہی بات کسی کی آمد پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا اکراماً تعظیماً کھڑا ہونا۔ سو اس کے متعلق بعض روایت میں اجازت بھی آئی ہے اور بعض روایت میں ممانعت۔ تاہم آپ نے اپنے لئے تو اسے پسند نہ فرمایا۔ گو دوسروں کے لئے آپ نے اجازت بھی دی حکم بھی فرمایا۔

قیام کے سلسلے میں اہل تحقیق کی رائے

بعض حضرات کسی کی آمد پر قیام کو درست نہیں قرار دیتے ہیں۔ ان کے سامنے وہ روایتیں پیش نظر ہیں جس میں قیام کی ممانعت ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کا فرمان مبارک جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوں ان پر جہنم واجب ہے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

(فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰)

ان جیسی روایتوں کا جواب حافظ نے نقل کرتے ہوئے یہ دیا۔ یہ وعید ان کے حق میں ہے جو اس سے خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہوں۔ اکرام کے طور پر کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں۔

ابن قتیبہ کے حوالہ سے ہے کہ ممانعت خاص اس صورت کے ساتھ ہے جو اہل عجم کا طریقہ ہے کہ بادشاہوں کے پاس (تعظیماً) کھڑے رہا کرتے تھے۔ اپنے بھائی کے لئے ممانعت نہیں۔

امام بخاری نے ادب مفرد میں اس مسئلہ کو تین باب قائم فرما کر بہت بہتر طور پر حل کیا ہے۔ اولاً قائم کیا ہے "**قیام الرجل لاخیه**" اس سلسلے میں تین احادیث پیش کر کے جائز ہی نہیں بلکہ اکرام قرار دیا ہے جو مطلوب اور محمود ہے۔ پھر باب قائم کیا ہے قیام "**الرجل للرجل القاعد**" اس میں مذکورہ حدیث کے ذریعہ سے اسے ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ تو بیٹھے رہیں اور لوگ کھڑے رہیں۔ کہ یہ متکبرین عجم کا طریقہ ہے۔ پھر باب قائم کیا ہے "**کره ان یقعد ویقوم لهٔ الناس**" اس میں بھی اسی حدیث جابر کو پیش کر کے ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ صاحب تو بیٹھ جائیں اور لوگ کھڑے رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بھائی کے اکرام میں کھڑے ہونا ممنوع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے حافظ نے ذکر کیا ہے کہ سر کے پاس کھڑے ہونے کی صورت میں ممانعت ہے۔ جو عجم کا طریقہ ہے۔ (اور شارع نے اسی کو ممنوع قرار دیا ہے)۔

حافظ نے قیام کی تین صورتیں بیان کی ہیں

1. سر کے پاس کھڑا رہنا، یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔
2. کسی کی آمد پر کھڑے ہونا، اس میں کوئی حرج نہیں۔
3. کسی کے دیکھنے پر کھڑا ہونا۔

اسی تیسرے میں اختلاف ہے۔ سر کے پاس کھڑے رہنے کی ممانعت حدیث پاک میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے بڑوں کی اس طرح تعظیم کی کہ وہ تو بیٹھے رہتے اور لوگ ان کی تعظیم میں کھڑے رہتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۷۷، ۲۸۴)

ابوالولید بن رشد نے بیان کیا کہ قیام کی چار صورتیں ہیں.

1. ممنوع یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی کبر اور علو کی وجہ سے چاہے کہ لوگ کھڑے ہوا کریں۔
2. کھڑے ہونے سے کبر اور بڑے پن کا احتمال ہو۔
3. جائز۔ اکرام اور ادب کے پیش نظر کھڑے ہونا۔
4. مندوب و مستحب۔ کوئی سفر سے آ رہا ہو تو فرحت اور مسرت سے کھڑے ہو کر آگے بڑھنا اور سلام کرنا۔

بیہقی نے بھی بیان کیا ہے کہ ادب اور اکرام کے لئے کھڑا ہونا درست ہے۔ ہاں البتہ اپنی کوئی تعظیم اور بڑائی اس میں سمجھتا ہے کہ لوگ کھڑے ہوا کریں۔ تو یہ ممنوع ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲)

اکراماً تو حضرات صحابہ بھی کھڑے ہوتے تھے چنانچہ یہ روایت گزری کہ آپ بیان فرماتے رہتے جب آپ اٹھتے تو صحابہ کرام بھی اٹھ جاتے یہاں تک کہ آپ گھر میں داخل ہو جاتے اور ازراہ محبت تو آپ بھی کھڑے ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت جعفر جب حبشہ سے واپس آئے تو آپ کھڑے ہو گئے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ رئیس فاضل حاکم عالم کے لئے اکراماً کھڑا ہونا مستحب ہے۔

امام غزالی کے حوالہ سے ہے کہ علی سبیل الاکرام کھڑا ہونا کوئی قبیح نہیں۔ (جلد۱۱صفحہ۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ طلباء کو اساتذہ کے لئے اور اہل ارادت کو اپنے مشائخ کے لئے ادباً و اکراماً کھڑا ہونا محمود اور مندوب ہے۔

فقہاء احناف کے یہاں بھی اس کی اجازت ملتی ہے۔ درمختار میں ہے کہ آنے والے کے لئے تعظیماً قیام مندوب ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جو مستحق تعظیم ہو اس کے لئے کھڑا ہونا درست ہے۔ یعنی کوئی کراہت و قباحت نہیں۔ (جلد۶ صفحہ۳۸۴، مصری)

مجلس میں لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجلس میں لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر جائے وہ گنہگار ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ۶۳، کنز جلد۹ صفحہ۳)

فائدہ: پیچھے جگہ جہاں مل جائے بیٹھ جائے۔ آگے جانے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھاند کر تکلیف نہ دے۔

دو آدمی کی مجلس میں تیسرا بلا اجازت شریک نہ ہو

حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر ایک آدی کے ساتھ بیٹھے بات کر رہے تھے۔ کہ میں ان کے پاس جا کر شریک ہو گیا۔ انہوں نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا تم کو معلوم نہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب دو آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہوں تو بلا اجازت ان کی مجلس میں شریک نہ ہو۔ (مجمع صفحہ۶۳)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان تیسرا بلا اجازت کے نہ بیٹھے۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد۴ صفحہ۵۱)

فائدہ: دو آدمی جب کوئی خصوصی گفتگو کر رہے ہوں تو بلا اجازت کے داخل مجلس ہونا منع ہے۔ ایسے موقعہ پر خود احتیاط کرے۔

مجلس میں حاضر ہوتے وقت سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس میں

آئے تو سلام کرے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۴۴)

مجلس سے اٹھتے وقت سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس سے اٹھے تو سلام کرے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: آداب مجلس میں ہے کہ آتے اور رخصت ہوتے سلام کرے۔

مجلس میں کہاں جا کر بیٹھے

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جہاں مجلس ختم ہو وہیں بیٹھ جاؤ۔ اگر مجلس کشادہ کر دی جائے۔ لوگ (کھسک کھسک کر) جگہ دے دیں تو پھر جہاں جگہ نکل جائے وہیں بیٹھ جائے۔ ورنہ تو جہاں کشادگی پائے وہیں بیٹھ جائے۔ (بیہقی، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔ (بخاری)

مجلس میں کہاں بیٹھنا تواضع ہے

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد ایک مجلس میں شریک ہوئے۔ لوگوں نے ہر طرف سے میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ تو میں نے ان کو (طلحہ) کو بلایا کہ وہ بیچ مجلس میں بیٹھ جائیں۔ تو انہوں نے قبول نہیں کیا اور مجلس کے کنارے ہی بیٹھے رہے۔ پھر کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے تواضع یہ ہے کہ مجلس کے کنارے ہی بیٹھنے پر خوش رہے۔ (مکرام خرائطی صفحہ ۲۱۸، جامع صغیر صفحہ ۲۴۵۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تو جہاں مجلس میں ہم جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہاں ہم بیٹھ جاتے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۳۲)

مجلس میں کسی کو اٹھا کر نہ بیٹھا جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی کسی کو مجلس سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ (بخاری صفحہ ۹۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی کسی کو اٹھا نہ بیٹھے، ہاں کشادہ کر دے اور اسے جگہ دے دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی آدمی اٹھ جائے اور یہ ان کی جگہ بیٹھیں۔ (بخاری صفحہ ۹۲۹)

امام بخاری نے ادب مفرد میں بیان کیا ہے کہ خود بھی کوئی آدمی اگر حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے لئے (اکراماً) اٹھ جاتا تو یہ نہ بیٹھتے تھے۔ (مکارم اخلاق صفحہ ۷۰۷)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا تقویٰ اور احتیاط تھا ورنہ خود سے اگر کوئی جگہ دیدے تو بیٹھ سکتے ہیں۔ (صفحہ ۶۴)

حافظ نے ذکر کیا ہے کہ علم وعظ کی مجلس میں اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے ہٹایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایسے شخص کو جس سے اہل مجلس کو اذیت ہوتی ہو جیسے پیاز و لہسن کی بدبو والے کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ (صفحہ ۶۴)

خیال رہے کہ اہم سے اہم شخص بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آتا تو آپ ﷺ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بٹھاتے۔ اگر مجلس میں جگہ نہ ہوتی تو آپ باہر چادر یا کوئی کپڑا مرحمت فرما دیتے۔ تاکہ اکرام کے ساتھ بیٹھ جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جریر تشریف لائے مجلس میں اندر جگہ نہ تھی تو آپ نے باہر اپنی چادر پھینک دی اور کہا کہ اس پر بیٹھو۔ حضرت جریر نے اکراماً اسے چوم کر واپس فرما دیا۔

مجلس سے کسی کو اٹھا کر بٹھانا درست نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ وہ خوشی سے بطیب خاطر اجازت دے دے۔

جو بیٹھ کر جائے اس کا حق باقی

حضرت وہب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنی جگہ کا حقدار ہے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے اس کے لئے جائے پھر واپس آجائے تو وہ اپنی جگہ کا حقدار ہے۔ (مکارم صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ آدمی بیٹھنے کا زیادہ حقدار جو بیٹھ کر گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مجلس سے جائے اور پھر واپس آئے تو وہ زیادہ مستحق ہے اس جگہ کا (جہاں جو بیٹھا تھا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۶)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے بیٹھا ہوا شخص اگر کسی کام وغیرہ سے اٹھ کر جاتے تو اس جگہ پر اس کا حق باقی رہتا ہے۔ واپس آنے کے بعد وہ اسی جگہ بیٹھنے کا استحقاق رکھتا ہے۔ تاہم کہا جائے یا کوئی علامت چھوڑ جائے تاکہ دوسرا آدمی خیال رکھے۔

مجلس میں جوتا کہاں رکھے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ مجلس میں آدمی جب بیٹھے تو جوتا اتارے اور اس کو اپنے بغل میں رکھ لے۔ (ابوداؤد، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷، مشکوٰۃ)

فَائِدَۃ: جوتے پر دھیان لگا رہتا ہے گم ہونے سے پریشانی کے پیش نظر آپ نے کہا اطمینان رہے اپنے بغل

میں رکھنے کی اجازت تھی۔

گزرگاہوں اور راستوں پر بیٹھنا منع ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ (ادب صفحہ ۵۳۵)

دروازے کے سامنے بیٹھنا منع ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ دروازے کے سامنے یا لوگوں کی گزرگاہوں پر بیٹھوں۔ (فرمایا) اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو تو پھر گزرنے والوں کا حق ادا کرو۔ پوچھا گیا۔ وہ کیا آپ نے فرمایا۔ نگاہیں پست رکھو۔ سلام کا جواب دو۔ (بزار کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: دروازے کے سامنے بیٹھنے سے بے پردگی ہوتی ہے۔ اہل خانہ کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے اس لئے اس سے آپ نے منع فرمایا۔

اندھیرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بیٹھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اندھیرے مقام میں جہاں روشنی نہ ہوتی تشریف فرما نہ ہوتے۔ (کشف الاستار، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۶۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اندھیرے میں آرام فرماتے اور نہ اندھیرے میں بیٹھتے۔ مبادا کوئی اذیت دہ بات نہ ہو جائے۔

مجلس کے بیچ میں بیٹھنا پسند نہ فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس کے بیچ میں بیٹھنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (ترغیب صفحہ ۵۰)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ بنا کر بیٹھتے اس طرح بیچ میں جا کر بیٹھنے سے کسی کی جانب پشت کرنا ہوگا۔ جو آپ کو پسند نہیں۔ نیز یہ کہ بیچ میں جا کر بیٹھ جانا فخر کبر اور علو مزاجی کی بات ہے۔ جو مذموم اور قبیح ہے۔

سایہ اور دھوپ میں بیٹھنا منع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بزار جلد ۲ صفحہ ۴۲۴، مجمع الزوائد صفحہ ۶۰)

ابن بریدہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دھوپ اور سایہ کے درمیان شیطان کی آرام گاہ ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۶، ابن ماجہ)

فائدہ: دھوپ وسایہ میں بیٹھنا صحت جسمانی کے اعتبار سے بھی مضر ہے۔

دھوپ میں نہ بیٹھے

قیس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے والد آئے تو آپ خطبہ دے رہے تھے۔ دھوپ میں بیٹھ گئے تو آپ نے سایہ میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۲)

فائدہ: موسم گرما یا گرم علاقے میں دھوپ میں بیٹھنا صحت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ البتہ موسم سرما میں دھوپ سے راحت ہوتی ہے۔ اس لئے دھوپ میں بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

بات کرنے والے کی طرف رخ فرماتے بے توجہی نہ فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ملاقات کرتا اور گفتگو کرتا تو آپ اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹاتے۔ تاوقتیکہ وہ آپ سے رخ نہ ہٹالیتا۔ (یعنی بات ختم نہ کر لیتا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

محدث ابن ماجہ نے اکرام الرجل جلیسہ کا باب قائم کیا اور یہ حدیث پیش کی جس سے اشارہ ہے کہ مجلس کے آداب واکرام میں سے اہل مجلس کے اکرام اور حق میں سے یہ ہے کہ اہل مجلس کی بات توجہ سے سنے۔ اس سے بے توجہی اور بے رخی نہ برتے۔ خواہ اس کی بات کیسی ہی ہو وہاں نامناسب بات ہو تو اسے سنجیدگی سے منع کردے نصیحت کردے۔

قبلہ رخ بیٹھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئے کا سردار ہوتا ہے۔ مجلس کا سردار وہ مجلس ہے جو قبلہ رخ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکرم المجالس وہ ہے جو قبلہ رخ ہو۔

(خرائطی صفحہ ۱۳۹، مجمع الزوائد صفحہ ۵۹، الخرائطی صفحہ ۲۷ تر)

فائدہ: بیٹھنے وغیرہ میں قبلہ رخ بہتر اور افضل ہے۔ اگر مجلس میں اس کی رعایت ہو سکے تو رخ قبلہ مجلس رکھے۔ ویسے اس کے خلاف بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکثر رخ قبلہ بیٹھتے تھے۔

(ادب صفحہ ۳۳۱)

کون سی مجلس امانت نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجلس کی باتیں امانت ہیں (اس کا عام کرنا ہر کس و ناکس سے ذکر منع ہے) مگر تین چیزیں امانت نہیں ہیں (اس کا ظاہر کر دینا لازم ہے)

1. جس میں ناحق خون کی بات ہو۔
2. زنا کی بات ہو۔
3. کسی کے ناحق مال لینے کی بات ہو۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۲۰۷، کنز جلد ۹ صفحہ ۳۲۶، ابوداؤد)

فائدہ: اصل تو یہ ہے کہ مجلس کی باتوں کا افشاء نہ کرے۔ لیکن اگر مجلس میں گناہ کی بات ہو کسی کی جان کا مسئلہ ہو، ناحق کسی کے مال لینے کا ذکر ہو۔ کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے کا مسئلہ ہو۔ غرض کہ کسی بھی قسم کی اذیت وظلم کا مسئلہ ہو تو ان باتوں کو ظاہر کر دے۔ تاکہ لوگ ضرر و فساد سے محفوظ رہیں۔ یہ جائز ہی نہیں بلکہ ظاہر کر دینا لازم ہے۔ مجلس کی باتیں امانت ہیں۔

مجلس کی بات امانت ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جامع صغیر)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجلس میں آدمی کوئی بات کرے۔ پھر چلا جائے تو اس کی بات امانت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۸)

ابوبکر بن محمد نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی جو مجلس میں بیٹھے ہوں ان کی باتیں امانت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کی راز کی بات کو ظاہر کرے۔ جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ (مکارم اخلاق، خرائطی صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: احادیث پاک میں مجلس کی بات کو امانت کہا گیا ہے اور اس کو دوسروں پر ظاہر کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم مجلس کی ہر بات کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ جو خاص باتیں رازانہ طور پر ہوتی ہیں ان کے متعلق اور اسی طرح وہ باتیں جن کا ظاہر ہونا اپنے ساتھی کو پسند نہیں۔ یا یہ کہ وہ صراحۃً منع کر دے کہ یہ ہمارے درمیان رازدرانہ باتیں ہیں انہیں ظاہر نہ کیا جائے۔ ان صورتوں میں اس کا دوسروں پر ظاہر کرنا اور کھولنا درست نہ ہوگا۔ عموماً لوگ رازانہ باتوں کو اور منع کر دینے کے باوجود چپکے سے مطلع کر دیتے ہیں۔ اور بعض موقعوں پر یہ کہتے ہوئے ظاہر کر دیتے ہیں کہ دیکھو کسی کو کہنا نہیں۔ پھر وہ بھی دوسروں سے کہہ دیتا ہے۔ جس طرح اس نے خیانت کی اسی طرح دوسرا بھی خیانت کرتا ہے۔ اور مصاحبوں اور ہم نشینوں کے درمیان یہ سلسلہ چل کر تمام ہو جاتا ہے۔

جو بسا اوقات فساد اور تنازع کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے آپ نے منع کیا ہے۔

مجلس میں کس طرح بیٹھے

حضرت حسن نے اپنے والد کی طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو سب اہل مجلس اپنی گردنیں اس طرح جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ سکوت فرماتے تب دوسرا بولنا شروع کرتا۔ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کسی کی بات نہ کاٹتا جب کوئی ایک بات شروع کرتا دوسرے اس وقت تک خاموش رہتے جب تک کہ وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷)

فَائِدَۃ: اس میں اہل مجلس کی رعایت ہے۔ ایسی مجلس رحمت الٰہی کے نزول کا باعث ہے۔

بہترین مجلس کون سی ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہترین مجلس وہ ہے جس میں توسیع زیادہ ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۳۱)

فَائِدَۃ: یعنی آنے والے کی رعایت کی جائے ان کو جگہ دی جائے۔ یہ نہیں کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوں کشادہ ہونے کے بجائے آنے والوں کو باہر یا تکلیف میں بیٹھنے پر مجبور کر دیں۔ جیسا کہ آج کل اہل مجلس عموماً عام برتاؤ میں کرتے ہیں ذرا کھسکنا گوارا نہیں کرتے ایسی مجلس کو شریعت نے خیر سے محروم قرار دیا ہے اور یہ اکرام انسانی کے بھی خلاف ہے۔

بدترین مجلس کون سی ہے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بدترین مجلس وہ ہے جو بازار کے راستوں پر ہو۔ اور بہترین مجلس مساجد کے ہیں (یعنی ذکر عبادت کے حلقے) اگر مسجد میں نہ بیٹھ سکو تو گھر لازم پکڑ لو۔ (طبرانی، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۴۱)

فَائِدَۃ: گھر کی تنہائی میں آدمی عام مجالس کے خلاف شرع امور سے بچا رہے گا۔

مجلس کا کیا حق ہے

سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجلس کا حق ادا کیا کرو۔ وہ یہ ہے (مجلس میں) خوب اللہ کا ذکر کیا کرو۔ لوگوں کو صحیح راستہ بتاؤ۔ نگاہوں کو پست رکھو۔ (کنز جلد ۹ صفحہ ۱۳۹)

ذکر خدا کے بغیر مجالس کا انجام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مقام پر یا مجلس میں بیٹھے

اور اس میں خدا کا ذکر نہ ہوا ہو۔ تو یہ اس کے لئے اللہ کے نزدیک حسرت وافسوس کا باعث ہوگی۔

(کنز جلد ۹ صفحہ ۱۴۸)

فَائِدَہ: مجلس کیسی ہی ہو خدا رسول کا ذکر ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اگر صرف دنیا ہی کا ذکر ہوا تو کفارہ مجلس کی دعا ہو جو اس فصل کے آخیر میں ہے۔ پڑھ لیا کرے۔

بری مجلس سے تنہائی بہتر ہے

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے۔ اور نیک مجلس تنہائی سے بہتر ہے۔ اور خاموشی شر سے بہتر ہے اور خیر کی بات سکوت سے بہتر ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۳۷۹)

عمر بن حبیب جنہوں نے نبی پاک ﷺ سے بیعت کی تھی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے بے وقوفوں کی مجالست سے بچو۔ ان کی مجلس اور ہم نشینی (روحانی) بیماری ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۳۴۵)

فَائِدَہ: عموماً آج کے اس دور میں مجالس میں شرکت نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اہل صلاح وخیر کی مجلس میسر ہو جائے تو بہتر ورنہ تنہائی اختیار کرے اور دینی اصلاحی کتابوں کا مطالعہ کیا کرے۔ کہ یہ کتابیں بہترین جلیس ہیں۔

نیکوں کی مجلس اختیار کرے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا صالح جلیس کی مثال عطر فروش کے مانند ہے۔ اگر نہ بھی عطر خریدا گیا تب بھی اس کی خوشبو سے تو فائدہ اٹھا ہی لے گا۔ اور برے ہم نشیں کی مثال لوہاری بھٹی کے مانند ہے اگر کپڑے نہ جلائے تو دھوں سے دوچار ہو ہی جائے گا۔

(بخاری، بیہقی فی الشعب صفحہ ۵۴، مجمع جلد ۸ صفحہ ۶۱)

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مساکین کی صحبت اختیار کرو اور اہل بدعت سے بچو۔ (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۶۴)

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ پانچ آدمیوں کی ہم نشینی اختیار مت کرو۔

1. جھوٹا ۔ کہ تجھ کو اس سے دھوکا ہوگا۔
2. احمق ۔ کہ اس سے تجھ کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تجھ کو نفع پہنچانا چاہے گا تو اپنی بے وقوفی سے تجھ کو ضرر پہنچے گا۔
3. بخیل کہ جب تم کو اس کی ضرورت ہوگی تو تم سے وہ ربط توڑ دے گا۔
4. بزدل... کہ ضرورت کے وقت تجھے چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔
5. فاسق کہ ایک لقمہ یا اس سے کمتر کے عوض تجھ کو بیچ دے گا۔ (احیاء العلوم جلد ۷ صفحہ ۶۳، ارادت جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

فضیل کہا کرتے تھے اہل بدعت کی صحبت مت اختیار کرو۔ مجھے خوف ہے اس پر لعنت خدا نازل نہ ہو۔

عام مجلسوں سے پرہیز کرے

حضرت ابان بن عثمان سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قبیلوں کی مجالس سے پرہیز کرو۔
(کنز جلد۹ صفحہ۲)

فائدہ: یعنی عموماً علاقے اور محلے کے لوگ بیٹھ کر مجلس لگاتے ہیں ان میں اکثر غیبت و استہزاء خلاف شرع باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ نیز وقت کی بردباری الگ ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے اس سے پرہیز کا حکم دیا ہے۔ بے وقوف اور بے شرع لوگوں کی مجلس میں جانے سے پرہیز دین و دنیا کی بھلائی کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عام مجلسوں میں مت بیٹھا کرو۔
(مکارم الخرائطی)

فائدہ: شریعت سے آزاد لوگ جن کے نزدیک حلال حرام اور منکرات کی کوئی حیثیت نہ ہو جیسے بازار کی مجلس، چائے خانوں وغیرہ کی مجلس کہ ان میں گناہ ثواب جائز و ناجائز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی نہ بیٹھے۔ آج اس دور میں مجلسیں ایسی ہی ہوتی ہیں اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کس کی مجلس اختیار کرے

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اکابرین کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ علماء سے پوچھا کرو۔ بڑے لوگوں سے گفتگو اور خطاب کیا کرو۔ یزید رقاشی کہتے ہیں کہ حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ اور ان کے قریب مجلس میں رہو۔ مردہ دل حکمت کے نور سے اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح خشک زمین بارش سے۔ (مکارم صفحہ۱۲۷)

فائدہ: بڑوں کی مجلس میں بیٹھنے سے آدمی میں بڑوں کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ نیکوں کی صحبت سے نیکی آتی ہے۔

مجلس میں تقسیم وغیرہ دائیں جانب سے ہو

حضرت معمر انصاری سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے آپ کے ہمراہ ابوبکر اور کچھ دیہاتی بھی تھے میں نے آپ کے لئے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کوئیں کا پانی ملایا۔ وہ دودھ آپ کو پینے کے لئے دیا گیا۔ آپ نے نوش فرمالیا۔ آپ کے بائیں جانب ابوبکر و عمر تشریف فرما تھے۔ اور دائیں جانب ایک دیہاتی تھا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ کے رسول "ابوبکر" (یعنی ابوبکر کو دیجئے کہ یہ بڑے ہیں) مگر آپ نے دیہاتی کو دیا۔ اور فرمایا دائیں جانب والا اولاً مستحق

ہے۔ اس کے بعد بائیں جانب والا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۸۴۰، بخاری مختصر اجلد ۲ صفحہ ۴۸۰، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ پھر اپنے دائیں جانب والے کو دے دیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۶۸۰)

فائدہ: مجلس کا شرعی و مسنون ادب اور حق یہ ہے کہ تقسیم کا دور دائیں جانب سے چلے۔ گو بائیں جانب کتنے ہی بڑے حضرات کیوں نہ ہوں۔ ہاں دائیں والے کی اجازت سے ایسا ہو سکتا ہے۔ اگر اجازت نہ دیں تو نہیں جیسا کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دائیں جانب حضرت ابن عباس اور بائیں جانب حضرت خالد تھے۔ آپ کی خدمت میں دودھ لایا گیا۔ (پینے کے بعد دینے کے لئے) آپ نے ابن عباس سے اجازت چاہی کہ تم اجازت دو تو میں حضرت خالد کو پلا دوں۔ اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے کو اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا۔ چنانچہ ابن عباس نے (اولاً) لیا اور پھر پیا (اس کے بعد حضرت خالد نے پیا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سب سے آخر میں پیتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو کچھ پلا رہے تھے۔ اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پہلے آپ نوش فرمالیں آپ نے فرمایا قوم کا ساقی تو آخر میں پیتا ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۶۷۸)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کا ساقی جو پلانے والا ہوتا ہے وہ آخر میں پیتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۵، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱)

فائدہ: مجلس میں جو صاحب کسی کو کوئی شئے کھلائے یا پلائے تو وہ پہلے ہی اپنا حق نہ وصول کر لے۔ بلکہ بعد میں سب سے آخر میں وصول کرے۔ بالفرض اگر ختم ہو جائے تو صبر کرے۔ خدائے تعالیٰ پھر نوازے گا، اور ثواب الگ پائے گا۔

آپ مجلس میں کتنی مرتبہ استغفار فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک مجلس میں شمار کیا تو آپ سو مرتبہ یہ کلمات فرماتے "رب اغفر لی وتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" "میرے رب میری مغفرت فرما۔ میری توبہ قبول فرما۔ آپ توبہ قبول فرمانے والے مہربان ہیں۔" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، ابن سنی صفحہ ۳۹۸)

مجلس میں اٹھنے سے قبل استغفار فرماتے

عبداللہ بن حضرمی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے تو بیس مرتبہ زور سے استغفار (استغفر اللہ)

فرماتے۔(ابن سنی صفحہ۱۴۰)

جب مجلس سے اٹھتے تو

حضرت رافع کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو فرماتے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ" پھر فرمایا کہ یہ کلمات حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

کفارہ مجلس کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں نامناسب باتیں ہو جائیں۔ اٹھنے سے قبل وہ یہ دعائیں پڑھ لیں۔ تو اس مجلس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

ترجمہ: "پاک ہیں اے اللہ آپ قابل تعریف ہیں۔ میں گواہ ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔" (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۸۱)

فائدہ: آج کل ہم لوگوں کی مجلس عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں جو قابل مواخذہ وگرفت امور پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو شرعاً نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے درود شریف اور آخر میں یہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ تاکہ مجلس کا کفارہ ہو جائے۔

کسی عارف نے کلام منظوم میں آپ ﷺ کی مجلس کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

حیا صبر حلم و علم کی مجلس امانت کی
نہ شور غل نہ تہمت کی نہ عیبوں کی اشاعت کی
کبھی مجلس میں اپنے پائے اقدس کو نہ پھیلاتے
خدا کا ذکر اٹھتے بیٹھتے ہر وقت فرماتے
جگہ اپنی نہ مجلس میں کوئی مخصوص فرماتے
کنارے بیٹھ جاتے اور یہی لوگوں کو سکھلاتے

(کوثر صفحہ۵۰)

بیٹھنے کے متعلق آپ ﷺ کے عادات طیبہ کا بیان

دائرہ اور حلقہ بنا کر تشریف فرما ہوتے

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تو حلقہ بنا کر (گول دائرے میں) بیٹھتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آپ ﷺ کی مجلس آگے پیچھے بیٹھ کر نہ ہوتی۔ اس میں ایک دوسرے کے پس پشت بیٹھتا ہے۔ اور آپ کو کسی کے پیچھے بیٹھنا پسند نہ تھا۔ اس لئے گول دائرے میں آپ کی مجلس ہوتی۔ چنانچہ آج بھی عرب کی مجلس ایسی ہی ہوتی ہے حرم پاک میں عربوں کی جو مجلس ہوتی ہے وہ اسی طرح گول دائرے میں ہوتی ہے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ حتی الامکان بیٹھنے میں ایسا ہی حلقہ نما طریقہ اختیار کیا جائے۔ تاکہ سنت کا ثواب ہو۔ اور یہ سنت طریقہ رائج ہو۔

حضرت خالد خزاعی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب میں بیٹھتے تو آپ کے اصحاب آپ کے چاروں طرف ہو جاتے۔ (یعنی حلقہ بنا کر بیٹھتے کسی کے سامنے کسی کا پشت نہ ہوتا)۔

(مطالب علیہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۰)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح حلقہ (گول دائرہ) بنا کر بیٹھتے جس طرح دستر خوان پر (آمنے سامنے) بیٹھا جاتا ہے۔ اور آپ بیچ میں تشریف فرما ہوتے۔ اور گفتگو فرماتے ہوئے کبھی اس جانب رخ اور توجہ فرماتے اور کبھی دوسری جانب رخ اور توجہ فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

حضرت حسن بن الضحاک فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بقیع غرقد کسی جنازہ میں تھے تو آپ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم لوگ حلقہ بنا کر ارد گرد بیٹھ گئے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

حبوہ یا گوٹ مار کر بیٹھتے

قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو مسجد میں حبوہ گوٹ مارے نہایت متواضع بیٹھے

دیکھا۔ میں آپ کے رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۳، ابوداؤد صفحہ ۶۶۶، شمائل صفحہ ۹)

ابوامامہ حارثی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیٹھتے تو گوٹ مارے بیٹھتے۔

(حاشیہ الشمائل صفحہ ۱۱۵)

ایاس بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گوٹ مارے پیٹ کو رانوں سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو باندھے بیٹھا کرتے تھے۔ (طبرانی صفحہ ۷۹۴، الشمائل الحمدیہ حاشیہ نمبر ۱۱۵)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بیٹھتے تو حبوہ بنا کر بیٹھتے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

اور شمائل میں ہے کہ آپ مسجد میں بیٹھتے تو حبوہ بنا کر بیٹھتے۔ (شمائل صفحہ ۹)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فناء کعبہ میں حبوہ بنا کر بیٹھے دیکھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: قیلہ بنت مخرمہ کی روایت میں آپ کے بیٹھنے کی تعبیر لفظ القرفصاء سے کی ہے۔ قرفصاء کی مشہور یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو (مغربی یوپی) میں گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔

شرح اخلاق النبی میں القرفصاء کے معنی ہیں۔ اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھنا جسے گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔

اسی کے ہم معنی لفظ احتباء بھی ہے۔ (دونوں میں فرق یہ ہے کہ احتباء کی صورت میں پیٹھ اور پنڈلیوں کو کپڑے سے باندھا جاتا ہے اور قرفصاء کی صورت میں ہاتھوں کو باندھ لیا جاتا ہے۔ بیٹھنے کی ہیئت اور صورت قریب قریب ایک ہی ہوتی ہے۔ جس صحابی نے آپ کو جس صورت میں دیکھا اسی طرح بیان کر دیا۔

یہ مقصد نہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیشہ اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ہیئت اکثر تکان دور کرنے اور کچھ آرام حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ عام نشست وہی ہے۔ جو حق تعالیٰ شانہ نے نماز کے لئے منتخب فرمائی ہے۔ (شرح اخلاق النبی صفحہ ۳۳۲)

حبوہ کی تفصیل خصائل شرح شمائل میں

دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کر کے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا، لنگی عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اس لئے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرات صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ (صفحہ ۱۰۲)

ٹیک لگا کر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے تشریف فرماتھے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۱۵۳)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کے سہارے ٹیک لگائے تشریف فرما دیکھا۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: آپ ٹیک لگا کر اور کسی کے سہارے بھی تشریف فرما ہوتے۔ کبھی تکیہ وغیرہ کا کبھی چادر وغیرہ کا سہارا لگا لیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنا بھی طریق مسنون ہے۔ اور کبر کی علامت نہیں کہ حضرات انبیاء کے سارے امور اخلاقیہ ذمیمہ سے پاک ہوتے ہیں۔

مسند اور فرش نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجلس میں نہ کبھی مسند لگایا جاتا اور نہ فرش (قالین عمدہ فرش وغیرہ)۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شاہوں اور نوابوں کے بیٹھنے کے لئے بڑے بڑے گاؤ تکیے لگائے جاتے ہیں۔ اور ان کے بیٹھنے کی جگہ عام جگہوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ قالین یا خاص گدا بچھایا جاتا ہے جس سے اور ان کی جگہ ممتاز ہو جائے۔ آپ کی مجلس میں ایسا نہیں تھا کہ آپ کی مجلس سادہ ہوتی۔ کہ اجنبی کو دھوکا ہو جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کون ہے۔ کہ یہ امور کبر اور علو سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کے برگزیدہ بندے ان امور سے پاک ہوتے ہیں۔

فجر کے بعد چہار زانو بیٹھتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو سورج کے نکلنے تک چہار زانو بیٹھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۶)

فائدہ: آپ عموماً چہار زانو نہ بیٹھتے۔ البتہ فجر سے فارغ ہونے کے بعد آرام وسہولت، کے لئے چہار زانو بیٹھتے۔ پھر جب سورج نکل کر بلند ہو جاتا تو اشراق کی نماز ادا فرماتے۔

جوتا اتار کر بیٹھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جوتا اتار کر بیٹھتے۔

(بیہقی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۲)

فَائِدَہ: مجلس میں جوتا چپل پہنے بیٹھنا نہایت ہی قبیح ہے۔ اس سے پریشانی ہوتی ہے۔ بعض لوگ جوتا چپل پہنے ہی کنارے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہی نہیں مروت وشرافت کے بھی خلاف ہے۔

کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں وعظ

ابورفاعہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آیا تو آپ خطبہ دے رہے تھے۔ تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ایک مسافر آدمی دین کے متعلق معلومات کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ آپ خطبہ چھوڑ کر ہماری جانب متوجہ ہوئے آپ کے لئے کرسی لائی گئی، میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ہمیں سکھانا شروع کیا، جو خدائے پاک نے آپ کو بتایا تھا۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۷، نسائی)

ایک دوسری روایت میں ابورفاعہ سے اس طرح منقول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کرسی پر خطبہ فرمارہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پایہ لوہے کے تھے۔ (ابوالشیخ صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ وتقریر کرنا برا نہیں بلکہ بہتر اور مسنون ہے۔ اس لئے کہ واعظ یا مقرر ذرا اونچی جگہ بیٹھتا ہے تو سب کا مواجہہ ہو جاتا ہے۔ اور سامنا رہنے کی وجہ سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے کہ متکلم کی بات کان سے سننے کے ساتھ دیکھنا بھی سننے میں زیادہ موثر ہوتا ہے۔ بعض لوگ جہالت کی بنیاد پر اعتراض یا نقد کرتے ہیں یا بہتر نہیں سمجھتے یہ نادانی کی بات ہے۔

خیال رہے کہ وعظ وتقریر کے لئے کرسی کا استعمال آپ نے فرمایا ہے۔ بیٹھنے کے لئے کرسی کا استعمال آپ نے نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ زمین یا فرش پر بیٹھتے۔ محض بیٹھنے کے لئے کرسی کا استعمال جائز ہے۔ مگر سنت طریقہ نہیں ہے۔

زمین پر بیٹھتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زمین پر بیٹھتے زمین پر کھاتے۔

(طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ عدی بن حاتم آپ کے پاس آئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو گھر بلا لیا۔ آپ زمین ہی پر بیٹھ گئے۔ خادمہ نے تکیہ پیش کیا تو اپنے اور عدی کے درمیان تکیہ رکھ دیا۔ اس پر (زمین ہی پر بیٹھ جانے کی وجہ سے) عدی نے کہا میں سمجھ گیا کہ آپ کوئی بادشاہ نہیں۔ ابن قیم نے لکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زمین پر، چٹائی پر، بستر پر بیٹھ جاتے تھے۔ (جلد ا صفحہ ۱۷۰)

فَائِدَہ: زمین پر بیٹھنا زمین پر سونا آپ کی عادت طیبہ تھی عموماً کھجور کی چٹائی ہوتی۔ اگر چٹائی نہ ہوتی تب بھی

آپ زمین پر بلا تکلف بیٹھ جاتے۔ کھانا بھی آپ زمین ہی پر کھاتے ٹیبل کرسی تو کیا چار پائی تخت پر بھی نہ کھاتے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ کے لئے دستر خوان زمین میں بچھایا جاتا۔ آپ زمین پر کھاتے۔ (صفحہ ۵۴)

اسی طرح نبوی لیل ونہار میں ہے آپ نے میز کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دستر خوان بچھا دیا جاتا تھا اس پر آپ کھانا تناول فرماتے۔ (صفحہ ۴۴)

مجلس میں بیٹھے آسمان کی جانب نگاہ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مجلس میں تشریف فرما کر باتیں کرتے آسمان کی جانب نگاہ فرماتے۔ (بیہقی، سیرۃ الشامی صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: آسمان کی جانب نگاہ وحی کی آمد وانتظار کی وجہ سے فرماتے۔ یا ملا اعلیٰ کی وجہ سے کہ وہ آسمان پر ہے کبھی کبھی نگاہ فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس نبوی میں عام لوگوں کی طرح بیٹھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے درمیان اس طرح بیٹھتے کہ کوئی عرب (جو آپ سے متعارف نہ ہوتا) آتا تو پوچھتا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

مجلس میں اصحاب کی رعایت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے ہوئے کبھی اپنے اصحاب سے آگے اپنے گھٹنے نہیں بڑھاتے۔ بلکہ اصحاب کے برابر میں رکھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے گھٹنے کے پاس بیٹھنے والے سے آگے نہیں نکالتے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس کوئی آکر بیٹھا ہو اور آپ اس کے اٹھ جانے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا ہو اور آپ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا لیتا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں نمایاں اور ممتاز ہونے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ حلقہ بنا کر سب کی طرح برابر بیٹھتے گھٹنہ بھی آگے بڑھانا ناپسند فرماتے۔ اور آج کل لوگ ممتاز ہیئت بنا کر بیٹھنا شان سمجھتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ خلاف سنت طریقے سے شان مطلوب نہیں۔ کہ اس سے کبر پیدا ہوتا ہے۔

بدلہ اور قصاص

آپ ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ آپ سے کسی کو کسی درجہ بھی تکلیف پہنچتی تو اس سے فرماتے کہ تم بدلہ لے لو۔ اسی طرح کسی کو کسی مناسب وجہ سے بھی مارتے تو فرماتے تم بھی مجھے مار کر بدلہ لے لو۔ یہ آپ کے کمال تواضع اور احتیاط کی بات تھی۔

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی وہ اس کے پیٹ میں لگ گئی ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کا بدلہ لے لو۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لو یا معاف کرو۔

حبیب ابن مسلمہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو بدلہ لینے کے لئے بلایا۔ جسے غلطی سے آپ سے خراش لگ گیا تھا۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد۔ تم کو جبار اور متکبر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ تو آپ نے اس دیہاتی کو بلایا اور فرمایا۔ مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا میں نے معاف کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں ہمیشہ معاف کرتا رہوں گا۔ خواہ آپ ہمارے اوپر چڑھ جائیں (یعنی جانی تکلیف پہنچائیں) آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا خیر کی۔ (سبل، حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۵۸، کنز)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے ایک شخص سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حنین کے موقعہ پر آپ ﷺ سے ٹکرا گیا۔ اور میرے پیر میں ایک موٹا جوتا تھا۔ پس آپ ﷺ کا ایک پیر کچل گیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے اس سے مار دیا۔ اور کہا تو نے مجھے تکلیف پہنچا دی۔ (اس کا مجھ پر بڑا اثر اور مارے غم کے) میں رات بھر اپنے پر ملامت کرتا رہا۔ اور کہتا رہا میں نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچا دی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو اچانک ایک آدمی آیا اور کہا فلاں کہاں ہے میں نے کہا وہی بات ہے جو کل پیش آئی تھی۔ چنانچہ میں چلا۔ اور بہت ڈر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کل تم نے میرے پیر کو روند ڈالا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے تم کو چھڑی سے مار دیا تھا۔ سو یہ اسی بھیڑ اس کے بدلہ (کفارہ) میں لے جاؤ۔ (دارمی جلد ا صفحہ ۳۵)

فائدہ: دیکھا کہ آپ نے باوجودیکہ حقاً مارا تھا۔ مگر پھر اس کی تلافی میں آپ نے اخلاقاً اور اکراماً اسی بھیڑ دیئے۔ جو آپ کی سخاوت کی ایک نادر مثال ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص

آپ کے پاس آگیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ اسے لگ گئی۔ اور اس کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا بلاؤ اسے وہ مجھ سے بدلہ لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲۴)

سواد بن عمر ذکر کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور ایک مرکب مجموعہ خوشبو لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا ورس ہے (ایک رنگین خوشبو دار گھاس ہے) الگ رہو الگ رہو۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک شاخ تھی میرے پیٹ پر مار دیا۔ مجھے تکلیف ہوگئی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بدلہ۔ چنانچہ آپ نے اپنا پیٹ کھول دیا۔ میں نے جلدی سے بوسہ لے لیا اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں اسے قیامت کے دن شفاعت کا ذخیرہ بناتا ہوں۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۷۰)

فائدہ: صحابی اہل محبت میں سے تھے۔ موقعہ نکال کر آپ کے جسم اطہر کا بوسہ لے لیا۔ انتقام اور بدل کو کل قیامت کے لئے ذخیرہ بنا دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے میں معاف کرتا ہوں تا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت حاصل کروں۔ (سبل، مجمع جلد ۶ صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ ﷺ معصوم اور بخشے بخشائے تھے۔ آخرت میں کسی قسم کا مواخذہ آپ سے نہیں ہوگا۔ مگر اس کے باوجود آپ پر خوف وخشیت کا غلبہ تھا۔

اولاً تو آپ ﷺ نے کسی کو بالقصد تکلیف اور اذیت نہیں پہنچائی۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا سابقہ پیش آگیا تو آپ ﷺ نے احتیاط کے پیش نظر فوراً اسے مکلف کیا اور مطالبہ کیا کہ اس تکلیف کا بدلہ مجھ سے لے لے۔ اگر کسی کو مارا پیٹا یا چوٹ خراش لگی تو فوراً اپنا جسم بدلہ کے لئے پیش کیا۔ چونکہ صحابہ کرام بھی محبت میں سرشار تھے۔ انہوں نے بدلہ نہیں لیا۔ دل سے معاف کر دیا۔ اور اس معافی کو شفاعت کا ذریعہ خیال کیا۔ یہ واقعات ہمارے لئے باعث سبق وعبرت وتعلیم ہیں کہ ہم بالقصد وارادہ بھی کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو نہ تو اس سے بدلہ لینے کو کہتے ہیں نہ معافی مانگتے ہیں معافی تو بعد کی بات ہے اولاً بدلہ لینے کا مطالبہ کرنا چاہئے پھر اسے اختیار ہے کہ خواہ بدلہ لے یا معاف کر دے۔ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ بجائے قیامت میں بدل دینے کے دنیا میں بدلہ دے کر معاملہ ختم کر دیں۔

برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے کر معاف کر دیتے

ابوعبداللہ الجلی نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ گھر میں بااخلاق تھے۔ نہ تو فحش گو تھے۔ اور نہ فحش گوئی کو پسند فرماتے تھے نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور چھوڑ دیتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

قتل کرنے والے تک کو معاف فرما دیا

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے دوپہر کا قیلولہ کرنے کے لئے ایک درختوں کے باغ میں رک گئے۔ الگ الگ درختوں کے سائے میں لوگ منتشر ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اپنی تلوار درخت میں لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو آواز دی۔ تو کیا دیکھا کہ ایک دیہاتی کھڑا ہے اور آپ نے فرمایا اس نے میرے اوپر میری ہی تلوار سونت لی اور میں سو رہا تھا۔ میں جاگا تو دیکھا میری تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور مجھ سے کہہ رہا تھا تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے تین مرتبہ کہا اللہ اللہ اللہ (یعنی مجھے اللہ بچا سکتا ہے) پھر آپ نے اسے (چھوڑ دیا) کوئی گرفت نہیں فرمائی اور آپ بیٹھ گئے۔ (بخاری صفحہ ۴۰۷، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۷)۔

حضرت جعدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے کہ میں حاضر تھا آپ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا۔ کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو تو خدا تجھ کو میرے اوپر قابو نہ دیتا۔ (اور آپ نے معاف فرما دیا)۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۸)

فَائِدَۃ: انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ سزاءً آپ اسے مار دیتے سخت پٹائی کرتے۔ قید و حبس میں ڈال دیتے۔ کہ ایسا مہلک اقدام آپ پر کیسے کیا۔ مگر قربان جایئے آپ کی رحم دلی اور خلق عظیم کا کہ آپ نے کچھ تعرض نہ کیا اور اسے معاف فرما دیا۔ اسی طرح لبید بن عاصم نے جب آپ پر سحر کر دیا تھا۔ جس کے سحر سے آپ چھ ماہ پریشانی اور تکلیف میں رہے معلوم ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تعرض نہ کیا۔ حتیٰ کہ ناراضگی کے ساتھ اس کا ذکر تک نہ کیا۔ نہ اس کی جانب سے آپ کے چہرہ پر کوئی اثر ظاہر ہوا۔

اسی طرح خیبر کے موقعہ پر ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر آلود گوشت پیش کیا۔ جیسے ہی آپ نے کھایا گوشت کی بوٹی نے اپنا زہر آلود ہونا بیان کر دیا۔ آپ نے فوراً پھینک دیا۔ اور لوگوں سے واقعہ بیان کیا مگر اس یہودیہ کو آپ نے زجر و توبیخ نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس کا قتل جائز تھا کہ اس نے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اسے قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اسے معاف فرما دیا ؎

وہ صبر و حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو

تکلیف دینے والے کو معاف فرما دیتے

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار حضرت سعد

بن عبادہ (کے گھر عیادت کے لئے گئے تو ان) سے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا کہ ابوالحباب ابی) نے کیا کہا۔ اس نے ہمیں ایسا ایسا (برا) کہا۔ اس پر حضرت سعد نے کہا۔ اے اللہ کے رسول آپ اسے معاف فرما دیجئے اور درگزر سے کام لیجئے چنانچہ آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اور اصحاب کرام یہود و نصاریٰ کی اذیت آمیز باتوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے اس پر اللہ پاک نے یہ آیت اتاری۔ **"فاعفوا واصفحوا الخ"** (اخلاق النبی صفحہ ۷۰)

فَائِدَۃ: آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کو کفار مکہ، یہود و نصاریٰ ہر ممکن طرح اذیت پہنچاتے۔ بدکلامی سے پیش آتے۔ آپ اسے معاف فرما دیا کرتے تھے اور اس سے کوئی تعرض نہ فرماتے۔ اور نہ بدلہ لیتے اور نہ دل میں کچھ رکھتے کہ نہ دوسری مرتبہ بعد میں اس کا کوئی منفی اثر ظاہر ہوتا۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق کی بات تھی۔

سب کو معاف فرما دیتے

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول پاک ﷺ حدود شرعی کے علاوہ تمام مجرموں اور گنہ گاروں کا معاف فرما دیتے تھے۔ (یعنی ان کی معافی بلا دریغ قبول فرما لیتے) البتہ شرعی حد میں رعایت نہ فرماتے جب آپ کے پاس شرعی شرطوں کے ساتھ آ جاتا تو اسے نافذ فرماتے تا کہ اللہ کے حدود پامال نہ ہوں۔ اس لئے آپ اس میں معافی و رعایت نہ فرماتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَۃ: شرعی حدود میں نہ معافی ہے نہ سفارش۔

گرفت فرمانے کی عادت نہیں

مہاجرام سلمہ کے غلام کہتے ہیں کہ میں نے کئی سال آپ ﷺ کی خدمت کی مگر کبھی آپ نے جس کو میں نے کہا آپ نے نہیں فرمایا کہ کیوں کہا۔ اور کسی کام کو نہیں کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کیوں نہیں کیا۔
(طبرانی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶)

فائدہ: یعنی کرنے یا نہ کرنے پر گرفت نہیں فرماتے تھے بلکہ برداشت کر لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔ کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ فرمایا کہ کیوں کیا۔ اور نہ یہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۲)

فائدہ: یعنی آپ ﷺ نے کرنے اور نہ کرنے پر زجر وتوبیخ اور گرفت نہیں فرمائی بلکہ مسامحت اور ملاطفت سے کام لیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ شریعت کے امور لازمہ کے بارے میں یہ بات نہیں تھی اس میں تو آپ نہ کرنے پر گرفت فرماتے۔ کہ اس میں مسامحت درست نہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا۔ (یعنی ڈانٹا نہیں) اور نہ کسی چیز کے کرنے پر فرمایا کیوں کیا۔ اور نہ کرنے پر بھی کیوں نہیں کیا، نہیں فرمایا۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۳۱۲، مسلم)

حدود کے علاوہ جرموں کو آپ ﷺ عموماً معاف فرمادیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس عموماً جو جرم اور غلطیاں پیش ہوتیں آپ معاف فرمادیتے، سوائے حدود کے۔ (کہ آپ اسے ہرگز نہ معاف کرتے نہ سفارش قبول کرتے بلکہ اسے نافذ فرماتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۳، مکارم الخرائطی صفحہ ۳۸۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول پاک ﷺ کے پاس قصاص حدود کے علاوہ جو بھی (مجرم) پیش کیا جاتا آپ اسے معاف فرمادیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۱۸)

اپنا انتقام کسی سے نہیں لیا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام اور بدلہ نہیں

لیا۔ ہاں اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو پامال کیا تو آپ اس سے انتقام لیتے۔ یعنی اللہ کے احکام کو جاری کرتے ہوئے سزا دیتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ چوری، زنا قتل وغیرہ کا شرعی ثبوت ہو جاتا تو پھر حدود کے نافذ کرنے میں کوئی رعایت نہ فرماتے۔ معافی معذرت قبول نہ فرماتے۔

اس کے برخلاف اگر آپ کو تکلیف واذیت کوئی دیتا۔ ظلم کرتا تو آپ بدلہ نہ لیتے بلکہ معاف فرما دیتے۔

لعن طعن کی عادت نہیں

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہ کسی کو گالی دیتے تھے نہ لعن طعن فرماتے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۱۴)

لعن طعن والے شفاعت سے محروم

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ لعن طعن کرنے والے کی نہ قیامت کے دن شہادت دیں گے، نہ شفاعت کریں گے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۰۲)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا جو لوگ لعن طعن کرتے ہیں خود لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔
(ادب مفرد صفحہ ۱۰۲)

صبر

آپ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر بہت زیادہ صبر فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے (خلاف مزاج باتوں اور امور کو) برداشت کرنے والے تھے۔ اور (تکالیف و مشقت پر) صبر کرنے والے اور غصہ کو پی جانے والے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۶۹)

صبر و مدارات کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ پر موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی آپ کو ایک دیہاتی نے پکڑا۔ اور چادر کو پکڑ کر آپ کو خوب زور سے کھینچا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ چادر کے موٹے کنارے کا آپ کی گردن پر (زور سے کھینچنے کی وجہ سے) نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا اے محمد جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، مجھے دے دیجئے، آپ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا (بجائے ڈانٹ ڈپٹ کے) اور اسے دینے کا حکم دے دیا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۳۷، ابوداؤد، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۰)

فائدہ: اس نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی، گستاخی کی لیکن آپ نے بجائے ڈانٹنے کے صبر ہی نہیں کیا بلکہ جو مانگا آپ نے اسے دے دیا۔ سوال کو بھی پورا کر دیا۔ اس قسم کے بے شمار واقعات آپ سے متعلق ہیں۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال تقسیم فرمایا۔ تو ایک شخص نے آپ کو کہا اس تقسیم سے خدا کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ (بلکہ تعلقات اور احباب کی رعایت کر کے ان کو خوب دیا گیا ہے) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی اطلاع کی۔ آپ بہت سخت غصہ ہوئے آپ کا چہرہ لال ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگ گیا کہ کاش میں ذکر نہ کرتا۔ آپ نے صبر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے زائد تکلیف دی گئی۔ (یعنی اسی طرح ان کو بھی پریشان اور ان پر اعتراض کیا گیا) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے۔ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لئے ہوئے اسے تقسیم فرما رہے تھے۔ پس اس نے کہا اے محمد انصاف کرو۔ آپ نے

فرمایا افسوس ہے تم پر میں جب انصاف نہ کروں گا تو پھر کون تم سے انصاف کرے گا۔ اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں سخت گھاٹے اور خسارہ میں رہوں گا حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا چھوڑ دیجئے اے اللہ کے رسول میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے کہا معاذ اللہ لوگ کہیں گے کہ یہ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ (اور آپ نے ان کو معاف فرمادیا)۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۴۰)

فَائِدَۃ: آپ ﷺ نے ان لوگوں کے اعتراض کو سنا اور متواضعانہ جواب دے کر کہا کہ جب خدا کا رسول انصاف نہ کرے گا تو کون انصاف کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اس کی ذات کے بارے میں کچھ طعن کیا جائے تو برداشت کرے۔

عموماً اہل عہدہ اور ارباب انتظام جب کوئی بات جس میں نقد وغیرہ ہو سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں غیظ وغضب میں مبتلا ہو کر بسا اوقات انتقامی جذبہ سے پیش آتے ہیں۔ جو جابرانہ مزاج سے متعلق ہے۔ حضرات انبیاء کی شان برگزیدہ بندوں کی پہچان ہے کہ متواضعانہ جواب دے کر صرفِ نظر کرے اور کسی قسم کا کوئی انتقام نہ لے۔ کیا خوب ترجمانی کی کسی شاعر عارف نے ؎

وہ صبر حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو
تحمل اجنبی کی ناروا باتوں کا فرماتے
کہ بے تہذیبوں گستاخیوں کو ضبط کر جاتے
خلاف طبع باتوں سے تغافل کر لیا کرتے
نہ باتوں کی پکڑ کرتے نہ شرمندہ کیا کرتے

(کوثر و زمزم صفحہ ۴۹)

اہل خانہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

ازواج مطہرات کو گھریلو کھیل کی اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گھر میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو وہ سب چھپ جاتی تھیں۔ تو آپ ان کو پکڑ کر میرے پاس لاتے تھے۔ تو وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۲، مشکوۃ صفحہ ۲۸۰، بخاری مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے مزاج کی رعایت فرماتے۔ ان کی خوشی اور مسرت کے امور کو ملحوظ رکھتے۔ بے تکلف رہتے۔ جابر قاہر کی طرح نہ رہتے۔ انس اور الفت کا لحاظ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مسابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں میں آپ کے ساتھ تھی۔ تو میرے اور آپ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ تو میں آگے بڑھ گئی۔ (جیت گئی آپ ہار گئے) پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا اور آپ سے پھر دوڑ کا مقابلہ ہوا تو آپ مجھ پر بازی لے گئے۔ اور فرمایا یہ اس کا بدلہ ہے۔ (ابوداود، مشکوۃ صفحہ ۲۸۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلطف اور انس کے طور پر ایسا کیا۔ یہ علامت ہے محبت اور بے تکلفی کی جو آدمی گھر آتے ہی شیر بن جاتا ہو۔ ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ شروع کر دیتا۔ حاکمانہ جابرانہ برتاؤ کرتا۔ وہ ایسے بے تکلفی کا برتاؤ کہاں کر سکتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ نوکرانی جیسا برتاؤ کرنے والوں کو یہ کہاں نصیب۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جس سے اس کو انس ہو وحشت نہ ہو۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے اس قدر ڈھیل دے کہ بداخلاق ہو جائے۔

کامل کون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان میں کامل وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں، اور وہ اپنے اہل اور ازواج میں شفیق و مہربان ہو۔ (مشکوۃ، ترمذی صفحہ ۲۸۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں میں بہتر ہو۔ اور میں تم لوگوں کے لئے بہتر ہوں۔ (ترغیب صفحہ ۴۹)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۹۷۸)

فائدہ: کمال ایمان اور کمال اخلاق میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے ماتحتوں سے خوش اخلاقی اور نرمی برتے۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ باہر کے لوگوں سے بہت اخلاق اور سنجیدگی سے پیش آتے ہیں اور گھر میں بیوی اور بچیوں کے لئے شیر اور چیتا بن جاتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ تیز کلامی سے ہی پیش آتے ہیں۔ یہ نہایت ہی مذموم اور قبیح عادت ہے۔ ہمیشہ ایسا برتاؤ اور مزاج گھر کے نظام کو بگاڑ دیتا ہے۔

اہل سے مزاحیہ باتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ غزوہ تبوک یا حنین تشریف لائے تو طاقچہ میں پردہ دیکھا۔ ہوا چلنے سے پردہ ہٹ گیا تو حضرت عائشہ کا کھلونا نظر آ گیا۔ تو آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ کیا ہے۔ کہا گڑیا، اس کے درمیان گھوڑا دیکھا جس کے دو کاغذ کے پر یا بازو بنے تھے۔ تو آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ اس کے درمیان کیا ہے۔ کہا گھوڑا ہے۔ پیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا دو پیر گھوڑے کے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے گھوڑے کے دو بازو۔ حضرت عائشہ نے کہا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ دانت نظر آ گئے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۲، ابوداؤد)

فائدہ: آپ اہل وعیال سے مزاحیہ باتیں بھی فرماتے۔ تاکہ انس و محبت آپس میں اچھی طرح قائم رہے۔ حسن معاشرت میں ایسی چیزیں بہت معین ہوتی ہیں۔ اور آپس میں خوشگوار تعلقات رہتے ہیں۔

ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرایا

حضرت صفیہ بنت حی کہتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرایا۔

(مجمع جلد ۴ صفحہ ۳۲۳، مسند احمد، جلد ۶ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: آپ ﷺ نے ازراہ تلطف وثواب باوجودیکہ فرض نہیں تھا کرا دیا۔ تاکہ اسلام کا عظیم ترین رکن اور خدائے پاک کے تقرب کا باعث عظیم جو مالی جانی عبادت سے مرکب ہے۔ آپ کی صحبت و موجودگی میں ادا ہو جائے۔ اور اس ثواب عظیم کا شوق پورا ہو جائے۔ عورت کا حج شوہر کے ساتھ بہتر طور پر ادا ہوتا ہے۔ نفس اور نگاہ دونوں سے حفاظت رہتی ہے۔ اس لئے وسعت ہو تو شوہر کے ساتھ حج کرے یا کرا دے۔ آپ ﷺ نے حج عورتوں کا جہاد قرار دیا ہے۔ (کذا فی، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۸)

دنیا کی تین چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں ① عورت ② خوشبو ③ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں محبوب تھیں۔ طعام، عورت، خوشبو دو کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالیا۔ عورت و خوشبو مگر کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پا سکے۔

(مسند احمد، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھانے کی سہولت نہ ہوسکی دونوں وقت کھانے کی نوبت نہ آسکی۔ بسا اوقات کئی کئی ماہ تک صرف کھجور پانی پر گزارا ہو جاتا تھا۔

عصر کے بعد بیویوں کے پاس جاتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات کے پاس عصر کے بعد تشریف لے جاتے اور ان کے قریب ہوتے۔ (اٹھتے بیٹھتے باتیں فرماتے)۔ (بخاری، مسلم، سبل جلد ۹ صفحہ ۲۶)

ہر دن صبح و شام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح و شام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور ان کو خود سلام فرمایا کرتے تھے۔ (اتحاف المہرہ جلد ۴ صفحہ ۵۱۸)

فائدہ: ربط اور محبت اور گھریلو دیکھ بھال، کس چیز کی ضرورت ہے کون آیا کون گیا۔ ان امور کے لئے آپ دونوں وقت ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ بسا اوقات ان ازواج مطہرات کے پاس دوسری عورتیں مسائل شرعیہ معلوم کرنے آتیں۔ تو وہ آپ کی آمد کی منتظر رہتی تھیں۔ اس لئے آپ تشریف لے جاتے تھے۔ باقی اوقات عامۃ الناس میں دینی امور میں مشغول رہتے تھے۔

آپ گھر میں اہل خانہ کے ساتھ کس طرح رہتے

عمرو نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ جب گھر میں تشریف لے جاتے تو اہل خانہ کے ساتھ کس طرح رہتے۔ تو حضرت عائشہ نے کہا۔ آپ عام آدمی کی طرح رہتے۔ ہاں مگر آپ بہت کریم تھے۔ اور اخلاق کے اعتبار سے بہت عمدہ۔ ہنستے مسکراتے رہتے تھے۔ (الخرائطی صحی)

عبداللہ الجدلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ اپنے اہل خانہ میں کس طرح رہتے تھے۔ تو انہوں نے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ نہ فحش بات بولتے نہ پسند

کرتے۔ نہ بازار میں آواز بلند فرماتے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے۔ معاف اور درگزر فرماتے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ حد درجہ عورتوں کی رعایت فرماتے ان کو ڈانٹ ڈپٹ جھڑکتے نہیں تھے۔ عورتیں تکلیف دہ برتاؤ کرتیں تو آپ درگزر فرماتے۔ اس کا بدلہ نہ لیتے کہ تم نے ایسا کہا اور کیا تو میں نے بھی ایسا کیا اور کہا۔ جیسا کہ عام لوگوں کا مزاج ہے۔

اہل خانہ پر بڑے شفیق اور مہربان تھے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے اہل وعیال میں بڑے شفیق ومہربان تھے۔

(المطالب العالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کا۔ راحت وآرام کا خیال فرماتے۔ ڈانٹ ڈپٹ سختی جھڑک یا مار پیٹ نہ فرماتے۔ جیسا کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے۔ گھر والوں پر سخت، باہر والوں پر نرم ایسے نہیں تھے۔ ہاں اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض واجبات میں بھی نرمی اور تساہل برتتے۔ بلکہ اس میں مناسب طور سے سختی برتتے۔

اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ کبھی کسی خادم ونوکر کو مارا نہ کبھی کسی بیوی کو اپنے ہاتھ سے کسی کو آپ نے نہیں مارا۔ ہاں مگر جہاد میں۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۷)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بڑے رحم دل شفیق مہربان تھے۔ نرمی سنجیدگی عفو ودرگزر کے پیکر تھے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو نہیں مارا۔ اپنے خادموں کو نوکروں کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کیا۔ تو ازواج مطہرات کو کیا مارتے کہ ازواج مطہرات بھی صالحات اور مطیع فرمانبردار تھیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مزاج ومنشاء کی رعایت کرنے والی تھیں۔ دنیا اور عیش کی زندگی کو چھوڑ کر فاقہ اور غربت کی زندگی کو اختیار کرکے آپ کی زوجیت پر نازاں تھیں۔ مہینہ مہینہ گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا مگر کسی کو شکایت نہیں۔ صابرہ شاکرہ عابدہ تھیں۔

اپنی بیویوں کا نفقہ سال بھر کا ادا کرتے

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خیبر کی جائداد سے اپنے ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ ایک سو اسی واسق کھجور دیا کرتے تھے۔ اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے عہد میں اختیار دے دیا تھا کہ خواہ پیداوار لیں یا زمین لیں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۰۶، مسلم، ابوداؤد)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے مال میں سے ایک سال کا نفقہ اپنی بیویوں کو ادا فرمادیتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: گھریلو نظم اور سہولت کے پیش نظر آپ ﷺ سال بھر کا نفقہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ حضرات ازواج مطہرات حسب خواہش خرچ کرتیں۔ اور زیادہ تر تو راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سہولت کے لئے سالانہ یا ماہانہ انتظام کرنا توکل کے منافی نہیں۔ چونکہ آپ سے زیادہ کون متوکل ہو سکتا ہے۔

کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ سفر فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۸۴۷)

فائدہ: سفر میں اپنی سہولت کے لئے جس بیوی کو آپ چاہتے اپنی سہولت کے پیش نظر لے جا سکتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے قرعہ اندازی فرما کر جس کا نام نکلتا اسے لے جاتے۔ آپ اس لئے ایسا کرتے تا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ یہ حسن معاشرت کی بات ہے۔ خیال رہے کہ ایسے امور میں جہاں کسی کا حق متعین طور پر نہ ہو۔ اور سب کو نہیں مل سکتا تو قرعہ کے ذریعہ مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے تا کہ شکایت کا موقعہ نہ ملے۔

گھر والوں پر نرم مزاجی

حضرت عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کس طرح رہتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ انسانوں میں سے ایک انسان تھے ہاں مگر یہ کہ ہنستے مسکراتے رہتے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۵)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نرم مہربان ہے۔ اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی پر وہ بخشش فرماتا ہے۔ جو سختی پر نہیں فرماتا۔ (مکارم اخلاق صفحہ ۳۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب خدائے پاک کسی گھر والے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں نرمی داخل فرما دیتا ہے۔ (مکارم صفحہ، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۷۱)

یعنی شدت اور سختی کی وجہ سے جو ایک دوسرے سے الفت نہیں ہوتی جس سے نظام خانہ فاسد اور خراب رہتا ہے۔ نرمی سے اس کی نوبت نہیں آتی۔

اہل خانہ کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بڑے نرم دل نرم خو تھے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی چیز کو پسند فرماتیں۔ تو آپ ان کا کہا نہ ٹالتے۔ (بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو)۔

(اخلاق النبی صفحہ ۴۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ گھریلو اور معاشرتی امور میں آپ ان کی رعایت فرماتے۔ یہ مطلب نہیں کہ آج کل کی طرح ہر جائز وناجائز امور میں بیگم کی رعایت فرماتے۔

مرحومہ زوجہ کی رعایت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کچھ (ہدیہ وغیرہ لاتا) تو آپ فرماتے جاؤ اسے فلاں عورت کی طرف لے جاؤ۔ وہ خدیجہ کی سہیلن ساتھی ہے۔ خدیجہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ (حاکم، سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۳۸۷)

فَائِدَہ: جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے اسی طرح اپنی محبوب زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کا بھی خیال فرماتے۔ یہ آپ کے کمال محبت اور وسعت اخلاق کی دلیل ہے۔

بیویوں کے پاس تشریف لاتے تو خود سلام کرتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو اپنے ازواج کے پاس تشریف لاتے۔ تو ان کو سلام فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۱۹)

فَائِدَہ: یعنی اپنی بیویوں کے گھر آتے تو خود اولاً سلام فرماتے۔ ایسا نہیں کہ ان کے سلام کا انتظار فرماتے۔ ہمارے ماحول میں شوہر کا بیوی کو سلام کرنا کم رائج ہے عورتیں ہی اولاً ان کو سلام کرتی ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رات میں بھی ان سے اولاً فرماتے۔ یہی سنت ہے۔

سوکنوں کی باتوں کو برداشت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی کے پاس تھے کسی دوسری بیوی نے آپ کی خدمت میں ایک پلیٹ بھیجی جس میں کھانا تھا۔ اس بیوی نے خادم کے ہاتھ میں ایسا مارا کہ وہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا بکھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ٹکڑے کو سمیٹنے لگے اور وہ کھانا جو گر گیا تھا سمیٹنے لگے۔

(بخاری صفحہ ۷۸، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۵)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوی کو جس نے ہاتھ مار کر خادم کے ہاتھ سے پیالہ گرا دیا، کچھ زجر وتوبیخ نہیں فرمائی اور نہ ڈانٹا ڈپٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسروں کو نرم مزاجی کی وجہ سے نہیں ڈانٹتے تو ازواج مطہرات کو کیا ڈانٹ ڈپٹ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوکنوں کی ان باتوں کو برداشت فرماتے کہ اس کا تعلق غیرت سے ہے۔ اور غیرت کی وجہ سے ایسی باتیں ہو جاتیں ہیں جسے آپ وسعت اخلاق کی وجہ سے برداشت فرمالیتے۔

اہل وعیال کے ساتھ مزاح اور قصہ گوئی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بیویوں کو

قصہ سنایا تو ایک عورت نے کہا کہ یہ قصہ (حیرت اور تعجب میں) بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے۔ خرافہ بنو عذرہ (ایک قبیلہ کا نام ہے) کا ایک شخص تھا جنات اسے پکڑ لے گئے۔ ایک عرصہ تک جناتوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ دیا۔ پس وہ لوگوں سے وہاں کے عجائبات بیان کیا کرتا۔ پس لوگ ایسے قصوں کو قصہ خرافہ کہنے لگے۔ (مسند احمد، شمائل صفحہ ۱۸، بزار صفحہ ۲۴۷۵)

فائدہ: آپ ﷺ کبھی بیویوں کے سامنے قصے اور واقعات سناتے اسی میں یہ بھی ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ گھر میں بیوی بچوں سے اس قسم کی باتوں کا ذکر کرنا ان سے خوش طبعی کرنا مذموم نہیں بلکہ حسن معاشرت میں داخل ہے۔ آپ ﷺ کے قصے اور واقعات نصیحت حکمت پر مبنی ہوتے تھے۔

گھر کے اوقات تین حصوں میں تقسیم فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو وقت کو تین حصے میں تقسیم فرما لیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے (یعنی عبادت خداوندی تہجد ذکر و استغفار کے لئے) ایک حصہ اپنے لئے (اپنی ازواج مطہرات کے لئے)۔ ایک حصہ لوگوں کے لئے۔ پس عوام و خواص سب آتے۔ (اور اس کی ضرورت پوری فرماتے گفتگو فرماتے)۔ (مختصراً، بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: آپ ﷺ اوقات کو تقسیم فرما لیا کرتے تھے۔ اس سے نظم اور کام میں سہولت ہوتی ہے۔ برکت ہوتی ہے۔ پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر سہولت اور عافیت سے ہو جاتا ہے۔ جو لوگ تقسیم اوقات اور نظم سے کام کرتے ہیں ان کا کام بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور وقت اور پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ جن کے پاس مختلف کام اور ذمہ داری ہو وہ تقسیم اوقات سے کام کریں اور اس میں خدا کی عبادت ذکر تلاوت کے لئے وقت فارغ کر لیں اس سے دونوں امور اچھی طرح انجام پاسکیں گے۔

گھریلو کام خود انجام دینا

اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے۔ (یعنی گھر میں جب رہتے تو کیا مصروفیات رہتی تھیں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا گھریلو کام میں شریک رہتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے آتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۲، ادب مفرد صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں دیگر احادیث پیش کی ہیں۔ جس سے گھریلو کام کی مصروفیات واضح ہوتی ہیں۔ مسند احمد اور صحیح بن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ گھر میں کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کپڑے سی لیتے۔ جوتے گانٹھ لیتے۔ عام طور پر

جو کام آدمی اپنے گھر میں کرتا آپ کر لیتے تھے۔ مسند احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جوتے گانٹھ لیتے۔ کپڑے سی لیتے۔ ڈول بھر لاتے (یعنی پانی سے) حافظ نے بیان کیا کہ حضرات انبیاء کرام کی شان تواضع کی ہوتی ہے اس لئے وہ ان امور کو انجام دیتے ہیں۔ (جلد۱۰ صفحہ۴۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے ان معمولی کام کو شان کے خلاف نہ سمجھتے۔ حضرات انبیاء کرام سے زیادہ کس کی شان بلند ہوسکتی ہے۔ گھر میں فراغت پر گھریلو کام میں شریک ہوجائے۔

یہ حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "**خدمت الرجل فی اھلہ**" جس سے مقصد یہ ہے کہ آدمی کا گھر میں گھریلو کام میں لگنا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے عادات میں سے ہے جو محبوب اور مشروع ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہونے کی تاکید اور فضائل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۹۹)

سعید بن مسیب کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۹۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر میں داخل ہو تو سلام کرو۔ اور جب گھر سے نکلو تو سلام کے ساتھ نکلو۔ (مشکوٰۃ صفحہ۳۹۹)

سلام سے شیطان سے حفاظت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو۔ جب تم سلام کرو گے تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ۸۱۶)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے کہ سلام کی برکت سے شیطان کے ضرر سے گھر محفوظ ہو جاتا ہے۔ آج عموماً گھروں میں شیطانی اثرات کی شکایت ہے۔ یہ اس کا حل ہے۔ اس میں حفاظت بھی ہے برکت بھی ہے۔

گھر میں سلام کرتے ہوئے جانے سے خدا کی حفاظت میں

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین شخص خدا کی حفاظت اور ضمان میں ہوتے ہیں (اس میں ایک شخص وہ ہے) جو گھر میں داخل ہوتا ہے تو سلام کر کے داخل ہوتا ہے۔ تو یہ بھی خدا کی حفاظت میں ہو جاتا ہے (مختصراً)۔ (ابوداؤد جلد۱ صفحہ۲۷۶، حاکم جلد۲ صفحہ۷۳)

فائدہ: سلام کی برکت سے جو دعاء حفظ و عافیت ہے گھر کے مکارہ اور پریشانیوں سے خدا کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ گھر میں (سفر سے آکر) اچانک نہ داخل ہو جاتے۔ بلکہ ان کے علم میں ڈال دیتے۔

آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو اہل خانہ کو سلام فرماتے۔ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو کبھی کھانے کے متعلق سوال کرتے ہوئے فرماتے کچھ کھانے کو ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ خاموش رہتے یہاں تک کہ آپ کے سامنے آسانی سے جو میسر ہوتا پیش کر دیا جاتا۔ گھر میں جاتے ہوئے ذکر کرتے ہوئے جاتے اور فرماتے کہ اس صورت میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ (زاد المعاد جلد۲ صفحہ۲۰)

گھر میں داخل ہوتے تو کیا دعا پڑھتے

ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے پھر سلام فرماتے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا" "اے اللہ اچھے داخلہ اور اچھے نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے داخل ہونا اور نکلنا ہے۔" الخ۔ (حصین صفحہ۱۳۴، ابوداؤد جلد۲ صفحہ۶۹۵)

گھر میں ذکر کرتا ہوا جائے اور ذکر کرے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان سنا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور خدا کا ذکر کرتا ہے اور کھانے کے وقت ذکر کرتا ہے۔ (یعنی بسم اللہ پڑھتا ہے) تو شیطان کہتا ہے نہ رات گزارنے کی جگہ ملے گی اور نہ کھانا ملے گا۔ اور جب داخل ہوتا ہے اور ذکر خدا نہیں کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ ملے گی اور اگر کھانے کے وقت بھی خدا کا نام نہیں لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ بھی ملے گی اور کھانا بھی ملے گا۔ (مسلم شریف جلد۲ صفحہ۱۷۲، ابوداؤد صفحہ۵۲۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان خدا کے ذکر کی وجہ سے قدرت نہیں پاتا۔ اگر گھر میں خدا کا نام لیا جائے تو گھر پر اور کھانے پر لیا جائے تو کھانے پر قدرت نہیں پاتا۔ خدا کے ذکر کی کتنی بڑی برکت ہے۔ بلا ذکر خدا کے جب گھر میں داخل ہوگا تو شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جائے گا۔ خود بھی داخل ہوتا ہے اور دوسرے شیاطین کو بھی دعوت دیتا ہے۔ (شرح مسلم صفحہ۱۷۲)

خیال رہے کہ ذکر سے مراد عام ذکر بھی ہے اور داخل ہونے کی دعا بھی مراد ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے وقت اور کھانے کے وقت ذکر اللہ مستحب ہے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۲)

احباب اور رفقاء کے ساتھ کس طرح رہتے

احباب اور رفقاء کی رعایت

جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس سو سے زائد مرتبہ بیٹھا ہوں گا۔ آپ کے رفقاء ہم مجلس مسجد میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور کچھ جاہلیت کے زمانہ کی باتیں بھی کر لیتے تھے۔ آپ مسکراتے رہتے تھے۔ (یعنی ان کی رعایت میں رد اور منع نہ فرماتے تھے)۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۲)

سماک بن حرب نے حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ تم حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ (اور آپ کی مجلس کا حال بیان کیا) آپ طویل خاموش رہتے۔ رفقاء اشعار پڑھتے۔ اور جاہلیت کے زمانہ کی باتیں کرتے اور ہنستے تو آپ مسکرا دیتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۲)

کسی کے کہنے پر سفارش فرما دیتے

حضرت بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل بڑے سخی خوبصورت، خوب سیرت جوان تھے۔ کوئی سوال کرتا تو اسے واپس نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ قرض نے سارا مال سمیٹ لیا۔ انہوں نے آپ سے گفتگو کی آپ قرض خواہ سے سفارش فرما دیں، چنانچہ آپ نے قرض خواہ سے گفتگو کی۔ (طبرانی، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۷۳)

فَائِدَہ: کوئی ضرورت مند کسی ضرورت سے سفارش کو کہے تو اس کی درخواست قبول کر کے سفارش کر دے۔ کہ اس کا بہت ثواب ہے۔

سفارش کا حکم

حضرت معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا سفارش کر دیا کرو۔ ثواب پاؤ گے۔ میں کسی کام کو دیر سے کرتا ہوں تاکہ تم سفارش کرو اور اس کا ثواب پاؤ۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۳)

احباب کے ساتھ کام میں شریک ہونا

محدث طبری نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ہم لوگوں کے ساتھ) سفر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک بکری کے ذبح کا انتظام کریں۔ چنانچہ احباب میں سے ایک نے کہا۔ میرے ذمہ ذبح کرنا ہے، اے اللہ کے رسول۔ دوسرے نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ذمہ کھال کھینچنی ہے۔ کسی نے کہا اے اللہ کے رسول

میرے ذمہ پکانا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ذمہ لکڑیوں کا (جنگل سے) جمع کرنا ہے۔ اس پر اصحاب نے فرمایا اے اللہ کے رسول ہم سب کام کے لئے کافی ہیں۔ (یعنی آپ نہ کریں) اس پر آپ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ آپ لوگ کافی ہیں مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم میں امتیازی شان نمایاں کروں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند نہیں جو اپنے رفقاء کے درمیان امتیازی شان اختیار کرے۔ (سبل الہدی جلد ۷ صفحہ ۱۳)

فائدہ: اس حدیث پاک سے چند اہم فائدے معلوم ہوئے۔

❶ آدمی کو چاہئے کہ کام میں خود پیش قدمی کرے، دوسروں کے کہنے اور حکم کا انتظار نہ کرے۔ دیکھئے حضرات صحابہ نے خود اپنے ذمہ کام لیا۔

❷ احباب میں مل کر کام کرنا اور تقسیم کار کرنا۔ اور قائد رہنما، بزرگ کا شریک ہونا وقار اور شرافت کے خلاف نہیں۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ احباب و رفقاء کے ساتھ کام میں شریک ہونا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ الگ بیٹھ کر حکومت اور بڑھوتری ظاہر کرتے ہیں۔ یہ شرافت اور سنت کے خلاف ہے۔

❸ قائد اور امیر جماعت اور مقتدی حضرات کو بھی چاہئے کہ احباب کے ساتھ کام میں شریک ہوں۔ ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اور آسان سہل کام نہ ڈھونڈیں۔ کہ حضرات انبیاء کرام کے پاکیزہ خصائل میں ہے تواضع ہے نہ بڑائی کا اظہار۔ جو کبر و علو کی علامت ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں۔ آج لوگوں کا مزاج خادمانہ کے بجائے مخدومانہ ہو گیا ہے۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔

گفتگو میں اہل مجلس واحباب کی رعایت

خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کے کچھ اخلاق ہمارے سامنے بیان کیجئے۔ تو انہوں نے کہا میں آپ کا پڑوی تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلاتے میں آتا اور وحی لکھتا۔ جب ہم مجلس میں دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا ہی کا تذکرہ کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا تذکرہ فرماتے۔ جب ہم کھانے کی چیزوں کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی اسی کا تذکرہ فرمانے لگتے۔ (شمائل صفحہ ۲۳، دلائل جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ احباب و رفقاء کی رعایت حد درجہ فرماتے۔ مجلس میں جس طرح احباب گفتگو وغیرہ فرماتے تو آپ ان میں شریک ہوتے۔ حتیٰ کہ وہ اگر ایام جاہلیت کا ذکر کرتے۔ اشعار پڑھتے یا ذکر کرتے تو آپ اس میں موافقت فرماتے۔ چنانچہ ابھی ابن سعد کی روایت گزری رفقاء اشعار پڑھتے جاہلیت کے زمانہ کی باتیں کرتے اور ہنستے تو آپ مسکرا دیتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

ازواج مطہرات کی سہیلیوں کا خیال کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے کسی ازواج مطہرات پر رشک نہیں آتا جتنا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آیا۔ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ آپ بکثرت ان کا ذکر فرماتے۔ اور کوئی بکرا ذبح فرماتے تو ان کی سہیلیوں کو تلاش فرماتے اور ان کو ہدیہ بھجواتے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن مزاج اور وسعت مزاجی کی بات تھی کہ آپ وفات شدہ بیوی کی سہیلیوں کا خیال فرماتے۔ یہ غایت درجہ تعلق اور حسن معاشرت کی بات ہے۔ اپنے احباب کی بھی اور ازواج مطہرات کی سہیلیوں کی بھی رعایت فرماتے۔

اپنے اصحاب کے مزاج اور ضرورت کی رعایت فرماتے

حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی رحم دل و مہربان تھے۔ ہم نے اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں بیس دن قیام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ شاید ہمیں اپنے گھر جانے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ نے ہم سے دریافت کیا تم اپنے پیچھے اپنے گھر والوں میں سے کس کس کو چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے پوری تفصیل بتا دی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور وہیں مستقل طور پر رہو۔ (یعنی تبلیغ دین کا کام کرو)۔ (بخاری صفحہ ۱۰۷۶، مسلم، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۸)

فائدہ: آپ کس قدر لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھتے کہ ان کے گھر میں رہنے اور جانے کی ضرورت کو محسوس کر لیا۔ اور اجازت از خود دی۔ بڑوں کو اہل انتظام کو چاہئے کہ جو ان کے ماتحت ہیں۔ وہ نہ بھی ضرورت ظاہر کریں تب بھی ان کی ذاتی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ اور معلوم کر کے ان کو سہولت پہنچائیں۔ اب تو بڑے لوگوں کا مزاج ہو گیا ہے کہ ماتحت لوگ ان کے پاس آئیں۔ درخواست اور اصرار کریں اور یہ ان کو ان کی ضرورت پر تکلیف دہ باتیں کہیں۔ اللہ کی پناہ اسی پر مشہور مقولہ ہے "الوضیع اذا ارتفع تکبر، اذا حاکم جابر" کمینہ اور اہل شر کی یہ خاصیت ہے کہ جب بلند مرتبہ پاتے ہیں۔ تو تکبر کرتے ہیں اور حاکم اور اہل نظام بنتے ہیں تو ظلم کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اہل شرف و کرم جب بلند مرتبہ پاتے ہیں تو متواضع ہو جاتے ہیں۔ جیسے پھل دار پیڑ کی ڈالی۔ پھل کے بوجھ سے جھک جاتی ہے۔

اہل تعلق واحباب کے یہاں بلا بلائے خود بھی چلا جانا

حضرت ام منذر فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے رکھے تھے۔ آپ تناول فرمانے لگے۔ ساتھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

(جمع الوسائل مختصراً صفحہ ۲۲۷)

کسی کی بات نہ کاٹتے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات نہ کاٹتے۔ تاوقتیکہ وہ حد سے تجاوز نہ کرتا۔ پھر آپ منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل، ترمذی صفحہ ۲۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی گفتگو کے درمیان بیچ میں نہ بول پڑتے۔ نہ اسے بولنے سے روکتے۔ ہاں اگر وہ نامناسب کوئی بات بولتا تو آپ منع فرماتے یا مجلس ہی برخاست فرما دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں کوئی نامناسب بات بولے تو اسے روک دے۔ اگر وہ نہ رکے اور بولتا رہے یا اسے روک نہیں سکتا تو مجلس سے خود ہی اٹھ جائے۔

احباب واصحاب کی ضرورت معلوم فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور معلوم فرمایا کہ تمہیں مال کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہیں سے مال آئے گا تو میں تم کو اتنا اتنا دوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی مگر نوازنے کا موقع نہیں ملا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے (تو انہوں نے معلوم کیا کہ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہو وہ حسب وعدہ مال لے لے) اور مال بحرین سے آیا تو انہوں نے فرمایا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق مال لے لو تو میں نے لے لیا۔ بخاری میں تین، تین مٹھی کا ذکر ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۴، بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نیک احباب کی ضرورت معلوم کر کے حسب وسعت اس کی امداد واعانت کرے کہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اسوہ ہے۔

اپنے اصحاب کی رعایت میں بھوکے رہتے

اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فاقہ سے رہ جاتے۔ اعرج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ بھوکے کس طرح آپ رہ جاتے تھے (جب کہ آپ کے اصحاب آپ کو بھیجتے رہتے تھے)۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا مہمانوں اور جو آپ کی مجلس میں اکثر افراد رہا کرتے تھے اس کی وجہ سے اور ان اصحاب کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ (مثلاً اصحاب صفہ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھانا نہ کھاتے تھے مگر یہ کہ آپ کے پاس اصحاب کی ایک جماعت ہوتی تھی اور وہ اہل حاجت جو مسجد میں رہا کرتے تھے۔ (اصحاب صفہ)۔ (ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۴۰۹)

احباب اور اہل تعلق کی ملاقات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انصار کی ملاقات کو تشریف لے گئے اور آپ نے ان کے یہاں کھانا تناول فرمایا۔ جب تشریف لانے لگے تو گھر والے نے چٹائی بچھائی اور آپ نے نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا کی۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انصار کے پاس بغرض ملاقات تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو سلام کرتے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ (نسائی، جامع صغیر صفحہ ۷۰۳۴)

اپنے رفقاء، اہل مجلس اور اہل محبت کی خبر گیری

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل تعلق میں سے کوئی شخص اگر تین دن تک نہ آتا (یا اس سے ملاقات نہ ہوتی) تو آپ اس کے متعلق معلومات فرماتے۔ اگر وہ باہر (سفر میں) ہوتا تو اس کے لئے دعا کرتے۔ اگر وہ موجود ہوتا آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے ملاقات فرماتے۔ اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت مزاج پرسی فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶، کنز صفحہ ۱۸۴۸۳)

فَائِدَۃ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا کس قدر خیال رکھتے۔ یہ ہے اصحاب و رفقاء کی رعایت اہل محبت کے غائب ہونے کی خبر معلوم کرنی چاہئے۔

ہم نشینوں کے ساتھ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں ہم جلیسوں سے گھٹنے آگے کر کے نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ اصحاب کے برابر رکھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

فَائِدَۃ: اللہ اکبر۔ کس قدر آپ اپنے رفیقوں اور اہل مجلس کا لحاظ فرماتے۔ صحیح ہے جو جس قدر مرتبہ کا حامل ہوتا ہے۔ اسی قدر پر اس کا ظرف وسیع ہوتا ہے۔ رفقاء مجلس کی رعایت میں گھٹنے بھی آگے نہ فرماتے۔ حالانکہ آپ ایسا کرتے تو عقیدت و محبت کی وجہ سے کسی کو ناگوار نہ ہوتا۔

احباب کے یہاں ضرورت پر خود تشریف لے جاتے اور احباب کو بھی لے جاتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں نکلے (گھر سے) کہ عموماً ایسے وقت میں کوئی نہیں نکلتا اور نہ کسی سے ملاقات ہوتی۔ (گرمی کی دوپہر کو کہ آپ مسجد تشریف لے آئے) ادھر حضرت ابوبکر بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ابوبکر۔ تو انہوں نے جواب دیا نکلا تو آپ سے ملاقات ہوگئی۔ پھر حضرت عمر بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے عمر۔ انہوں نے کہا۔ بھوک کی

وجہ سے آپ نے فرمایا۔ مجھے بھی اسی کا احساس ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ مع اصحاب کے ابوالہیثم بن التیہان الانصاری جو بڑے ہی باغ وبکری و باغیچہ والے تھے، تشریف لے گئے۔ ان کا کوئی خادم نہیں تھا (وہ کہیں کام پر گئے تھے) آپ نے ان کو نہیں پایا۔ آپ نے ان کی اہلیہ سے پوچھا تمہارے شوہر کہاں گئے۔ جواب دیا میٹھا پانی ہم لوگوں کے لئے لانے گئے۔ اتنے میں ابوالہیثم بھی پانی کا مشکیزہ لئے آگئے۔ بڑھ کر آپ سے معانقہ کیا۔ اور اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کرنے لگے۔ پھر اپنے باغیچے گئے اور ان حضرات کے لئے چٹائی بچھادی۔ اور کھجور کے باغ سے ایک خوشہ کھجور لے آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ پکا ہوا کھجور اس سے کیوں نہیں چھانٹ لیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ہم نے ارادہ کیا کہ آپ حضرات جو کچھ پکا ہوا خود ہی پسند کرلیں۔ پس سب نے کھایا اور پیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم یہی وہ نعمت ہے (کھجور و پانی یا کھانے والی چیزیں) جس کے متعلق تم سے قیامت میں سوال کیا جائے گا۔ ٹھنڈا سایہ، تازہ کھجور، ٹھنڈا پانی۔ یعنی اس آیت کی تفسیر کی جانب آپ نے اشارہ کیا جو قرآن پاک میں ہے۔

"ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ" (ترمذی جلد۲ صفحہ۶۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اسی روایت میں جو حاکم کی سند سے ہے ذکر کیا کہ اسی حدیث میں رسول پاک ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ یہی وہ نعیم ہے جس کے متعلق قیامت کے دن تم سے باز پرس ہوگی۔ صحابہ نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر) آپ نے فرمایا جب تم کو ایسی چیز مل جائے اور اپنے ہاتھوں سے روٹی کھانا شروع کرو تو "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ" کہا کرو اور جب کھا چکو تو کہا کرو۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ" (ترجمہ) تعریف اس اللہ کی جس نے پیٹ بھرا۔ سیراب کیا انعام کیا اور بہتر نوازا۔ (تفسیر مظہری جلد۱۰ صفحہ۳۳۶)

فائدہ: اس حدیث پاک کو صحاح ستہ اور اس کے علاوہ کمی بیشی کے ساتھ اکثر محدثین نے نقل کیا ہے۔ مزید اور حدیث ہے یہاں اختصاراً ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بھوک یا اور کوئی پریشانی و ضرورت ہو تو اپنے مخلص بے تکلف احباب کے یہاں تعاون کے لئے چلا جائے۔ خواہ خود بیان کردے یا وہ سمجھ کر مدد و اعانت کریں۔ تو اسے خدا کی جانب سے سمجھ کر قبول کرے اور قدر کرے۔ اور ایسے احباب کو چاہئے کہ ان کے ساتھ نہایت ہی غایت درجہ اکرام، جھکاؤ اور احسان مندی کا برتاؤ کریں۔ اکرام کے ساتھ بٹھائیں ما حضر پیش کریں اور ان کی ضرورت کا خیال کریں۔ بن بلائے آنے پر اکرام کے خلاف معاملہ نہ کریں۔ کسی کا مال نیک بندوں پر خرچ ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔

اور یہ کہ ہر نعمتوں کے متعلق خدا کے یہاں حساب ہوگا۔ کہاں سے لایا۔ کس طرح خرچ کیا اور یہ کہ کھانے

پینے کی ابتداوانتہادعا سے ہونی چاہئے۔ کہ مؤمن کا کھانا پینا بھی ذکر ہے اور دعاؤں سے اور شکر نعمت سے ذکر بن جائے اور مزید خداوند کی جانب سے عطا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے بارے میں کسی کی کوئی بات قبول نہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی تکلیف دہ بات قبول نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کے متعلق بھی کسی کی کوئی بات (جو بری اور شکایت یا تکلیف دہ) ہوتی تو اسے نہ سنتے۔

(فیض القدیر جلد۵ صفحہ۱۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی میرے صحابہ کے متعلق کوئی شکایت کی بات نہ کہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تم لوگوں کے سامنے آؤں تو میرا سینہ تم لوگوں کی طرف سے صاف صحیح سالم رہے۔ (اخلاق النبی صفحہ۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کے بارے میں مجھے کوئی (تکلیف دہ) بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے درمیان سے نکلوں تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل محفوظ رہے۔ (ابوداؤد صفحہ۴۸۶۰)

فائدہ: بہت اہم اور عزیمت کی بات ہے۔ اپنے اصحاب سے جس سے ہر وقت سابقہ رہتا ہے۔ جس سے دینی کام وابستہ ہے۔ جس پر دینی کام کا مدار ہے اس کی جانب سے دل صاف اور حسن ظن سے پر رکھنا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات سننا ہرگز گوارہ نہ فرماتے جس سے اذیت اور تکلیف ہو کر دل کی صفائی جاتی رہے۔ اور خوشگوار تعلقات میں کوئی رخنہ پیدا ہو۔ چونکہ عموماً اصحاب سے شکایت اور بدگمانی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ بلاوجہ مخالفت اور تکلیف دہ بات نقل کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی باتیں پسند ہی نہ فرماتے تاکہ انشراح اور حسن ظن اور خوشگواری میں فتور پیدا نہ ہو۔ ارباب انتظام اور اہل عہدہ کو اس کا خصوصی اہتمام چاہئے۔ تاکہ ان کو اپنے اصحاب سے کدورت پیدا نہ ہو۔

بچوں سے متعلق آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات واخلاق کا بیان

بچوں سے خوش مزاجی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ بڑے خوش مزاج پر مزاح تھے۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۳۳۱، شمائل ابن کثیر صفحہ ۸۷)

فائدہ: حدیث پاک میں ہے "افکہ الناس مع صبی" جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ خوش مزاج، خوش مذاق تھے۔ جس پر آپ کے واقعات شاہد ہیں یہ تواضع ومسکنت اور حسن اخلاق کی بات ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ بچوں پر اپنا رعب اور وقار جھاڑتے رہتے ہیں یہ حسن اخلاق اور سنت کے خلاف طرز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت حسن کو (جو بچے تھے) اپنی زبان نکال کر دکھاتے۔ وہ بھی اپنی زبان نکال کر دکھاتے۔ اور خوش ہوتے اور اس کا بوسہ لیتے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ کی لڑکی زینب سے آپ ﷺ کھیلتے ہوئے فرماتے۔ اے چھوٹی سی زینب، اے چھوٹی سی زینب۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن یا حضرت حسین کا ہاتھ پکڑا۔ پھر اپنے دونوں قدم مبارک کو ان کے پیر پر رکھ دیا۔ اور (مزاحاً) فرمایا کھینچو۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۰)

فائدہ: یعنی اپنی پیر مبارک کو ان کے پیر پر رکھ کر کھینچنے کو کہا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کہاں کھینچ سکتا ہے۔ آپ نے بطور خوش مزاجی کے ایسا فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں اور عبد اللہ اور عبید اللہ کو جمع کر لیتے۔ اور اپنے بازو مبارک کو پھیلا کر فرماتے۔ جو جلدی سے میرے پاس دوڑ کر پہنچے گا اسے اتنا اتنا انعام دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم سب دوڑ کر آتے کوئی پیٹھ پر، کوئی سینہ پر آ گرتا۔ آپ چمٹا لیتے اور بوسہ

لیتے۔ (طبرانی: سبل صفحہ ۳۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ میل جول خوش طبعی سے پیش آتے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے۔ اے ابوعمیر تمہارا نغیر کہاں گیا۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۱۵)

فائدہ: نغیر ایک پرندہ تھا۔ اسے لال یا بلبل بھی کہا جاتا ہے۔ اس بچہ نے اسے پالا تھا۔ اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ جانتے تھے کہ مر گیا ہے چھیڑنے کے لئے اس سے کہتے تھے۔ ابوعمیر تمہارا نغیر کہاں گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بچے کسی پرندے وغیرہ سے کھیلیں جو ان سے مانوس ہو۔ اور پرندہ کو کسی قسم کی اذیت نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ مثلاً پیر میں دھاگا باندھ کر اڑائے۔ تو یہ درست نہیں کہ اس سے پرندہ کا پر کٹ جاتا ہے۔

بچوں کو سلام کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے۔ (بخاری صفحہ ۹۲۳، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۳۰)

بچوں سے مصافحہ کرنا

حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں سے مصافحہ کرتے دیکھا۔ مجھے دیکھ کر پوچھا تم کون ہو۔ کہا نبی مبعوث کا خادم۔ آپ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا، اور کہا خدا تجھے برکت دے۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۸۶)

بچوں سے معانقہ کرنا

حضرت یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہمیں کھانے کے لئے بلایا گیا۔ تو راستہ میں حضرت حسین کھیلتے مل گئے۔ آپ جلدی سے لوگوں سے آگے بڑھے، اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا (پکڑنے کے لئے) وہ ادھر اُدھر بھاگنے لگے اور آپ کو ہنسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی پر اور دوسرا سر پر رکھا۔ پھر معانقہ کیا (سینے سے لگایا) پھر آپ نے فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ خدا اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین میری اولاد ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: خیال رہے کہ سینہ سے لگانا جسے معانقہ بھی کہا جا سکتا ہے اکرام واحترام کے پیش نظر نہیں تھا۔ بلکہ محبت وشفقت کے طور پر تھا۔ بچوں کے ساتھ یہ احترام نہیں شفقانہ برتاؤ ہے۔

نیز یہ کہ بچوں کو سلام اور اس سے مصافحہ کرے تاکہ ان کو سلام کی عادت ہو۔ خصوصاً گھر میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کو خود سلام کرے تاکہ ان کو اس کی عادت ہو کہ سلام ایک بہترین دعا ہے۔

پیٹ مبارک پر بچوں کا سونا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دروازے کے قریب بیٹھی تھی کہ حضرت حسین (جو اس وقت کھیلتے چھوٹے بچے تھے) گھر کے اندر آئے۔

میں نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ مبارک پر یہ بچہ سویا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیلی میں کچھ الٹ پلٹ رہے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول (یہ کیا ماجرا ہے) آپ ہتھیلی پر کچھ الٹ پلٹ رہے ہیں۔ اور بچہ پیٹ پر سو رہا ہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

آپ نے فرمایا ابھی حضرت جبرئیل آئے تھے۔ اس مٹی کو لے کر جس میں ان کو شہید کیا جائے گا اور مجھے خبر دی کہ آپ کی امت اسے شہید کر دے گی۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۷۳)

فائدہ: آپ کو ان کے شہادت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے دی تھی۔

سینہ مبارک پر کھیلنا اور پیشاب کر دینا

احمد بن منیع کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چت لیٹے تھے اور ایک بچہ آپ کے سینہ پر کھیل رہا تھا۔ اور اس نے اچانک پیشاب بھی کر دیا۔ (سبل صفحہ ۳۶۸)

ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اور آپ کے پیٹ یا سینے پر حضرت حسن تھے۔ انہوں نے پیشاب بھی کر دیا۔ میں نے دیکھا پیشاب کی دھار تیزی سے بہہ رہی ہے۔ ہم لوگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا چھوڑو پھر پانی منگوایا اور اسے بہا دیا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۵۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچے سے بے تکلف رہتے۔ آپ کے جسم اطہر پر وہ کھیلتے رہتے۔ بچے پیشاب کر دیتے تو آپ ڈانٹ ڈپٹ نہ فرماتے اور نہ جھڑکتے۔ سہولت کے ساتھ برداشت فرما لیتے۔

مجلسی تقسیم میں بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر و عصر کی نماز ادا کی۔ تو آپ نے فرمایا تم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ آپ کو مسکہ، پھر حلوہ ہدیۃً پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو ایک چمچہ (مسکہ) پھر حلوہ کھلاتے رہے۔ جب آپ میرے نزدیک آئے اور اس وقت میں بچہ تھا۔ تو آپ نے مجھے بھی ایک چمچہ چٹایا۔ اور پھر فرمایا اور دوں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے مجھے بچہ

ہونے کی وجہ سے ایک مرتبہ اور دیا، پھر آپ نے مجلس کے آخری شخص تک حلوہ تقسیم فرما دیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۴۷)

فَائِدَہ: شرح اخلاق النبی میں ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں بچوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ بلکہ ان کے بچپن کی وجہ سے دگنا حصہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (صفحہ ۳۱۷)

خیال رہے کہ محبت و ملاطفت کی وجہ سے کبھی ایسا ہو جائے یا یہ کہ مجلس میں ایک دو بچے ہوں تو ان کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے دوگنا دیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ان کی خوشی اور مسرت میں اضافہ کا باعث ہے۔ ورنہ تو مجلس میں سب کا حق مساوی ہے۔ اس کا دھیان رہے۔ تعلقات یا اور کسی وجہ سے زائد دینا ہو تو مجلس سے الگ دے تا کہ دوسروں کو تکلیف اور شکایت نہ ہو۔

بچوں اور اہل و عیال پر بڑے مہربان

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بچوں پر اور اہل خانہ پر بڑے شفیق و مہربان تھے۔

(ابن عساکر، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۵)

فَائِدَہ: یعنی محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ ہر وقت گرج برس ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے۔ باہر والوں کے ساتھ رعایت اور گھر والوں کے ساتھ نفرت ایسا نہ فرماتے جیسا کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے۔

بچوں کا دعا اور برکت کے لئے لانا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بچے لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ "تحنيك" فرماتے پھر ان کو دعا دیتے۔ (کنز، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

ولید بن عتبہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر لوگ اپنے بچوں کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لاتے۔ آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بچے دعا کے لئے لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۴۶، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۵۶)

حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میرا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے کر اسے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اور برکت کی دعا دی اور پھر مجھے دیا۔

(بخاری صفحہ ۸۲۱، مسلم، نزل الابرار صفحہ ۳۶۱)

حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ مقام قبا میں حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں اسے لے کر آئی۔ آپ کی گود میں میں نے اسے رکھ دیا۔ آپ نے کھجور منگایا۔ اسے چبایا پھر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پہلی چیز جو اس کے منہ میں گئی وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا تھوک مبارک تھا۔ آپ

نے کھجور سے "تحنیك" فرمائی دعا دی اور برکت کی دعا دی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۲۲)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچے کو اہل اللہ اور بزرگوں کی خدمت میں لانا اور ان سے دعا کرانا مسنون ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتو خاص کر کے اس مقام اور اس عہد کے کسی بڑے بزرگ کے پاس لے جائے ان سے دعا کرائے۔ کھجور کشمش وغیرہ چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دے۔ اور ان کے لئے دین دنیا کی خوبی کی دعائی کرائے "تحنیك" کا یہی مطلب ہے۔ آج یہ مسنون طریقہ قریب قریب چھوٹ چکا ہے اسے رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے گود میں بٹھاتے

عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا۔ اور مجھے گود میں بٹھایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۷)

جمرہ حنظلیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں صدقہ کے اونٹ لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۲۷)

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ مجھے پکڑ لیتے تھے۔ اور اپنی ران پر بٹھاتے تھے۔ اور حضرت حسن کو دوسری ران پر۔ پھر دونوں کو ملاتے اور فرماتے اے اللہ میں ان پر شفقت کرتا ہوں آپ ان پر رحم فرمایئے۔ (بخاری صفحہ ۸۸۸)

حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۶)

فَائِدَۃ: چونکہ آپ ﷺ ازراہ محبت بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے آپ کی اتباع میں حضرت انس نے بھی ایسا کیا۔ اسی طرح اکابرین کا بھی یہ معمول ہے کہ بچوں کے سر پر ازراہ محبت برکۃً ہاتھ پھیرتے۔ اور بڑے بزرگوں کے پاس لے جا کر بچوں کے سر پر ہاتھ پھرائے اور دعا کرائے۔

فَائِدَۃ: آپ ﷺ بچوں سے بہت محبت فرماتے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ اپنی ران میں بٹھاتے۔ ان کو پیار کرتے۔ کبھی کبھی دو دو بچوں کو اپنی رانوں پر بٹھاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو دلار و پیار کرنا، گود میں بٹھانا، خواہ اپنے بچے ہوں یا دوسرے کے مسنون اور سنۃ الانبیاء ہے۔ ہاں مگر بچوں سے اس درجہ دلار و محبت نہ کرے کہ وہ بے خوف نڈر ہو جائیں اور ان کا وقار جاتا رہے۔ بلکہ اعتدال سے معاملہ کرے۔ حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۶)

اپنی اولاد کے ساتھ غایت درجہ محبت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شیر خوار بچہ ابراہیم کو دودھ پلانے کے لئے ایک انا مقرر ہوئی۔ جو مدینہ کے اطراف میں رہتی تھی۔ اس کا شوہر لوہار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے کے لئے وہاں تشریف لے جاتے۔ اس پر (کھیل کود اور زمین پر چلنے کی وجہ سے) گرد وغبار پڑا ہوتا۔ پھر بھی آپ سینے سے لگاتے پیار کرتے۔ بوسہ لیتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۴۰)

محبت کی وجہ سے اس کے مٹی وغیرہ کا بھی خیال نہ فرماتے اور اس سے پیار کرتے اور بوسہ لیتے۔

حضرت فاطمہ کی آمد پر حد درجہ خوشی کا اظہار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بول و چال میں حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب فاطمہ آپ کے پاس آتیں تو آپ (محبت میں) کھڑے ہو جاتے۔ خوش آمدید فرماتے۔ اس کا بوسہ لیتے۔ اسے اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ فاطمہ کے یہاں جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیتیں، خوش آمدید کہتیں، بوسہ لیتیں، اپنی جگہ بٹھاتیں۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اولاد فاطمہ کے ساتھ کیسا عجیب محبتانہ برتاؤ تھا۔ افسوس کہ آج باپ اور اولاد کے درمیان یہ محبت رسمی رہ گئی ہے۔ جب تک نفع اور فائدہ ہوتا ہے۔ تعلقات باقی رہتے ہیں ورنہ شکایت کا باعث ہو کر یہ گہرا تعلق بھی کم ہو جاتا ہے۔

بچوں سے پیار ومحبت کا برتاؤ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بادیہ نشیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہا آپ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں۔ میں تو بوسہ نہیں لیتا ہوں (یعنی بچوں سے اتنی محبت و ملاطفت نہیں کرتا ہوں) آپ نے فرمایا میں تیرا مالک کیسے ہو سکتا ہوں (یعنی تیرے دل میں کیسے اثر ڈال سکتا ہوں)۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے محبت اور رحمت کو نکال دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس مجلس میں موجود تھا اس نے کہا میرے تو اس قدر لڑکے ہیں میں کسی کا بوسہ نہیں لیتا ہوں۔ تو آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۶۸)

بچوں کے ساتھ آپ کی رعایت

ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ میرے اوپر زرد رنگ کا (خوشنما) کپڑا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سنہ سنہ" فرمایا۔ یہ حبشی زبان کا کلمہ ہے جس کے معنی خوب اچھا خوب اچھا کے ہے میں آئی اور آپ کے مہر نبوت سے (جو مونڈھے پر کبوتر کے انڈے کے برابر تھا) کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر مجھے آپ نے فرمایا "ابلی احلقی" (یہ عمر درازی کی دعا ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچہ اگر بڑوں کے سامنے اپنی عمر کے تقاضے کے اعتبار سے کھیلنے لگ جائے اور اس سے بے ادبی اور اذیت نہ ہو تو اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ کہ یہ اس کی فطرت ہے۔

بچوں کو کندھے پر اٹھا لیتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اسے محبت فرمایئے۔

(بخاری صفحہ ۵۳۰، ادب مفرد صفحہ ۳۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامۃ بنت العاص زینب کی بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی آپ کے کندھے پر تھی۔ (بخاری، طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپ کے دونوں کندھے پر ہیں تو میں نے فرمایا۔ کیا ہی بہترین گھوڑے پر تم ہو۔ تو آپ نے جواب دیا اور دونوں سوار بھی کیا ہی بہترین ہیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۷)

فائدہ: بچوں کو از راہ محبت کندھے پر اٹھانا جہاں بچوں سے ملاطفت کی بات ہے وہاں تواضع اور مسکنت کی بات بھی ہے۔ کہ اہل کبر کے نزدیک یہ وقار کے خلاف ہے۔ آپ بکثرت بچوں کو گود میں از راہ محبت لے لیتے۔ گود میں لینے سے بعض بچے پیشاب بھی کر دیتے۔ مگر آپ اسے نہ ڈانٹتے نہ برا فرماتے نہ افسوس اور رنجیدہ ہوتے بلکہ پانی منگا کر دھو لیتے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۵۱)

بچوں کو کھیل کی اجازت

ام خالد بنت خالد کہتی ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے والد کے ساتھ آئی۔ میرے اوپر زرد کرتا تھا آپ نے فرمایا۔ بہت خوب بہت خوب۔ پھر میں آپ کے خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے والد نے

مجھے ڈانٹا تو آپ نے فرمایا چھوڑ و اسے کھیلنے دو۔ پھر آپ نے مجھے دعا دی "اہلی و اخلقی" اور تین مرتبہ فرمایا۔

(بخاری صفحہ ۸۸۶)

ابوعقبہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ راستہ میں چل رہے تھے۔ تو حبشی بچوں پر گزرے جو کھیل رہے تھے۔ تو انہوں نے دو درہم نکال کر ان کو دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۶)

فَائِدَہ: یعنی بچوں کے کھیلنے کو انہوں نے پسند کیا تب ہی تو انہوں نے درہم دیئے، اور حضرت ابن عمر کا یہ پسند کرنا علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سمجھا ہوگا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے بھی صراحۃً معلوم ہوا۔

نیز اس میں بچوں کا جسمانی فائدہ بھی ہے۔ کہ اس سے ورزش ہوتی ہے۔ اور دیگر برے مشاغل سے حفاظت بھی رہے۔ اسی وجہ سے ابراہیم نخعی سے امام بخاری نے ادب مفرد میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (صحابہ اور تابعین) بچوں کو تمام کھیلوں کی اجازت دیتے ہیں۔ سوائے کتے کے ساتھ کھیلنے کے (اس سے منع فرماتے تھے)۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۶)

بچوں کے ساتھ کھیل فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل فرماتے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

فَائِدَہ: یہ آپ کے خوش مزاجی اور تواضع کی بات تھی جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے۔ عموماً حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کھیل فرماتے۔ ان کے قدم پر اپنے پیر مبارک کو رکھ دیتے اور کھینچنے کو فرماتے۔

نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھیلتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سجدہ فرماتے تو حضرت حسن و حسین (جو اس وقت چھوٹے بچے تھے) آپ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے۔ تو ایسی حالت میں آپ (رعایت میں) سجدہ لمبا فرما دیتے۔

(مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے ہوتے اور حضرت حسن و حسین کھیلتے رہتے اور آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جایا کرتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹)

فَائِدَہ: بچے نماز میں کھیلتے تو آپ ازراہ الفت و محبت اسے برداشت فرماتے۔ اور غصہ نہ ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چھوٹا بچہ اگر نماز کی حالت میں گود یا پیٹھ پر آجائے تو اسے مارے غصے کے دھتکار نہ دے۔ بلکہ سہولت سے نرمی سے ہٹا دے۔ اسے موقعہ دے کہ وہ خود سے ہٹ جائے تو نماز کے ارکان ادا کرے۔

لوگوں کے گھر جاتے اور ان کے بچوں سے محبت فرماتے

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے قبیلہ میں تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو سلام فرماتے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (حاشیہ ادب مفرد ۳۰۶، نسائی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احباب اور رشتہ داروں کے گھر جائے تو ان کے بچوں سے پیار محبت کرے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرے اور برکت کی دعا دے۔ تاکہ دعا کی برکت سے ان کا مستقبل بہتر ہو۔

بیمار بچوں کی عیادت فرماتے

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب) کا کوئی بچہ سخت بیمار ہوا۔ والدہ (آپ کی صاحبزادی) نے آپ کو اطلاع دی کہ میرا بچہ موت کی حالت میں ہے۔ آپ نے قاصد سے پیغام بھجوایا کہ یہ کہہ دے سب اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔ جو چاہے لے لے جو چاہے بخش دے۔ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے۔ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔ پھر آپ سعد بن عبادہ وغیرہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ (ادب مفرد مختصراً صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح کسی بڑے آدمی کی عیادت مسنون ہے۔ اسی طرح چھوٹے بچے بیمار ہوں تو ان کی عیادت بھی مسنون ہے۔ چنانچہ ادب مفرد میں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ "عیادۃ الصبیان" اور اس کے ذیل میں یہ حدیث بیان کی۔ جس کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ بچوں کی بھی عیادت کرے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۱۷۱)

بچوں کو درازی عمر کی دعا دیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَكْثِرْ مَالَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ" (بیہقی، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: اے اللہ! اس کی عمر دراز فرما اور اس کے مال میں زیادتی فرما اور اس کی مغفرت فرما۔

ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو "اَبْلِی وَاَخْلِقِی" دعا دی۔ (جو کنایہ ہے درازی عمر سے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو درازی عمر کی دعا دینی سنت سے ثابت ہے۔ اور جو لوگ درازی عمر کی دعا دیتے ہیں مشروع ومسنون ہے۔ البتہ اس کے ساتھ صلاح وتقویٰ کی بھی دعا دے دی جائے تا کہ طویل عمر نفع بخش ہو۔

بچوں کو تنبیہ میں رکھنے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ گھر میں کوڑے لٹکائے

رکھیں۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۵۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا چھڑی اٹھا کر مت رکھو (اسے ختم مت کرو) ان کو اللہ کے مسئلہ میں خوف دلاتے رہو۔ (یعنی خدا کی نافرمانی، دیگر بے ادبی اور غلط باتوں پر اس کو تنبیہ کرتے رہو)۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۰۶)

فَائِدَہ: مقصد یہ ہے کہ بچوں کو تنبیہ اور تاکید میں رکھے۔ ان کو آزاد بے پرواہ نہ بنائے۔ چھڑی وغیرہ گھر میں رکھے تاکہ غلطی پر ان کو تنبیہ کر سکے۔ اور وہ چھڑی دیکھ کر ڈریں کہ ہم نے غلطی کی تو اس سے پٹائی ہو جائے گی۔ مارنے میں جلدی نہ کرے۔ بلکہ خوف اور تنبیہ میں رکھے۔ وہ خود چھڑی کو دیکھ کر نامناسب امور سے پٹائی کی ڈر سے باز رہیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

خیال رہے خدا کے احکام میں اسے تنبیہ کرتا رہے۔ آزاد بے دین نہ بنائے۔ شریعت کی پابندی کی عادت ڈالے۔ دینی تعلیم اور تربیت اس کا حق ہے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے کہ کل قیامت مواخذہ ہو۔ بہتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ خود تو پابند شریعت رہتے ہیں۔ مگر اولاد کو آزاد، یہ درست نہیں۔ اس کے حق واجب میں خیانت ہے۔

بچوں کا کان پکڑنا یا کھینچنا

مقدام بن یکرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا میں اپنے چچا کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور آپ ﷺ میرا کان پکڑے تھے۔ (ابویعلی، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۰)

بچوں کو ''اے میرے بیٹے'' کہہ کر پکارتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان کو اے میرے بیٹے کہہ کر پکارتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۷۸)

چھوٹے بچے کو محبت کے طور پر اے بیٹے کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت انس جو ابوطلحہ کے صاحبزادے تھے اس طرح پکارا ہے۔ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے ''قول الرجل لصاحبه یا بنی'' باب قائم کر کے اس کے مشروع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۹۱۴)

بال پکڑنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میرے سر پر گیسو تھے۔ رسول پاک ﷺ اسے پکڑتے اور کھینچتے۔ (طبرانی، سبل صفحہ ۳۷۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ سر کے بال بڑے ہو گئے تھے تو از راہ الفت آپ اسے پکڑتے اور کھینچ لیتے تھے۔

خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن برتاؤ درگزر اور مصالحت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی مگر کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا (یعنی معمولی سے معمولی بھی ڈانٹ نہیں فرمائی) اور نہ کسی کے کام کے کرنے اور نہ کرنے پر کیوں کیا، کیوں نہیں کیا نہیں فرمایا۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۳۱۴، مسلم)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ دو غلام تھے۔ آپ نے ان میں سے ایک حضرت علی کو دیتے ہوئے فرمایا۔ اسے مت مارنا۔ نماز پڑھنے والے کے متعلق مجھے مارنے سے روک دیا گیا ہے۔ اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جب سے یہ میرے پاس آیا ہے۔

(ادب مفرد صفحہ ۶۰، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۷۲)

حضرت ابومسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک خادم کو مار رہا تھا میں نے پیچھے سے آواز سنی اے ابومسعود اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم کو اس پر ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ تھے۔ میں نے کہا (مارنے کے کفارہ میں) کہ یہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تم کو چھو لیتی۔ (یعنی اس ضعیف و کمزور پر ظالمانہ اور نازیبا برتاؤ کی وجہ سے) (ادب مفرد ۶۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی کو مارا قیامت کے دن اس کا بدلہ اس سے دلوایا جائے گا۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر خادموں، نوکروں کو ڈانٹتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ غلطی ہو جائے تو سخت کلامی سے پیش آتے ہیں اچھی بات نہیں۔ خدا نے ان کو ضعیف و ماتحت بنایا ہے۔ درگزر اور مسامحت کا معاملہ کرنا چاہئے۔

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ گھر میں تھے آپ نے خادمہ کو بلایا۔ اس نے آنے میں تاخیر کی۔ آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے نشانات ظاہر ہونے لگے۔

حضرت ام سلمہ پردہ کے پاس آئیں تو دیکھا وہ خادمہ کھیل میں لگی ہوئی ہیں۔ آپ کے پاس مسواک تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو اسی مسواک سے پیٹتا۔

(ترغیب، مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا تو میں نے کہہ دیا۔ واللہ میں نہ جاؤں گا۔ اور دل میں تھا میں ضرور جاؤں گا۔ کہ آپ ﷺ نے حکم دیا۔ چنانچہ میں نکلا یہاں تک کہ بچے جو بازار میں کھیل رہے تھے اس میں لگ گیا۔ (تاخیر ہوئی تو آپ پیچھے سے آئے) تو آپ

ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمایا اے اُنیس جہاں بھیجا تھا وہاں گئے تھے۔ میں نے کہا ہاں اب جا رہا ہوں اے اللہ کے رسول۔ (آپ نے کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی)۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱ صفحہ ۴۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سالوں آپ ﷺ کی خدمت کی (اس اثناء میں آپ نے کبھی گالی نہ دی نہ مارا۔ نہ جھڑکا۔ نہ کبھی آپ نے میرے چہرے پر غصہ کی نگاہ ڈالی۔ اور نہ آپ نے مجھے کسی ایسے کام کے بارے میں عتاب اور مواخذہ کیا جس کے کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ اور میں نے اس میں سستی کی بلکہ اگر اہل خانہ میں سے کوئی اس بارے میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو آپ فرما دیتے چھوڑ و جی۔ اگر مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۲)

فَائِدَہ: یہ تھے آپ کے خادموں کے ساتھ برتاؤ۔ نرم مزاجی کی علامت ہے۔ تاہم آج کل کے دور میں نرمی کے ساتھ غلطی پر معمولی تنبیہ کر دیا کرتے کہ دور دوسرا ہے۔

خادموں اور نوکروں کے کام میں ہاتھ بٹا دینا

حضرت سلام بن عمر ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ایسے کاموں میں ان سے مدد لو جن کو تم نہ کر سکو اور جس کام میں وہ پریشان ہوں اس میں تم ان کا ہاتھ بٹاؤ، اور مدد کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی کام مشکل ہو جائے جلد نہ کر سکے، کرتے ہوئے پریشان ہو جائے یا زیادہ ہو تو ایسی صورت میں تم ان کی رعایت کرو اور شریک ہو کر کام آسان کر دو۔ یہ کوئی وقار و عزت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ثواب کا کام ہے۔ اس کا آخرت میں صلہ ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خادم کے کاموں میں مدد کرو، چونکہ اللہ کا عامل جو بھائی کے کاموں میں اعانت کرے نامراد نہیں ہوتا۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۷)

خادموں اور ماتحتوں کی ضرورت پوچھتے رہتے

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ خادموں اور نوکروں سے ان کی ضرورت معلوم فرماتے رہتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۰، اتحاف السادہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۰)

نبی پاک ﷺ کے ایک خادم کہتے ہیں کہ آپ خادموں سے پوچھتے رہتے کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۵۰۰، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی آپ خود ان سے معلوم فرماتے رہتے شاید کہ لحاظ میں وہ ظاہر نہ کرسکیں اور ان کو تکلیف ہو۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق اور کمال محبت کی دلیل ہے۔

خادم کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خادم کھانا لائے تو اسے بھی (کھانے پر) بٹھائے۔ اگر وہ نہ بیٹھے (مثلاً لحاظ معلوم ہو) تو اس میں سے کچھ اُسے دے دے۔

(ادب مفرد صفحہ ۶۹، ترمذی ابوداؤد)

خادم ساتھ رکھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ تو حضرت ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ اور کہا اے اللہ کے رسول یہ انس ایک تیز چالاک لڑکا ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انس نے فرمایا میں نے سفر اور حضر میں آپ کی خدمت کی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۳۸۸، ادب مفرد صفحہ ۶۰، فتح جلد ۵ صفحہ ۳۵۹)

فَائِدَہ: بعض روایات میں ہے کہ ان کی والدہ ام سلمہ نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کام کی سہولت کے لئے خادم کا رکھ لینا بہتر ہے۔ اور خادم چھوٹا لڑکا ہو تو یہ بہتر ہے کہ اس میں پھرتیلا پن بھی ہوتا ہے۔ اور بسہولت گھر میں آمد و رفت کرسکتا ہے۔ اور یہ کہ بچہ ہونے کی وجہ سے کام لینے میں تکلف نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ خادم تیز و چالاک ہو۔ اگر بے وقوف اور کم فہم یا کج فہم ہوگا تو بجائے راحت کے کلفت و زحمت میں ڈال دے گا۔ مزید اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو خدمت اور تربیت اچھی دینی چاہئے۔ اور اسے کسی نیک صالح اچھے عالم کی صحبت میں رہنے کا موقع دے۔ تب وہ آگے چل کر کام کا نکلے گا۔

"خدمت گار" خادموں کا بیان

آپ ﷺ کی خدمت کو حضرات صحابہ کرام، جنہوں نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھ لیا آپ سے گفتگو کرلی۔ آپ کی مجلس میں شریک ہوئے۔ آپ کے عاشق زار جان نچھاور کرنے والے ہوگئے۔ اور آپ کی خدمت کو باعث شرف وسعادت سمجھنے لگے۔ ہر شخص آپ کی خدمت کو اپنے لئے سرمایہ نجات اور بیش بہا دولت سمجھتا۔

اس لئے آپ کے خادموں کی تعداد۔ جنہوں نے کوئی خاص کام انجام دیا ہو۔ سفر میں یا حضر میں، ان حضرات کی ایک کثیر تعداد ہے۔ تقریباً چالیس کی تعداد جو غلام کے علاوہ ہیں ابو صالح دمشقی نے ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ یہ خادمین کوئی باتنخواہ ملازمین یا اجیر یا نوکر نہیں تھے۔ بلکہ حسبۃً اللہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے اور اسے باعث سرمایہ نجات وسعادت سمجھتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صاحب سواک ونعل کے لقب سے ملقب تھے۔ یہ آپ ﷺ کے مختلف کام انجام دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو یہ جوتا پہناتے۔ اور جب آپ ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے جوتوں کو اپنے بازو میں دبا لیتے۔ آپ ﷺ کے بالوں کو جھاڑتے۔ جب آپ سو جاتے تو جگاتے۔ جب غسل فرماتے تو پردہ کرتے رہتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ چلتے۔

عبداللہ بن عتبہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود آپ ﷺ کے راز داں تھے۔ تکیہ، بستر، مسواک، نعل اور وضو کی خدمت انجام دیتے تھے۔

درخت پر چڑھ کر آپ ﷺ کے لئے مسواک توڑ لاتے۔

ایک مرتبہ یہ مسواک توڑنے درخت پر چڑھے تو چونکہ یہ دبلے پتلے تھے ان کے پیر اور پنڈلی بہت دبلے تھے۔ تو کسی نے ہنس دیا۔ تو آپ نے فرمایا پیر کے پتلے ہونے پر ہنستے ہو۔ یہ قیامت کے دن احد کے پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود آپ ﷺ کو جوتا پہناتے پھر عصائے مبارک لیتے آپ کے آگے آگے چلتے۔ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو جوتا نکالتے۔ اسے اپنے بازو میں رکھتے۔ اور آپ کو عصائے مبارک دیتے۔ پھر مجلس برخاست ہوتی تو آپ کو جوتا پہناتے۔ آپ کے آگے آگے چلتے۔ یہاں تک

کہ آپ سے پہلے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے۔

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود کو آپ کے گھر والوں میں سمجھتا رہا۔ کہ کثرت سے آپ ﷺ کے پاس آنے جانے اور امہات المؤمنین کی خدمت میں آتے جاتے رہتے۔

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی وہ بات سن لیتے تھے۔ جو ہم لوگ نہیں سن سکتے تھے۔ اور اس مقام پر داخل ہو جاتے۔ جہاں ہم لوگ نہیں جاسکتے۔ یعنی آپ ﷺ کے گھر اور ازواج مطہرات میں۔

(امالی الاحبار، طبرانی، مسند احمد، ابویعلی، سبل الہدیٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ﷺ کے چہیتے لاڈلے خادم تھے۔ چھوٹے ہی سے آپ ﷺ کی خدمت میں تھے، خواتین کے یہاں آنے جانے کا کام آپ ہی کے واسطے سے ہوتا تھا۔ ہر وقت سفر حضر میں آپ کی خدمت انجام دیتے تھے۔ دس سال تک آپ کی خدمت انجام دی۔

محمد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی آپ ﷺ کے دروازے سے الگ نہیں ہوتے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۹۷)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ آپ ﷺ کے مالیاتی امور کو انجام دیتے تھے۔ گھریلو خرچہ، مہمانوں پر خرچ، قرضہ وغیرہ لینا بھی یہی کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۴۰۰، دلائل)

حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ آپ ﷺ کی انگوٹھی مہر مبارک کے ذمہ دار تھے۔

اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ﷺ کی سواریوں کے متعلق خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ (سبل صفحہ ۴۱۴)

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ﷺ کی اونٹنیوں کی مہار پکڑ کر آگے چلتے تھے۔ (سبل جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۹)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ﷺ کے خچر کے نگہبان تھے۔ سفر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ (سبل صفحہ ۴۱۶)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ سفری خادم تھے۔ جب آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوتے تو یہ آگے آگے ہوتے۔ ایک روایت میں ہے عمار پیچھے سے ہانکا کرتے تھے اور میں آگے رہا کرتا تھا۔ (طبرانی سبل)

معمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ بھی سفری خادم تھے۔ کجاوہ وغیرہ لگاتے تھے اور آپ ﷺ کے سفر مبارک کا انتظام فرماتے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ خدمت انجام دے رہے تھے۔

ابوحرہ الرقاشی کے چچا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

ابوحرہ رقاشی اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایام تشریق کے دوران میں آپ ﷺ کی اونٹنی مبارک کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ (ابویعلی، سبل صفحہ ۴۰۴)

ام ایمن حبشیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

یہ ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے ساتھ رہتی تھیں۔ اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ام ایمن جو آپ کی باندیوں میں ہیں اس کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے آپ کے پیشاب کو پی لیا تھا۔

ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میں آپ کے دروازے پر رات گزارا کروں جب ضرورت ہو مجھے اٹھادیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۲)

ربیع بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ بھی آپ کے وضو کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔

ایمن بن عبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ آپ کی طہارت کے امور انجام دیا کرتے تھے۔

اسود بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

جب آپ ﷺ سفر فرماتے تو حدی پڑھنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

مزید وہ خدامان حضرات جن کے کام اور خدمت کی تعین نہ ہوسکی۔ ہمہ وقت ہمہ امور حسب الحکم انجام دیا کرتے تھے۔

اربد، اسماء بن حارثہ، بکیر بن متداخ، ثعلبہ بن عبدالرحمٰن۔ ابوذر غفاری، جدلیع بن نذیر۔ حنین (اولاً غلام تھے

پھر آزاد ہو کر خادم ہوئے)۔ خالد بن سیار غفاری۔ ذو مخمر (شاہ نجاشی کے بہن یا بھائی کے بیٹے تھے، آپ کی خدمت کے لئے بھیجے گئے)۔ سالم الہاشمی، سعد (صدیق اکبر کے غلام تھے)۔ مقداد بن الاسود۔ نعیم بن ربیعہ (مہاجر ام سلمہ کے غلام) ہلال بن الحارث۔ ہند ابی الحارثہ، ابوالملیح، ابوسلام، رزینہ، مسلمہ ام رافع، صفیہ، میمونہ، ام عباش، خولہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۷)

سلمٰی بیان کرتی ہیں کہ میں خضرہ۔ رضوی۔ میمونہ بنت جن کو آپ ﷺ نے آزاد کیا تھا۔ آپ ﷺ کی خدمت پر مامور تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

بیس انصاری صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم ہر وقت خدمت کے لئے تیار

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے بیس جوان صحابہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں ہر وقت تیار بیٹھے رہا کرتے تھے۔ جب جس چیز کے لئے اور جہاں آپ کو ضرورت پڑتی بھیج دیا کرتے۔

(مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم چار یا پانچ اصحاب تو آپ ﷺ کے دروازہ مبارک سے جدا ہوتے ہی نہیں تھے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہا کرتے تھے۔ تاکہ جب کسی چیز کی ضرورت ہو کوئی کام ہو تو ہم کر دیا کریں۔ ہم خدمت گاروں کی تعداد بہت ہو گئی تھی۔

(بزار، مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

فَائِدَہ: یعنی یہ لوگ ہمہ وقت آپ ﷺ کے قریب، دروازے پر رہا کرتے تھے کہ کب کس موقعہ پر آپ کو ضرورت پڑ جائے۔ یہ تھی مخلصانہ خدمت جو اس دور میں عنقا ہے۔ باطنی دولت جو ملتی ہے وہ خدمت سے ہی ملتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کی خدمت کرتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کرتے

ابتداء وحی کی روایت میں امام بخاری نے حضرت خدیجہ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اخلاق عالیہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ عاجزوں کو سہارا دیتے ہیں۔ مہمان کی خدمت کرتے ہیں۔ ضرورت کے مقامات پر خرچ کرتے ہیں۔ خدائے پاک ایسوں کو برے حال سے دوچار نہیں کرتا۔ (بلکہ اسے راحت واطمینان اور برکت والی زندگی وروزی سے نوازتا ہے)۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۳)

فائدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اول وحی کے نزول کے موقعہ پر جو گھبراہٹ ہوئی تھی۔ اس پر تسلی اور اطمینان دیتے ہوئے یہ بنیادی بات بتائی تھی کہ آپ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں۔ ان پر مال خرچ کرتے ہیں۔ ایسوں پر خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ ذلت ورسوائی کی زندگی سے محفوظ ہوتے ہیں۔

ابوعبس بن خبیر الانصاری عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک یتیم آ کھڑا ہوا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں ایک یتیم مسکین غلام ہوں۔ اور ہماری ماں ایک بیوہ ہے اور مسکین عورت ہے۔ ہمیں کچھ کھلایئے جو اللہ پاک نے آپ کو کھلایا۔ ہمیں کچھ دیجئے۔ جو اللہ نے آپ کو نوازا ہے۔ یہاں تک کہ خوش ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھی بات کہی گھر جاؤ اے بلال جو کچھ کھانا پاؤ لے آ ؤ۔ پس وہ اکیس کھجور لے کر آئے۔ اور آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب اشارہ فرمایا ہم سمجھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور میں برکت کی دعا کر رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات تمہارے لئے، سات تمہاری بہن کے لئے، سات تمہاری ماں کے لیے۔ وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا۔ حضرت معاذ نے اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا اے بچے خدا تمہاری یتیمی کی تلافی کرے، اور تمہارے باپ کا نائب بنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ میں نے تم کو دیکھا جو بچے کے ساتھ (محبت کا معاملہ کر رہے تھے) انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول شفقت کی وجہ سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ جو شخص بھی کسی مسلمان یتیم کو اچھی طرح شفقت سے رکھے۔ اس کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیرے۔ تو اللہ پاک ہر بال کے بدلہ ایک درجہ بلند کرتے ہیں۔ ایک نیکی لکھتے ہیں۔ ایک گناہ

معاف فرماتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶۱، مکارم الخرائطی صفحہ ۶۵۷)

بشیر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے جنگ احد میں آپ ﷺ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ میرے والد صاحب کا کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے۔ میں رونے لگا۔ آپ ﷺ نے مجھے لیا اور سر پر ہاتھ پھیرا، اور اپنے ساتھ اٹھا لے گئے۔ اور فرمایا کیا تم کو اس بات کی خوشی نہیں کہ میں تمہارا باپ ہو جاؤں اور (حضرت) عائشہ تمہاری ماں ہو جائے۔ (بزار، مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۱)

غلام اور بیواؤں کے کام کرنے میں عار محسوس نہ کرتے

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ غلاموں اور بیواؤں کی ضرورت اور خدمت کے سلسلے میں چلنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ ان کی ضرورت پوری ہو جاتی۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: عموماً لوگوں کا مزاج خاص کر بڑوں کا یہ ہوتا ہے۔ اپنے سے نیچے جسے سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ چلنے میں اور ان کا کام کرنے میں عار سمجھتے ہیں۔ سو یہ شان ایمان اور تواضع کے خلاف ہے۔ بلکہ مرتبہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔

جو دوسروں کے خصوصاً غریبوں کے کام آتا ہے خدا اس کے کام آتا ہے۔

غرباء اور مساکین کمزوروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

غرباء اور مساکین کی ملاقات اور ان کی خبر گیری

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور غرباء مسلمین سے ملاقات فرماتے۔ ان میں کوئی بیمار پڑ جاتا تو ان کی عیادت فرماتے۔ اور ان کے جنازے میں حاضر ہوتے۔

(مستدرک حاکم، کنز العمال جدید جلد ۷ صفحہ ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ضعیف مسکین بیوہ لوگوں کے پاس چل کر ان کی ضرورت پوری کرنے میں کوئی کراہت محسوس نہ فرماتے۔ اور نہ اپنے کو اس سے بڑا سمجھتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۱)

غرباء اور مساکین کے ساتھ چلنے میں عار نہ محسوس فرماتے

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔ گفتگو بہت کم فرماتے تھے۔ نماز لمبی پڑھتے تھے۔ خطبہ مختصر دیتے تھے۔ اور غریب اور بیواؤں کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔ (نسائی، دلائل جلد ا صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی برتاؤ میں غریب و امیر کا فرق نہ فرماتے۔ غربا و مساکین کا بلکہ زیادہ لحاظ فرماتے۔ ان کے ساتھ ان کی ضرورتوں میں بلا تکلف چلتے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔

افسوس کہ آج کل ہمارا معاشرہ بالکل بدل گیا ہے۔ طریق نبوت سے ہٹ گیا ہے۔ رؤسا اور مالداروں کے ساتھ چلنے پھرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جن سے اپنی ضرورت اور غرض وابستہ ہوتی ہے۔ انہیں کی رعایت اور ضرورت و حاجات میں تعاون کرتے ہیں۔ غربا و مساکین کو ذلت کی نگاہ سے دیکھ کر ان سے بعد اور ان کے ساتھ صحبت میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی ضرورتوں کا تو خیال کریں گے۔ کمزور ضعیف سمجھ کر ان پر ظلم کرتے ہیں ان کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کو نقصان پہنچا کر فوائد و منافع اپنے حق میں کر لیتے ہیں۔ ان کی مدد کے بجائے ان کو مزید کمزور اور ضعیف بنائے رکھتے ہیں تاکہ ان پر ظلم اور حق تلفی آسان ہو۔ خدا کی پناہ۔

معمولی اور غریب آدمی کی دعوت قبول کر لینا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ گدھے پر سوار ہو جاتے۔ صوف کا موٹا لباس زیب تن فرما لیتے۔ غلام کی دعوت فرما لیتے۔ میں نے خیبر کے موقعہ پر دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار تھے۔ جس کی لگام کھجور کی چھالوں سے بنا تھا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۳۳، بدایہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔
(مجمع جلد ا صفحہ ۲۰، ابن سعد صفحہ ۳۰۷)

سعد مقری کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غلام کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ (صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو عوالی مدینہ کا کوئی شخص آدھی رات میں بھی جو کی روٹی کی دعوت کرتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۰)

فَائِدَہ: غریب اور معمولی شخص کی دعوت قبول کر لینا اور ان کے یہاں کھانے کے لئے چلے جانا یہ تواضع اور مسکنت کی بات ہے۔ کبر و فخر سے خالی ہونے کی علامت ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ بندے کی شان ہے۔ عموما لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ان کے یہاں کیا ملے گا۔ اور ایسی دعوت میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ بڑی بری بات ہے۔ دعوت کا مقصود عمدہ مرغن غذاؤں کا کھانا نہیں بلکہ محبت اور تعلق کو باقی رکھنا اور لوگوں سے مخلصانہ محبتانہ برتاؤ کو فروغ دینا ہے۔

معمولی سے معمولی آدمی کی ضرورت میں چل پڑتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی باندی بھی اپنی ضرورت سے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی تو آپ اس کی ضرورت میں چل پڑتے۔ (یہاں تک کہ آپ اس کا کام کر کے فارغ ہو جاتے)۔
(اخلاق النبی صفحہ ۲۷، البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۴۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کمزور عقل والی تھی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں چلو راستہ میں چل کر جس جگہ کھڑی ہو جاؤ گی۔ میں تمہارے پاس آ کر کھڑا ہو جاؤں گا (اور تمہاری بات سن لوں گا) پھر آپ اس کے ساتھ راستہ سے ہٹ کر بات چیت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی پوری بات کہی۔ (اور آپ غور سے سنتے رہے)۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۵)

غرباء و مساکین سے آپ ﷺ بہت محبت و تعلق رکھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے۔

"اللهم احيني مسكينا وامتني مسكيناً واحشرني في زمرة المساكين يوم القيمة"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں مسکینوں کے ساتھ زندگی عطا فرما۔ اور مسکینوں کے ساتھ موت عطا فرما، اور قیامت کے دن مسکین کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ دعا آپ کیوں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ اس لئے کہ وہ مال داروں سے چالیس خریف یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ کبھی مساکین کو واپس نہ کرنا خواہ کھجور کی گٹھلی ہی سہی۔ اور ان کو اپنے سے قریب رکھنا۔ (یعنی ان سے ربط محبت وصحبت رکھنا) اللہ پاک تم کو قیامت کے دن اپنے قریب رکھے گا۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۶۷)

فائدہ: دیکھئے مساکین وغرباء کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیسی عزت اور وقعت تھی۔ کہ آپ ان کے ساتھ زندگی موت اور حشر قیامت کی دعا کر رہے ہیں۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ ان کا قرب اور ان کی محبت خدا کے قرب وتقرب کا باعث ہے۔ چونکہ یہ متواضعانہ صفات ہیں اور اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اللہ کو تواضع پسند ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج ایسے لوگوں کو ماحول میں کمتر ذلیل سمجھتے ہیں۔ ربط وتعلق ومصاحبت تو دور کی بات ہے باوجود رشتہ ناطے ہونے کے ایسوں سے شادی بیاہ تک نہیں کرتے۔ سوچتے ہیں ان سے کیا ملے گا۔ عوام تو عوام خواص اور عرفا اہل دین کا مزاج ایسا پایا جاتا ہے۔ گنے چنے دیندار اہل معرفت ہی ان احادیث پر عمل کرنے والے ہیں۔ ورنہ تو جو دیندار طبقہ کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک بھی مال اور دنیا کی بڑی وقعت ہے۔ جب ان احادیث پر عمل کا وقت آتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کتنی دینداری ہے۔

سائلین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن برتاؤ

کسی کے سوال پر لا یعنی انکار نہ فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے فرمادیا ہو نہیں۔ یعنی نفی میں جواب نہیں دیا انکار نہیں فرمایا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۹۲، مسلم ترمذی جلد۲ صفحہ۲۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو آپ نے کبھی نہ نہیں فرمایا۔

فائدہ: یعنی سائل کو آپ بالکل نہیں کر کے ناامیدی کے ساتھ واپس نہ فرماتے۔ کچھ نہ کچھ ضرور دیتے، نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے۔ کبھی آئندہ دینے کا وعدہ فرماتے۔ یا خاموش رہتے زبان سے انکار (لحاظاً و اکراماً) نہ فرماتے۔

فرزدق شاعر نے اسی خلق عظیم کو اس شعر میں ذکر کیا ہے ؎

ما قال لا قط الا فی تشهده ❁ لو لا التشهد کانت لاءه نعم

سوائے تشہد کے کبھی آپ نے لا نہیں کیا اگر تشہد میں لا نہ ہوتا تو آپ نعم بجائے لا کے فرماتے۔

(جمع الوسائل صفحہ۱۶۷)

علامہ بوصیری نے بھی اسے قصیدہ بردہ میں ذکر کیا ہے۔

اسی کو عارف مضطر نے بڑی خوبی سے ادا کیا ہے ؎

کبھی محروم سائل کو نہ حتی الوسع لوٹاتے
نہ ہوتا تو نرمی بہ لجاجت سے عذر فرماتے
سخاوت کے سبب سے بیشتر مقروض رہتے تھے
بچا کر کچھ نہ رکھتے سائلوں سے لا نہ کہتے تھے

(کوثر صفحہ۵۲)

کبھی خاموش رہتے

محمد حنفیہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت انکار کی عادت نہ تھی۔ جب کوئی سوال کرتا اور اسے دینے

کا ارادہ فرماتے تو نعم۔ ہاں۔ اچھا فرماتے۔ اور (کچھ دینے کو آپ کے پاس نہ ہوتا تو) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش رہتے۔ اور آپ کے چہرے سے پہچان لیا جاتا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۸)

فائدہ: آپ لا۔ اور انکار کرنا مروت اور اکرام کے خلاف سمجھتے اسی وجہ سے خاموش رہتے۔ سمجھنے والا سمجھ لیتا اور واپس چلا جاتا۔

بعض لوگ اس خاموشی کا راز نہیں سمجھتے تو بار بار اصرار کر کے انکار پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ شرافت کی بات نہیں۔

ضرورت پوری نہ کر سکتے تو نرمی سے جواب دیتے

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث جو ان کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حاجت طلب کرتا تو آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے یا نہ فرما سکتے تو بہت نرمی اور اخلاق سے اس سے کہتے اور معذرت فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اسے جھڑکتے یا سختی سے بات نہ کرتے بہت لجاجت اور مسکنت سے معذرت فرماتے۔ خیال رہے کہ سائل کا یہ حق ہے کہ اس سے سختی یا جھڑک کر لعن طعن دے کر بات نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی دلی تکلیف سے اس کے مقام پر آ جائے۔

نہ ہوتا تو قرض لے کر ضرورت پوری فرماتے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ ان کو کچھ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ لیکن تم ایسا کر لو کہ میرے نام پر تم کچھ خرید لو۔ میرے پاس کچھ آئے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے اور جو آپ کی وسعت میں نہیں خدائے پاک نے آپ کو اس کا مکلف نہیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا پسند نہیں آیا۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کی کوئی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کی یہ رائے پسند آئی اور آپ نے مسکرا دیا اور فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا اور خلق عظیم کی وجہ سے ہر ایک کی حاجت روائی فرماتے۔ کسی کو رد نہ فرماتے۔ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے میں قرض تک گوارا فرما لیتے۔ خصائل نبوی میں ہے۔ ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان پر خرچ کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے۔

ایک شخص نے حضرت بلال سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت تھی انہوں نے فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا میں ہی اخیر تک اس کا منتظم تھا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا۔ اور آپ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا۔ اور کھانے کا انتظام کرتا۔ (صفحہ ۳۱۷)

ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں کے لئے آپ نے قرض لیا۔ اور وقت پر ادا نہ فرما سکے تو قرض خواہوں سے ان کے خاطر سخت سست بات بھی سنتے اور برداشت فرماتے۔ جیسا کہ قرض کے فصل میں گزر چکا ہے۔

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ سائل یا مانگنے والے کی یہ رعایت اس وقت ہے جب کہ وہ کسی ایسے امور میں نہ خرچ کرے جو خلاف شرع بدعت یا رسم وغیرہ ہو کہ ان امور میں تعاون کرنا گناہ کی بات ہے۔ بسا اوقات لوگ محرم اور ربیع الاول وغیرہ کے بدعات میں مالی تعاون اور چندہ دینے پر لوگوں کو اصرار کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں رعایۃً اور لحاظاً دینا بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر ایسے اوباش لوگوں کا اس درجہ غلبہ ہو کہ نہ دینے کی صورت میں ظلم اور پریشان کریں گے تو ظلم سے بچنے کی نیت سے کچھ دے، دینا گناہ کا باعث نہ ہوگا۔

ایثار

ایثار نبوی ﷺ

سہیل کی روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں ایک خوشنما چادر لے کر آئی۔ اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے، لائی ہوں تا کہ آپ کو پہناؤں۔ چنانچہ آپ کو ضرورت تھی آپ نے لے لیا۔ آپ اس کا ازار تہبند بنا کر گھر سے نکلے۔ ایک شخص نے دیکھ لیا (کہ آپ اچھی چادر پہن کر نکلے ہیں) اس نے سوال کر لیا کہ اے اللہ کے رسول ہمیں پہننے کے لئے دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جب تک مجلس میں بیٹھنا تھا تشریف فرما رہے اس کے بعد اٹھے اور لپیٹ کر اسے دے دیا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۷۷)

فَائِدَہ: ایثار کے معنی ہیں اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دینا مؤمنین کاملین کی یہ شان ہے۔ اپنے مقابلہ میں دوسروں کا خیال رکھنا۔ یہ بڑا اونچا بلند پایہ وصف ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے ہی اس کے حامل ہوتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس وصف کے حامل ہیں۔ اصحاب زہد وتقویٰ اور اصحاب ذکر وعبادت تو بہت ملیں گے مگر اس وصف کے حامل کم ہی لوگ ملیں گے۔ عموماً ہر شخص اپنے فائدہ اور نفع کی فکر میں رہتا ہے۔ جب دوسرے کی رعایت (خصوصاً جو ماحول میں برابر کا ہو یا کمتر ہو) اور نفع ونقصان یا عزت وجاہت کا تقابل ہو تو تب اس کا پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ میں ایثار تو بہت ہی بڑی بات ہے۔ امور خیر میں شریک کر لے تو بھی بہت بڑی بات ہے۔ بڑے مبارک اور فضیلت کے حامل ہیں وہ حضرات جو ایثار کا مادہ رکھتے ہیں اور خدا واسطے بلا کسی غرض دنیاوی کے ایثار پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خیر الناس ہیں۔ ان کے ایثار سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور حدیث پاک میں ہے۔ "خیر الناس من ینفع الناس". تَرْجَمَہ: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

مشورہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب سے مشورہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی لوگوں سے بکثرت مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے زیادہ میں نے کسی کو مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔ (الخرائطی فی المکارم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اصحاب سے مشورہ فرمایا۔ (احسان صفحہ ۲۲۷)

مشورہ میں خیر و برکت ہے

ضحاک سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا چونکہ مشورہ میں خیر و برکت ہے۔ (ابن ابی شیبہ، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۹۸)

یحییٰ بن سعد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مشورہ فرمایا۔ آپ نے غزوۂ قریظہ اور بنونضیر کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ (ابن سعد، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۹۸)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سزا کے متعلق مشورہ فرمایا کہ انہوں نے بدعہدی کی اور خفیہ سازشوں کے ذریعہ اسلام کو جانی و مالی نقصان پہنچایا ان کو کیا سزا دی جائے۔

بنونضیر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ اے گروہ انصار چاہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں۔ اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔ سعد بن عباد اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال فقط مہاجرین میں تقسیم فرما دیں۔ اور حسب سابق مہاجرین ہمارے گھروں میں رہیں اور کھانے پینے میں ہمارے شریک رہیں۔ (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن امور میں مشورہ فرماتے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے جنگی امور (ملکی اور سیاسی باتوں) میں مشورہ فرماتے۔ آپ احکام شرعیہ کے نافذ یا ادا کرنے کے متعلق مشورہ نہ فرماتے کہ احکام الٰہیہ میں مشورہ نہیں ہوا کرتا۔ اسی طرح حضرات صحابہ بھی مشورہ سے امور انجام دیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے اولاً خلافت و امارت کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشورہ ہی سے امیر و خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد جو کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے اس کے متعلق صحابہ کرام نے مشورہ کیا چنانچہ ان سے قتال کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تسلیم کر لی گئی۔ (الجامع للقرطبی جلد۹ صفحہ۳۸)

اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیرات عیدین، تکبیرات جنازہ، خروج منی سے غسل کے متعلق، شارب خمر کی سزا کے متعلق مشورہ کیا اور مشورہ میں جو طے ہوا اس پر امت کو عمل کا حکم دیا۔ (مزید اس کے متعلق احادیث جلد چہارم کے باب المشورہ میں مذکور ہیں)۔

تفاؤل خیر

تفاؤل خیر کو پسند فرماتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تفاؤل خیر کو پسند فرماتے اور آپ نحوست اور بدفالی کے قائل نہ تھے۔ (مسند احمد، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تفاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے اور بدفالی کو ناپسند فرماتے تھے۔ (مستدرک حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تفاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے۔
(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۳۰، اخلاق النبی صفحہ ۷۵۷)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بدفالی نہ لیتے لیکن نیک شگون لیا کرتے۔

(اخلاق النبی صفحہ ۷۵۱)

حضرت کثیر نے اپنے والد و دادا کے واسطے سے یہ روایت بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو ھا حضرۃ ''لو سبز و شادابی'' تو آپ نے (نیک شگون لیتے ہوئے فرمایا) ہاں لبیک۔ (اس کے حصول کے لئے حاضر ہیں) ہم نے تمہارے منہ سے نکلے کلمات سے نیک شگون لیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۷۵۵)

فَائِدَہ: یہ واقعہ غزوہ وَدان کے موقعہ کا ہے۔ آپ اس غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص کی زبان سے سبز شادابی نکلا۔ آپ نے اس سے شگون خیر لیتے ہوئے فرمایا ہاں میں اس کا طالب ہوں۔ چنانچہ آپ اس غزوہ میں تشریف لے گئے قتال کی نوبت نہ آئی۔ اور کفار نے سرسبز شاداب علاقہ آپ کو حوالہ کر دیا۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا مجھے نیک فالی پسند ہے اور نیک فالی اچھے لفظ سے لی جاتی ہے۔ (صفحہ ۷۶۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ نے پوچھا نیک فالی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نیک فالی اچھا کلمہ ہے۔ یعنی اچھے کلمے سے نیک فالی لی جاتی ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۷۵۳)

نکلتے وقت اچھے ناموں کا سننا پسند

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کسی ضرورت کی وجہ سے نکلتے (مثلاً غزوہ وغیرہ

میں) تو یاراشد، یا نجیح کی آواز پسند فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ باہر نکلے اور کسی نے اتفاقاً راشد یا نجیح یا اسی کے مثل کسی نے پکارا تو اس کو اچھا سمجھتے۔

کسی چیز میں نحوست نہیں

حضرت سعد بن مالک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بدفالی اور نحوست کسی چیز میں نہیں اگر ہوتی تو عورت میں گھوڑے میں ہوتی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲، طحاوی صفحہ ۳۸۱)

سعید بن میتب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد سے نحوست کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ڈانٹا اور کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ نحوست کسی شئے میں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو عورت، گھر، گھوڑے میں ہوتی۔ (طحاوی صفحہ ۳۸۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بدفالی کو پسند نہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: خیال رہے کہ تفاؤل یا نیک شگونی کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کسی اچھے کلمے کو سن کر اس سے کسی اچھے نتیجہ کی امید رکھے۔ مثلاً کسی کام کے ارادے سے نکلا فائز، نجیح فلاں وغیرہ نام کے آدمی سے ملاقات ہوئی۔ جس کے معنی کامیاب کے ہیں تو یہ سمجھنا کہ اس مقصد میں کامیاب ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح کان میں۔ مفتوح منصور وغیرہ کسی کے بولنے سے سننے میں آ گیا اس سے نتیجہ نکالا کہ میں انشاء اللہ کامیاب ہو جاؤں گا یہی نیک شگون ہے۔ اس کے برخلاف کسی برے کلمہ سے برا نتیجہ نکالنا۔ مثلاً مقہور، ذلیل، مجبور، وغیرہ کلمہ سن لیا۔ اپنا ارادہ فسخ کر دیا یہ بدفالی ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی سے نقصان ہونے کی بنیاد پر اسے منحوس خیال کرتا۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔

نیک فالی کا طریقہ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بدفالی تو نہیں لیتے تھے۔ (البتہ نیک فالی لیتے تھے جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کہیں تشریف لے جاتے تو نام معلوم فرماتے۔ اگر اچھا نام معلوم ہوتا تو خوش ہوتے۔ اور مسرت کے نشانات چہرے پر نمایاں ہو جاتے۔ اگر برا نام ہوتا تو چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔ اسی طرح اگر عامل بنا کر بھیجتے تو نام معلوم فرماتے۔ اگر اچھا ہوتا تو خوش ہوتے۔ برا ہوتا تو اسے پسند نہ فرماتے۔ اور یہ آپ کے چہرہ انور سے معلوم ہو جاتا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۵۵)

موطا امام مالک کے واسطے سے ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن ایک اونٹ کا دودھ دوہنے کے لئے پوچھا کہ کون دھوئے گا۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ کہا میں۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا مرہ۔ آپ نے کہا

بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا کون دھوئے گا۔ ایک دوسرے نے کہا میں۔ آپ نے پوچھا نام کیا ہے، کہا جمرہ۔ آپ نے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا کون دھوئے گا۔ کسی دوسرے نے کہا میں۔ آپ نے پوچھا کیا نام ہے۔ اس نے کہا یعیش آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ دھو۔ (موطا،سبل جلد ۹ صفحہ ۳۵۶)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ نام کا اثر مسمیّٰ پر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اچھے نام کا اعتبار کیا اور کرتے تھے۔ یعیش کے معنی خوشگواری اچھائی کے ہیں۔ گویا کہ اب اس فعل میں اچھائی ہوگی۔ اسی وجہ سے حکم ہے کہ اچھا نام رکھو۔

خطابی نے تفاؤل خیر کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اچھے معنی والے الفاظ کو سنے اور اس سے اچھا نتیجہ نکالے۔ یہی تفاؤل خیر ہے اسی کو آپ نے بتایا ہے۔

اس کے مقابلہ میں بدفالی درست نہیں۔ گویا کہ خدائے تعالیٰ سے بدگمانی ہے جو ممنوع ہے اور یہ کہ وہمی شئے پر اعتبار کرنا ہے۔ (سبل صفحہ ۳۵۶)

بدفالی اور نحوست کو پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بدفالی کو ناپسند فرماتے اور اس سے شدت سے انکار فرمایا کرتے۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بدفالی اور نحوست کچھ نہیں ہے۔ (طحاوی صفحہ ۳۸۰)

فَائِدَہ: امام طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بدفالی اور نحوست سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اسے شرکیہ افعال میں فرمایا۔ آپ نے ایسے اسباب سے منع فرمایا ہے جس سے بدفالی محسوس ہو۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

چنانچہ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کوئی بلی یا کتا راستہ میں اولاً مل گیا۔ تو منحوس سمجھتے ہوئے سفر منقطع کر دیتے ہیں۔ یا اسی طرح کسی نے چھینک دیا۔ تو ارادہ بدل دیتے ہیں۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں جن سے احتراز ضروری ہے۔ یہی تفاؤل شر ہے۔

بدفالی کے وقت یہ دعا کرے

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بدفالی سے کراہیت محسوس کرو تو یہ دعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ لَا یَاْتِی بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" "اے اللہ کوئی بھلائی آپ کے بغیر نہیں آسکتی کوئی برائی آپ کے بغیر دور نہیں ہوسکتی۔ کوئی طاقت کوئی قوت سوا اللہ کے نہیں۔" (بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۶۲)

پچھنا لگانے کے متعلق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور مجھے حکم دیا کہ میں پچھنا لگانے والوں کو اس کی اجرت دوں۔ (شمائل، ترمذی صفحہ۲۴، طحاوی جلد۲ صفحہ ۲۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے گردن کی ان دو رگوں کا پچھنا لگوایا جو کندھوں کے مابین ہیں۔ اور حجام کو اجرت دی۔ اگر اجرت درست نہ ہوتی تو آپ نہ دیتے۔

(طحاوی جلد۲ صفحہ۲۷۱، شمائل ترمذی صفحہ۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حالت احرام میں مقام حل میں پیر کے اوپر پچھنا لگوالیا۔ (شمائل صفحہ۲۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سر کے حصہ میں پچھنا لگوایا۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۴۹)

فائدہ: بدن کے فاسد یا زائد خون کو نکالنے کا نام عربی میں حجامت ہے۔ اردو میں سینگی لگانا یا پچھنا لگانا کہا جاتا ہے۔

عہد قدیم میں خاص کر عربوں کے یہاں پچھنا لگوانا رائج تھا۔ اس میں رگوں کے خون کو ایک آلہ کے ذریعہ سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور کبھی جونک کے ذریعہ سے بھی یہ کام لیا جاتا ہے۔ عموماً بدن میں خون کی زیادتی سے اس علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔ اہل ہند اور دیگر عرب کے علاوہ علاقوں میں یہ علاج رائج نہیں۔ اور اس عہد میں ویسے بھی خون کی کمی کی شکایت عام ہے۔ جس سے ایسے علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مزید ان جیسے امور کی تفصیل طب نبوی کے ذیل میں آئے گی۔ جہاں علاج و معالجہ نبوی کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

رفتار مبارک کا بیان

تیز رفتاری سے چلتے

یزید بن مثرد سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے۔ یہاں تک کہ جو آپ کے پیچھے ہوتا دوڑ کر بھی آپ کے ساتھ نہ چل پاتا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو چستی سے چلتے سستی سے نہ چلتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۸، مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹتی تھی۔ جب ہم لوگ آپ کے ساتھ چلتے۔ تو تھک جاتے۔ حالانکہ آپ کی رفتار معمولی ہوتی۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۸۰، سبل صفحہ ۱۵۸، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جنازہ میں تھے۔ ہم ساتھ چلتے مگر آپ آگے ہو جاتے۔ بغل میں ایک شخص میری طرف متوجہ ہوا (یعنی حیرت کا اظہار کرتا ہوا) تو میں نے کہا آپ کے لئے اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہما السلام کے لئے زمین لپٹتی تھی۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹، ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو آپ کے پیچھے اصحاب دوڑتے ہوئے چلتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۹)

فائدہ: آپ ﷺ تیز رفتاری سے چلتے۔ سست اور آہستہ نہ چلتے۔ اور آپ کے لئے زمین لپٹتی تھی۔ یعنی معمولی رفتار سے بھی چلتے تو مسافت زیادہ طے ہوتی۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ آگے نکل جاتے دوڑتے ہوئے بھی اصحاب آپ کے ساتھ شریک نہ ہو پاتے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کی سرعت رفتاری کمال قوت کی وجہ سے تھی۔ (جمع جلد ا صفحہ ۱۷۶)

زمین کا لپٹنا جسے طے ارض کہا جاتا ہے۔ آپ کی برکت سے بعض امتی کو بھی نصیب ہوئی۔ جس کا ذکر بعض اہل اللہ کے سوانح میں ملتا ہے۔

چستی کے ساتھ چلتے

ابن ابی سیار کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو مضبوط قدم اٹھاتے۔ بیمار اور سست کی طرح نہ چلتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ ہوناً چلے کرتے تھے جس کا ذکر کلام پاک میں ہے۔ "**یمشون علی الارض هوناً**" قرآن نے عبادالرحمٰن کی شان میں کہا ہے۔

رفتار ہون کے معنی یہ ہے کہ سکون وقار کے ساتھ بلا تکبر کے اور بلا ہلائے کندھے کے چلے۔ ایسا جیسے بلندی سے نشیبی زمین کی جانب۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۵۸)۔

اس طرح چلتے گویا اونچائی سے اترتے ہوئے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا آپ اونچائی سے اتر رہے ہوں۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۵۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نہایت سکون وقار سے چلتے۔ آپ کی رفتار اس طرح ہوتی گویا اونچائی سے نیچائی کی جانب اتر رہے ہوں۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۹)

خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ سنجیدگی اور قوت کے ساتھ زمین سے پیر اٹھاتے۔ گھسٹ کر نہیں چلتے۔ ذرا سا جھکاؤ چلنے میں ہوتا۔ جو تواضع مسکنت کی ہیئت ظاہر کرتا۔ خدا کے برگزیدہ بندوں اور اصحاب معرفت کی یہی شان ہوتی ہے۔

ذرا جھک کر چلتے ہوئے معلوم ہوتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ذرا سا جھک کر چلتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو ہلکا سا جھک کر چلتے۔ جیسے کوئی اونچی زمین سے نیچے کی جانب آتا ہے تو جھک جاتا ہے۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو ہلکا سا جھک کر چلتے۔ گویا کسی بلندی سے نشیب کی جانب اتر رہے ہوں۔ (ابن الضحاک، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اس طرح چلا کرتے جیسے عصا کے سہارے، یعنی ہلکا سا جھکاؤ لئے ہوئے۔ (کنزالعمال صفحہ ۱۸۴۲۵)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس طرح چلنا عزم، ہمت وشجاعت کا چلنا ہے۔ یہ سب سے بہتر رفتار ہے اور جسم

کے لئے راحت بخش ہے۔ (زاد جلد ا صفحہ ۱۶۷)

چلتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو اِدھر اُدھر رخ نہ فرماتے۔ بسا اوقات آپ کی چادر کسی درخت میں پھنس جاتی یا کسی اور سے بھی تو آپ بھی پیچھے نہ مڑتے۔ لوگ ہنس بھی لیتے تھے اور مطمئن رہتے کہ آپ مڑ کر نہ دیکھیں گے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

فَائِدَہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے چلتے ہیں آپ ایسا نہ چلتے کہ یہ شرافت اور وقار کے خلاف ہے۔ یہ لا ابالی پن کی علامت حضرات انبیاء اور شرفاء ان امور سے پاک ہوتے ہیں۔

مڑتے تو پورا مڑتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رخ فرماتے اور مڑتے تو پورے بدن سے مڑتے۔ اور پشت فرماتے تو پورے طور پر پشت فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۶۰)

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کنارۂ چشم سے دیکھ لیتے تھے مگر رخ نہ کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶۰)

حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکمل جسم کے ساتھ پورے طور پر مڑتے تھے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف چہرہ موڑ کر یا آدھ جسم موڑ کر کسی جانب نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ پورے جسم کے ساتھ مڑ کر دیکھتے تھے۔

پیچھے کی جانب بلا مڑے بھی چل دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن باہر سے آئی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ اور دروازہ بند تھا۔ میں نے کھلوایا۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا پھر پیچھے کی طرف سے لوٹے۔ اور نماز پوری کی۔ (ترمذی صفحہ ۱۳۱)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں اسے قہقہری کہا گیا ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ پشت کی جانب چلنے کو کہتے ہیں۔

فَائِدَہ: آپ نماز کی حالت میں دروازہ کھولنے کے بعد پیچھے کی طرف بلا مڑے لوٹے تھے۔ خیال رہے کہ احناف کے یہاں نماز میں عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ اگر اس طرح جلدی ہو جائے کہ یہ عمل کثیر نہ کہلائے تو اجازت ہے۔

کبھی ننگے پیر بھی چل لیتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ننگے پیر اور جوتے کے ساتھ دونوں طرح چل لیتے تھے۔ (بزار، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۶۰)

فائدہ: کبھی آپ ﷺ ننگے پیر تواضعاً بھی چل لیتے۔ چنانچہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں آپ ننگے پیر بھی چل لیتے تھے۔ (جلد ا صفحہ ۱۶۲)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں ہم لوگ سعد بن عبادہ کی عیادت میں ان کے یہاں گئے تو نبی پاک ﷺ اور ہم میں سے کسی کے پیر میں جوتا اور چپل نہ تھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶۲)

پیدل بھی چل لیتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مسجد قبا پیدل اور سواری پر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی پیدل جاتے کبھی سوار۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹، مسلم صفحہ ۴۴۸، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

فائدہ: قباء آپ کا محبوب اور مدینہ منورہ کا تاریخی مقام ہے۔ مسجد نبوی سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس مسجد میں آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے تھے اور کبھی سواری پر بھی تشریف لے جاتے۔ اس مسجد کی بڑی فضیلت ہے۔ جو اس مسجد قباء میں آکر دو رکعت نماز پڑھے اسے ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)

آپ اصحاب کی زیارت و ملاقات کے لئے بھی پیدل تشریف لے جاتے، اور کبھی معمولی سواری خچر اور گدھے پر فرماتے جو اس زمانہ میں معمولی سواری شمار ہوتی تھی۔ حیرت اور تعجب ہے آج پیدل چلنے میں عار محسوس کرتے ہیں پیدل چلنے کو کمتر محسوس کرتے ہیں۔ محلے میں قریبی مکان میں جانا ہو تو بلا سواری کے نہیں چلتے۔

خیال رہے کہ اس احساس میں کبر کا شائبہ ہے۔ جیسا موقعہ دیکھا چل دیا۔ کبھی سواری کبھی پیدل یہی سنت اور اکابرین و اسلاف کا طریقہ ہے۔ مزید یہ باب تواضع کے ضمن میں بھی ہے کہ اصحاب شمائل نے آپ کا پیدل چلنا تواضعاً قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے پیدل چلنا تواضع کی علامت ہے۔

اپنے اصحاب کے ساتھ پیچھے چلنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے اصحاب آپ کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ اور آپ پیچھے ملائکہ کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (سبل ابن ماجہ صفحہ ۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے۔ کمزور لوگوں

کو آگے رکھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: آپ ﷺ جب کہیں چلتے تو اپنے اصحاب کو آگے رکھتے تھے اور اپنے پیچھے ملائکہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کا اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے رکھنا یا تو تواضعاً تھا۔ یا اس وجہ سے کہ آپ ان کی نگہبانی فرمائیں۔ مزید اس وجہ سے کہ کمزور اور ضعیف کی رعایت ہو سکے۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے ان سے تغافل نہ ہو جائے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ سفر میں آپ اپنے اصحاب کو آگے رکھا کرتے تھے۔ (جلد ا صفحہ ۱۶۹)

کبھی اپنے اصحاب کا ہاتھ پکڑ کر چلتے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں ایک دن کسی ضرورت سے نکلا۔ آپ ﷺ ہمارے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ چلنے لگے۔ (مسند احمد صفحہ ۴۲، طحاوی صفحہ ۷)

حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول پاک ﷺ نے دیکھا تو اشارہ کیا میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سے چلنے لگے۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باہر نکلے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے ہو گئے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳)

فائدہ: آپ ﷺ کبھی اپنے اصحاب اور رفقاء کا ہاتھ پکڑ کر چلتے اور یہ محبت اور حسن ربط و تعلق کی بات ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہم عمر اصحاب چلتے ہوئے احباب کا ہاتھ از روئے محبت پکڑ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سنت سے ثابت شدہ امر ہے۔

کسی کام کے لئے تیزی سے نکلنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ بڑی تیزی سے جھپٹتے ہوئے ہماری جانب آئے۔ کہ ہم لوگ اس قدر تیزی سے آنے کی وجہ سے ڈر گئے۔ جب ہماری جانب آ گئے تو آپ نے سلام کیا۔ اور فرمایا میں تیزی سے آیا کہ تم کو شب قدر کی خبر کر دوں۔ مگر تمہارے درمیان (لڑائی) دیکھ کر میں بھول گیا۔ اب اسے عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۸۱۴)

امام بخاری نے ادب مفرد میں السرعۃ فی المشی باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ کبھی تیزی سے جھپٹ کر بھی آیا جا سکتا ہے یہ کوئی مذموم نہیں۔

عصا کے سہارے چلنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس عصا کا سہارا لئے ہوئے

تشریف لائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۲)

حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ (طبرانی صفحہ ۵۸۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا رکھتے تھے اور عصا کے سہارے حسب ضرورت چلتے تھے۔ عصا رکھنا اس کے سہارے چلنا آپ اور آپ سے پہلے انبیاء کی سنت ہے۔ جو لوگ اسے شرف وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ درست نہیں۔ مزید تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی حالت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ ہند بن ابی ہالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کو جھک کر چلا کرتے تھے۔ اور متانت اور وقار کے ساتھ قدم اٹھاتے۔ آپ چلنے میں تیز رفتار تھے۔ آپ جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی اونچائی سے اتر رہے ہوں۔ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے۔ راستہ چلتے وقت آپ کی نظر زمین کی طرف جھکی ہوئی۔ آپ کی نگاہ آسمان کے مقابلے میں زمین کی جانب زیادہ رہتی۔ (نزول وحی کی وجہ سے آپ آسمان کی جانب بھی کبھی دیکھتے)۔

آپ اکثر گوشۂ چشم سے دیکھا کرتے تھے۔ چلے وقت صحابہ کو آگے رکھتے اور خود پیچھے چلتے۔ گویا اس کی قیادت (چلا رہے ہیں) کر رہے ہیں۔ جس سے ملاقات فرماتے سلام کرنے میں خود ہی پہل کرتے۔

(ابوالشیخ اخلاق النبی صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قدموں سے اس طرح پاؤں اٹھا کر چلتے گویا آپ کے تلوے ہی نہیں آپ پورے طور سے آگے بڑھتے۔ اور پورے طور سے پیچھے ہٹتے تھے۔ (یعنی آدھے جسم کے ساتھ نہیں مڑتے تھے) میں نے آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال میں ایسے تھے گویا سورج آپ کی پیشانی میں چل رہا ہو۔ اس طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہے۔ (اخلاق النبی)

ایک عارف نے آپ ﷺ کی رفتار کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ؎

قدم قوت سے اٹھتا اور جھک پڑتا تھا دھرنے میں
بلندی سے جو ہیئت ہوتی ہے نیچے اترنے میں
طمانیت سے چلتے پاؤں رکھتے تھے بڑھا کر کے
تواضع سے نظر نیچی کیۓ سر کو جھکا کر کے
تھی سرعت چال میں ہمراہ چل نہ سکتا تھا کوئی
زمین لپٹتی سمٹتی آتی تھی بہر قدم بوسی

(کوثر و زمزم صفحہ ۴۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک دو تسمے والا تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک میں دو تسمے تھے۔

(بخاری صفحہ ۸۷۱)

حضرت قتادہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک کیسا تھا۔ فرمایا ہر ایک نعل میں دو تسمے تھے۔ (شمائل صفحہ ۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل میں دو دو تسمے تھے۔ اور بیچ کا تسمہ دہرا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: آپ کا نعل مبارک چپل نما تھا۔ چونکہ انگوٹھے پر جو تسمہ ہوتا ہے (جیسا کہ ہوائی چپل میں) ہوتا ہے۔ ہند کے متعارف چپل کے مانند نہ تھا۔ چمڑے کے چپٹے تلے پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ عموماً چپل میں ایک ہی تسمہ رائج پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے جو پیر کے انگوٹھے سے چل کر وسط پیر دونوں جانب ختم ہو جاتا ہے جیسے ہوائی چپل میں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپل میں دو تسمے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے سے تھا دوسرا بیچ کی انگلی سے تھا۔ علامہ قسطلانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ آپ کے نعل میں دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھا اور اس کی بغل والی انگلی سے دوسرا اس کے بغل والی کے درمیان سے۔ (جلد ۵ صفحہ ۴۵)

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں ابن جوزی کے حوالہ سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے نعل مبارک میں دو فیتے تھے۔ ایک ابہام انگوٹھا اور اس کی بغل والی انگلی سے تھا۔ دوسرا فیتہ بیچ والی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی سے تھا۔ اور یہ دونوں فیتے وسط پیر ایک پٹی میں مل جاتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

اسی طرح علامہ مناوی نے شرح شمائل میں ذکر کیا ہے۔ مفتی الٰہی بخش کے رسالہ اکمال الشیم مترجم میں بھی اسی توضیح کے ساتھ ہے اور آپ کے نعلین شریفین میں انگلیوں میں پہننے کے دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ایک وسطی اور پاس والی انگلی کے درمیان۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۸۱)

وہ تسمے ڈال لیتے انگلیوں میں اپنی پیغمبر
انگوٹھے کے پاس بھی ایک بیچ کی انگلی کے بھی اندر

ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان سے ہوئی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے نعل میں دو تسمے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر کے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چپل میں دو تسمے تھے۔ سب سے پہلے جس نے ایک تسمہ کی ابتدا کی وہ حضرت عثمان تھے۔ (بزار طبرانی سیرت)

فائدہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تسمہ رائج ہوگیا۔ آج کل بھی اسی طرح کا چپل رائج ہے۔ دونوں درست ہیں۔ شرح مواہب میں ہے کہ یہ عادت کی بات ہے۔ ایک تسمہ میں کوئی کراہت نہیں۔ (صفحہ ۴۵)

سہولت اور آسانی کی وجہ سے رائج ہے۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۱)

پشت پر کا تسمہ دہرا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے نعل میں دو تسمے تھے اور بیچ پر کا تسمہ دہرا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۸)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک کے تسمے دو تھے اور بیچ کا تسمہ دہرا تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۲)

فائدہ: آپ کے تسمے تو دو ہوتے ہی تھے مگر پشت پر جو ایک پٹی ہوتی ہے۔ جس سے چپل پیر میں ٹکا رہتا ہے وہ بھی دہری تھی۔ اس پشت پر کے تسمے کے دوہرے ہونے کی وجہ غالباً اس کا مضبوط ہونا ہوگا۔

انگلی سے آنے والے دونوں تسمے اس میں جڑ گئے تھے۔ جیسا کہ عموماً چپل میں ہوتا ہے کہ انگلی سے نکلا ہوا فیتہ وسط کی پٹی سے مل جاتا ہے۔ شرح شمائل میں ملا علی قاری نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں پٹیاں وسط کی پٹی سے مل گئی تھیں۔ (صفحہ ۱۴۹)

"تلہ دوہرا تھا اور دوہرے تھے تسمے دو جگہ اس میں
لگی تھیں پشت پا پر بیچ میں دو پٹیاں جس میں"

نعل مبارک کا تلہ دوہرا تھا

حضرت عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو ایسے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا جس میں دو چمڑے سلے ہوئے تھے۔ (نسائی صفحہ ۷)

یزید بن شخیر نے ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا چپل سلے چمڑے کا تھا۔ (مسند احمد، سیرۃ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: چپل کا تلہ ذرا موٹا ہوتا ہے۔ تاکہ تلے کی مضبوطی بھی رہے اور پیر کی بھی حفاظت رہے۔ چنانچہ آپ تلے کا چمڑا بھی سل کر دوہرا کر لیا گیا تھا۔ آج کل چپل میں بجائے سینے کے چپکا دیا جاتا ہے۔ بہرحال تلے کا

مضبوط اور موٹا ہونا بہتر ہے۔

حارث ابن اسامہ بواسطہ حمید ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے نعل کو دیکھا ہے جو گائے کے چمڑے سے بنے تھے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۳)

علامہ زرقانی نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کا نعل مبارک گائے کے چمڑے کا تھا۔ (جلد ۵ صفحہ ۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ چمڑے کا چپل سنت ہے۔

چپل مبارک ایڑی نما

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت محمد ابن علی نے نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک کو دکھلایا جو ایڑی نما تھے۔ جو حضرمی نعل کی طرح تھے۔ اس میں دو تسمہ تھے۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۲)

اسماعیل ابن علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک ایڑی نما بے بالوں والے تھے جس میں دو تسمے لگے تھے۔

ابن یزید نے تیمی سے نقل کیا ہے کہ جس نے حضور پاک ﷺ کے نعل مبارک کو دیکھا اس نے کہا کہ آپ کے نعل میں دو تسمے اور ایڑی والا نعل تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۱۱)

اسی طرح حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا نعل ذرا (بیچ سے) باریک ایڑی دار تھا۔
(ابن شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: روایتوں میں معقبہ کا لفظ ہے۔ جو عقب ایڑی سے ماخوذ ہے۔ جس کا ترجمہ ایڑی نما ایڑی والا کیا گیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایڑی کی جانب کچھ نکلا ہوا تھا تاکہ پیر کا کچھ حصہ باہر نہ رہے۔ جیسا کہ نقشہ سے ایڑی کے حصہ کا نمایاں ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۶)

اس کا ایک دوسرا مفہوم علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ جو اس سے واضح ہے وہ یہ ہے کہ ایڑی کی جانب چمڑے کا ایک تسمہ یا پٹی تھی جس سے آپ پیر کو باندھ لیتے تھے۔ جیسا کہ سنڈل نما بعض چپلوں میں پیچھے کی جانب باندھنے کا ہوتا ہے۔ (جلد ۵ ۷۴)

اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے آپ ﷺ ناپسندیدہ سمجھتے تھے کہ پیر کا حصہ کچھ باہر ہو جائے (اس لئے آپ پیچھے ایک فیتہ رکھواتے تھے تاکہ اس سے پیر کو باندھ لیا جائے)۔ (سیرۃ خیر العباد صفحہ ۵۰۴)

علامہ مناوی نے بھی شرح شمائل میں لکھا ہے کہ "معقبہ" کا یہ مطلب ہے کہ ایڑی کی جانب چمڑے کا فیتہ تھا جسے آپ باندھ لیتے تھے۔ جیسا کہ اکثر چپلوں میں ہوتا ہے۔ (برحاشیہ جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

اسی طرح یزید تیمی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

نعل مبارک کے اگلے حصے مثل زبان کے گولائی لئے تھے

ہشام کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی پاک ﷺ کا نعل مبارک ایڑی نما، باریک خم لئے ہوئے زبان کے مثل (گولائی لئے ہوئے) تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۰۔شرح مواہب صفحہ ۴۷)

یزید بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک کو دیکھا جو ذرا باریکی لئے ایڑی دار مثل زبان کے تھا۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۷، ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے نعل مبارک خم دار باریکی لئے ہوئے ایڑی والا مثل زبان کے دیکھا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۸، شرح مناوی برجمع الوسائل صفحہ ۱۳۰)

روایت میں لفظ "محصرہ" کا ہے۔ جس کا مطلب شراح نے لکھا ہے کہ ذرا باریکی لئے ہوئے تھا جیسا کہ وسط پیر میں ٹخنے کے مقابل خم لئے گولائی کے ساتھ کٹا ہوا ہوتا ہے۔ بعض چپل میں یہ نمایا ہوتا ہے۔
(شرح مناوی صفحہ ۱۳۰)

روایت میں دوسرا لفظ "ملسنہ" ہے جس کا ترجمہ مثل زبان کے کیا گیا ہے۔ اس لفظ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مناوی اور علامہ قسطلانی نے لکھا کہ اس کی ہیئت زبان کی طرح تھی۔ اگلا حصہ مثل زبان کے (گول لمبائی لئے ہوئے تھا)۔ (صفحہ ۴۷)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ نعل کا اگلا حصہ زبان کی طرح کچھ گولائی پر تھا۔ چنانچہ ایک عاشق شاعر ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

تھی چپل کی طرح کی ساخت نعلین معلی کی
زبان کی شکل ہیئت تھی جو چرم مصفی کی

لہٰذا اسوۂ رسول (مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب) میں نعل مبارک کا نقشہ بنا ہوا ہے وہ آگے کی جانب بالکل نوک لئے ہوئے محراب کی شکل میں ہے۔ باوجود شدید تلاش کے اس ہیئت کی کوئی سند نہ مل سکی۔ تاوقتیکہ کوئی سند نہ ہو اس قسم کا نقشہ پیش کرنا اور نسبت کرنا سرکار دو عالم ﷺ کی طرف بظاہر نسبت درست نہیں۔

آپ کا نعل بلا بال والے چمڑے کا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو بلا بال والے چمڑے کے نعل کو پہنتے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۰)

فائدہ: عرب میں دباغت شدہ چمڑے جس سے جوتے وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ وہ دو قسم کے ہوتے تھے۔

❶ بال باقی ماندہ۔ اہل عرب خصوصاً غریب اور متوسط طبقہ اسی چمڑے کے جوتے پہنتے تھے۔

❷ بال زائل کردہ۔اس کا استعمال کم تھا۔اہل وسعت لوگ اس چمڑے کے بنے جوتوں کو استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر نے جب اس قسم کے چمڑے کے چپل کا استعمال کیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس چمڑے کے چپل میں دیکھتا ہوں انہوں نے کہا حضور پاک ﷺ کی اقتدا میں اسے پہنتا ہوں۔ کہ آپ کو بال دور کردہ چمڑے کے چپل میں دیکھا ہوں۔ (شرح مواہب جلد۵ صفحہ۴۶)

کس رنگ کا تھا

آپ کا نعل مبارک زرد رنگ کا تھا۔ (شرح مواہب جلد۵ صفحہ۴۶)

فائدہ: چمڑے کی جو زردی ہوتی ہے اسی رنگ کا تھا۔ الگ سے جو رنگ چمڑے میں کالا، وغیرہ چڑھایا جاتا ہے وہ نہیں تھا۔

آپ ﷺ کے نعل مبارک کی لمبائی

آپ کے نعل مبارک کی لمبائی ایک بالشت دو انگل اس کی چوڑائی ٹخنے کے قریب تو سات انگل تھی۔ اور وسط قدم میں پانچ انگل، اور اوپر پنجہ کے پاس سات انگل اور دونوں تسموں کے درمیان دو انگل کا فاصلہ تھا۔

(سیرۃ الشامی صفحہ۵۰۵)

فائدہ: اس سے آپ کے قدم مبارک کا اندازہ ہوگیا۔ چونکہ آپ کا نعل مبارک آپ کے قدم مبارک کے موافق تھا۔

مروج نعل مبارک کی تحقیق

عام طور پر کتابوں میں اور نقشوں میں جو نعل مبارک کی تصویر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اسوۂ رسول میں ہے۔ احادیث اور روایت میں جو آپ کے نعل مبارک کی تفصیل آتی ہے اس پر منطبق نہیں مزید اس میں بعض امور زائد ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی نسبت رسول پاک ﷺ کی جانب ہوگی۔ جو درست نہیں کم از کم محل نظر ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔

❶ رائج نعل مبارک میں اوپر کا حصہ بالکل نوک دار محرابی شکل کا دکھلایا گیا ہے۔ حالانکہ روایت میں اس کے اگلے حصہ کو مثل زبان کے بتایا گیا ہے۔ اور زبان کی ہیئت گول لمبائی لئے ہوتی ہے جو بین اور بدیہی بات ہے۔ نہ کہ نوک دار محرابی شکل۔

❷ رائج نقشہ نعل میں دونوں تسموں کے سرے اور وسط قدم میں جہاں ملے ہیں وہاں ایک مدور گول پھول بنا ہے۔ اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے خوشنمائی کے لئے دے دیا گیا ہے۔

تو کیا خوشنمائی کے لئے نعل مبارک میں یہ پھول بنانا درست ہے۔ نعل مبارک ہونے کی وجہ سے اس کی

نسبت تو آپ کی طرف ہو جائے گی۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کی بھی یہی تحقیق ہے کہ یہ نعل مبارک کا مروجہ نقشہ ثابت نہیں اور محل نظر ہے۔تحقیق مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

''نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقہ حضور ﷺ کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے۔یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالتین) پر ایسے ہی پھول اور نقش نگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں۔اور بلا ثبوت صورت و ہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے۔اندیشہ ہے کہ **''من کذب علی متعمداً''** کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ ﷺ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے۔اور اس طرز کے نقش و نگار بھی تھے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۳۳۱)

نعل مبارک اور اس کی برکات

اس نقشہ (نعل) شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لا سکتا ہے۔مگر اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علماء و محدثین و محققین سے چند برکات اور ابیات مشتمل بر ذوق و شوق نقل کئے جاتے ہیں۔ کہ پڑھنے سے حضور ﷺ کے ساتھ تعشق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبہ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرمایہ نجات دنیوی و اخروی ہے۔

طریق توسل

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف گیارہ بار کلمہ طیبہ گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام (رونے کی شکل کے ساتھ) جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس قدر مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت نعل شریف کے میری فلانی حاجت پوری فرمایئے۔مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرہ پر ملے اور اس کو محبت سے بوسہ دے اشعار ذوق وشوق نغرخ ازیاد عشق محمدی پڑھے۔انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

(زاد السعید)

نعل مبارک کے چند فوائد

ابوجعفر احمد جو ایک نہایت صالح اور متقی شخص تھے کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کو یہ نقشہ نعل مبارک بنا دیا تھا ایک روزہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ رات اس کی بڑی عجیب برکت دیکھی میری بیوی کو اتفاقاً سخت درد ہوا کہ قریب ہلاکت ہوگئی۔ میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ دیا اور کہا اے اللہ اس نعل کی برکت سے شفا عطا فرما۔ اللہ پاک نے اسی وقت شفا عطا فرمایا۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۴۸)

ابوالقاسم ابن محمد نے اس کے برکات مجربہ میں سے بتایا کہ ظالموں کے ظلم، دشمنوں کے غلبہ سے سرکش شیاطین (اجنہ) سے حاسدوں کے حسد سے مامون رہے گا۔ دردزہ کے وقت حاملہ کے داہنے ہاتھ میں رکھنے سے ولادت میں سہولت ہوگی۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۴۸)

جوتا و چپل کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

چپل یا جوتا کس طرح پہنتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کھڑے بیٹھے دونوں طرح جوتا پہن لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: اکثر و بیشتر آپ ﷺ کی عادت بیٹھ کر پہننے کی تھی۔ چونکہ اس میں سہولت تھی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ کے جوتے میں پیچھے کی جانب (ایڑی کی جانب) تسمہ تھا جسے باندھنے کی ضرورت پڑتی ہوگی۔

(زرقانی جلد ۵ صفحہ ۴۷)

اس سہولت کے پیش نظر آپ کا یہ طریقہ تھا۔ جیسا موقعہ دیکھتے کھڑے بیٹھے پہن لیتے تھے۔

کھڑے ہوکر جوتا یا چپل پہننا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر جوتا و چپل پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۰، ابن ماجہ، ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: اگر کھڑے ہوکر جوتا پہننے میں تعب ہو جیسے کہ تسمہ کا باندھنا تو ایسی صورت میں بیٹھ کر پہننے کا حکم ہے تاکہ کلفت و مشقت سے محفوظ رہے، مطلقاً ممانعت نہیں بلکہ موزہ یا چپل کو باندھنے کی جب ضرورت پڑے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

علامہ طیبی نے لکھا ہے کھڑے ہوکر منع اس وقت ہے جب کہ تسمہ وغیرہ باندھنے کی ضرورت ہو۔

خود آپ ﷺ اور صحابہ سے کھڑے ہوکر پہننا ثابت ہے۔ اگر بہرصورت ممنوع ہوتا تو نہ پہنتے۔ تعامل اسلاف بھی اسی پر ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ حضرت علی نے کھڑے ہوکر جوتا پہنا ہے۔ حفص بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کو کھڑے ہوکر جوتا پہنتے دیکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوکر دونوں پیروں میں جوتا ڈال رہے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۰)

ایک جوتا یا چپل پہن کر نہ چلے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ایک جوتے (وچپل) میں نہ چلے۔ خواہ دونوں کو اتار کر خواہ دونوں کو پہن کر چلے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۰، ترمذی صفحہ ۲۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کا تسمہ (پٹی) ٹوٹ جائے تو ایک ہی چپل سے چلنا نہ شروع کردے بلکہ اسے درست کرلے۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: چونکہ ایک ہی چپل سے چلنا عرفاً بھی قبیح سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں تعب ومشقت بھی ہے۔ اس لئے آپ نے درست فرما کر چلنے کو کہا۔ اگر ایسی نوبت آجائے تو چپل یا جوتے ہاتھ میں لے لے اور ننگے پیر چلے اور اس میں عار محسوس نہ کرے کہ آپ سے ننگے پیر چلنا بھی ثابت ہے۔ اگر کم چلنا پڑے مثلاً قریب ہی میں مکان ہو تو ایک پیر میں چپل پہن کر آسکتا ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر ایک چپل میں بھی چلنا منقول ہے۔ قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ایک چپل پہنے بھی چل لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ وہ ایک چپل میں بھی چل لیتی تھیں۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۸۰)

چنانچہ علامہ طیبی اس حدیث عائشہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک چپل میں چلنے کا واقعہ یا تو کبھی ایک آدھ مرتبہ پیش آیا ہے۔ یا کسی سبب سے آپ گھر میں چلے ہیں۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۴)

عام واقعہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ایسے لوگ بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اور اس میں تناسب اور اعتدال باقی نہیں رہتا اس لئے ممنوع ہے۔ لیکن اگر کسی عارض کی وجہ سے ایک جوتا پہن کر چلے مثلاً جوتا ٹوٹ جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (خصائل صفحہ ۹۴، فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۰)

کبھی ننگے پیر چلنے کا حکم

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے فضالہ بن عبید سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم کو پراگندہ بالوں میں (چلتا پھرتا) دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (بن سنور کر رہنے) سے منع فرمایا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا بات ہے تمہارے پیر میں جوتا نہیں دیکھتا ہوں۔ کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم کبھی ننگے پیر چلیں۔ (ابوداؤد، مشکوۃ صفحہ ۳۸۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زندگی سادگی سے گزرے۔ پروقار، پرفیشن ہر وقت اچھی حالت میں نہ رہے۔ تواضع ومسکنت کے پیش نظر کبھی ننگے پیر بھی چل لے۔

موٹا پہنو، اور ننگے پیر چلو

حضرت ابوحدرد فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانہ لگانا سیکھو، موٹا پہنو اور ننگے پیر چلو۔

فَائِدَہ: تواضعاً یہ تعلیم ہے۔ خواہ کبھی تواضعاً گھر وغیرہ میں ایسا کرے۔ یا اتفاقاً کبھی جوتا چپل ٹوٹ جائے تو تھوڑا ننگے چلنے میں عار محسوس نہ کرے۔ ضرورت پر چل لے۔ ورنہ عادت اختیار نہ کرے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۹)

ننگے پیر چلنے کی عادت خلاف سنت ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کی عادت ننگے پیر چلنے کی نہ تھی۔

(رسالہ طاہر کردی صفحہ۲۱)

کبھی جوتا یا چپل ٹوٹ جائے تو

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے چپل کا تسمہ اگر ٹوٹ جاتا تو ایک ہی چپل سے چلنے لگتے اور دوسرا ہاتھ میں لے لیتے یہاں تک کہ اسے درست کر لیتے۔ (طبرانی بسند حسن، مجمع جلد۵ صفحہ۱۴۲)

مطلب یہ ہے کہ اتفاقاً کبھی تسمہ ٹوٹ جاتا ایک سے چلنے میں اور ایک کو ہاتھ میں اٹھا لینے سے عار محسوس نہ کرتے کہ یہ تواضع اور سادگی کی بات ہے۔ اور جو ممانعت ہے وہ بلا ضرورت چلنے پر ہے۔ یا لاپرواہی سے ایک جوتے کے استعمال پر ہے۔ ابن عبدالبر مالکی نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ تسمہ ٹوٹنے کی شکل میں ایک چپل سے بھی چل لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ۵۰۵)

جوتا چپل کس طرح پہننا سنت ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ جب جوتا چپل پہنتے تو پہلے دائیں پیر میں پہنتے۔ اور جب اتارتے تو بائیں پہلے اتارتے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ۵۵۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب کوئی جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں پہنے۔ جب اتارے تو بائیں پیر سے پہلے اتارے۔ تاکہ دایاں پہننے میں پہل ہو۔ اور اتارنے میں اخیر ہو۔ (بخاری صفحہ۸۷۰، مسلم صفحہ۱۹۷، شمائل)

فَائِدَہ: جوتا پاؤں کے لئے زینت ہے۔ ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے۔ اور نکالنے میں بائیں کو۔ جیسے کرتا، پاجامہ اچکن وغیرہ۔ (خصائل صفحہ۴)

ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ بائیں پیر سے جوتا پہننا خلاف سنت کا ارتکاب ہے اور برا ہے۔ حافظ نے کہا کہ لباس جوتا وغیرہ انسانی اکرام ہے۔ اس میں دایاں بہتر ہے بایاں سے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ۳۱۲)

خیال رہے کہ مسجد میں اول دایاں پیر رکھنا سنت ہے۔ ادھر جوتے سے پیر اولاً بایاں نکالنا سنت ہے۔ چنانچہ ایک سنت پر عمل کرنے سے دوسرا چھوٹ جاتا ہے۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ دونوں سنتوں پر عمل کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً جوتے چپل بائیں پیر سے نکال کر اپنے چپل یا جوتے پر رکھے۔ پھر دایاں پیر جوتے سے نکال کر سیدھے مسجد

میں رکھے۔ اسی طرح اس کا عکس مسجد سے نکلتے وقت کرے اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گا۔

جوتا یا چپل چمڑے کا مسنون ہے

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو گائے کی کھال کے دھرے تلے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل ہے کہ ایک اعرابی سے میں نے سنا کہ آپ گائے کی کھال سے بنے چپل پہنے ہوئے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: دباغت شدہ کھال سے بنے جوتے آپ استعمال فرماتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چمڑے کا چپل یا جوتا مسنون ہے۔ اور پلاسٹک کے مقابلہ میں بے ضرر نفع بخش راحت دہ بھی ہے۔

بے بال والے چمڑے کی چپل مسنون ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سبتی چپل پہنے ہوئے دیکھا جس پر بال نہیں ہوتے اسی کو پہنے آپ وضو فرمار ہے تھے۔ (بخاری صفحہ ۵۷۰)

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کہتے ہیں کہ عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں تم کو بلا بال والے چمڑے کے چپل پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایسے ہی چپل میں دیکھا جس میں بال نہیں تھے اور آپ اسی میں وضو فرمارہے تھے۔ مجھے بھی پسند ہے کہ میں بھی ایسا ہی پہنوں۔ (بخاری)

فائدہ: یہ عشق محبت اور کمال اطاعت کی بات تھی جو آپ میں دیکھا وہی پسندیدہ، مرغوب ہو گیا۔ عرب میں دونوں قسم کے چمڑے استعمال ہوتے تھے۔ جس پر بال باقی ہوں۔ اور جس پر سے بال دور کرا دیئے گئے ہوں۔ وضو فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد اسے پہنا۔

دوہرے تلے کا جوتا اور چپل

حضرت عمر بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایسے جوتے (چپل) میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کا تلا دھرا تھا۔ (شمائل صفحہ ۷)

ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو گائے کے چمڑے کے بنے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جس کا تلا دھرا تھا۔ (مسند احمد، سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: یعنی اس کا تلا دھرا تھا۔ اوپر نیچے دو تہ چمڑے کا تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ (خصائل صفحہ ۴)

جوتا یا چپل اٹھانے کا مسنون طریقہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے کو بائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ (اور انگوٹھے) سے اٹھاتے۔ (طبرانی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: جوتے یا چپل اٹھانے کا یہی مسنون طریقہ ہے۔ دائیں ہاتھ سے اٹھانا خلاف سنت ہے۔

جوتے اور چپل کہاں رکھے

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فتح مکہ کے موقع پر نماز پڑھی۔ اور اپنے چپل مبارک کو اپنے دائیں جانب رکھا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتے اتارے اور اپنے بغل میں رکھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جوتا چپل اتار کر اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ اسے بائیں جانب رکھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آگے کی جانب نہ رکھے احترام قبلہ کے پیش نظر اور نہ دائیں رکھے۔ اور نہ پیچھے رکھے کہ کوئی چرا نہ لے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسجدوں میں قبلہ کی جانب بکس ہوتا ہے جس میں جوتے رکھے جاتے ہیں یہ بہتر نہیں اس میں بے ادبی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس میں اپنے ساتھ جوتا رکھنا بے ادبی اور شرافت کے خلاف نہیں۔

جوتا اور چپل پہنے ہوئے بیٹھنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیٹھو تو اپنے جوتوں کو اتار لو۔ اپنے پیر کو آرام پہنچاؤ۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: جوتا پہن کر بیٹھنے میں کلفت اور مشقت ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا ہے۔ جوتا موزہ پہننے سے قبل اسے دیکھ لے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے منگوائے۔ تاکہ اسے پہنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا ہی تھا کہ اچانک ایک کوا آیا۔ اور دوسرے موزہ کو اڑا لے گیا۔ اسے پھینکا تو اس سے سانپ نکلا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اسے چاہئے کہ موزے نہ پہنے تاوقتیکہ اسے جھاڑ نہ لے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۳، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۰)

فائدہ: یہ آپ کا معجزہ تھا کہ کوے نے اڑا کر سانپ دکھلا دیا اس میں تعلیم اور اشارہ ہے کہ پہننے سے قبل اسے جھاڑ لیا جائے۔ تاکہ قابل ضرر و اذیت چیزیں ضرر نہ پہنچا سکیں۔ جوتے میں بھی یہ بات ہوسکتی ہے۔ اس لئے

جوتا بھی جھاڑ لیا جائے۔ اسی وجہ سے آپ نے بستر کے بھی جھاڑنے کا حکم دیا ہے۔

جوتے اور چپل پہننے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوتے چپل بکثرت پہنا کرو۔ جوتا پہننے والا گویا کہ سوار کی طرح ہوتا ہے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۱، فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جوتے اور انگوٹھی کا حکم دیا۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنے پیر میں جوتے لازم کرلو۔“

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳)

فائدہ: چونکہ جوتے اور چپل سے پیر کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور چلنے میں کنکر، پتھر و کانٹوں کے ضرر سے حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے خود بھی اس کا استعمال فرمایا اور حکم بھی دیا۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۳)

تسمہ دار چپل پہننے کا حکم

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تسمہ دار چپل جوتی پہنو۔

(کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۴۱۰، مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۴۱)

جوتا اور چپل اپنے ہاتھ سے گانٹھنا سنت ہے

حضرت عروہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا کہ گھر میں آپ کا کیا مشغلہ تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اور (عام) آدمی جو کام اپنے گھروں میں کرتے ہیں آپ بھی کر لیتے تھے۔ (ابن حبان، فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۴۶۱)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

یہ آپ ﷺ کے حسن معاشرت اور تواضع و سادگی کی بات تھی۔ انسان کو اسی طرح رہنا چاہئے۔ معمولی معمولی کام میں دوسروں کا محتاج یہ بادشاہوں کی شان ہے۔ بیہقی نے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ جوتا خود گانٹھ لیتے تھے، اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ اور گھر کا کام کاج کر لیتے تھے۔ جو آدمی گھر میں کر لیا کرتا ہے۔ (جل اصفحہ ۲۲۸)

جوتے اور چپل کے متعلق چند آداب

1. جوتے چپل کا استعمال کرنا۔
2. اولاً دائیں پیر میں پہننا۔

۳ چمڑے کا چپل مسنون ہے۔
۴ ایک جوتا یا چپل پہن کر نہ چلنا۔
۵ کبھی کبھی ننگے بھی چل لینا۔
۶ جوتا یا چپل بائیں ہاتھ سے اٹھانا۔
۷ چپل یا جوتا پہنے بیٹھنا یا کھانا ممنوع ہے۔
۸ تسمہ دار چپل بہتر ہے۔
۹ کبھی خود سے گانٹھ لینا سنت ہے۔
۱۰ مجلس و مسجد میں چپل جوتا اپنے ساتھ رکھنا۔
۱۱ مسجد میں قبلہ کی جانب نہ رکھنا۔
۱۲ مسجد میں رکھنے سے قبل گندگی کا جھاڑ لینا۔
۱۳ ایسے طور پر رکھنا کہ چپل جوتے میں لگی مٹی وغیرہ جھڑے مکروہ ہے۔ پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ کر رکھے تاکہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ یا وہاں بکس ہو جس سے مسجد آلودہ نہ ہو تو یہ بھی درست ہے۔
۱۴ نکالتے وقت بایاں نکالنا۔
۱۵ مسجد سے نکلتے وقت ایسی ترتیب اختیار کرنا کہ مسجد سے بایاں پیر نکال کر اپنے چپل پر رکھے۔ پھر دایاں پیر چپل میں ڈالے۔

موزوں کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ شاہ نجاشی نے آپ ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے آپ ﷺ نے اس کو پہنا اور وضو کے بعد اس پر مسح بھی فرمایا۔ (شمائل، ترمذی صفحہ ۶)

فائدہ: معلوم ہوا کہ ہدیہ قبول کرنا اور اس کا استعمال کرنا سنت ہے۔ نجاشی نے جس زمانے میں ہدیہ دیا تھا اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا ہدیہ لینا اور استعمال کرنا درست ہے۔
(مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۶)

چمڑے کا موزہ مسنون ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور پاک ﷺ کو ہدیۃً پیش کئے جسے آپ ﷺ نے (موزہ) پہنا عامر کی روایت ہے کہ ایک جبہ بھی بھیجا تھا آپ ﷺ نے پہنا یہاں تک کہ پھٹ گئے۔ آپ نے ان موزوں کے متعلق یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ مذبوح جانور کے تھے یا غیر مذبوح کے۔ (شمائل صفحہ ۶)

فائدہ: ہدیہ دینا اور لینا سنت ہے۔ آپ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اس سے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ حسن تعلقات کا بہترین ذریعہ ہے۔ موزہ چونکہ دباغت شدہ تھے اس لئے وہ پاک تھے۔ اسی سبب سے آپ ﷺ نے معلوم کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناقابل استعمال اور پھٹنے سے قبل کسی چیز کا چھوڑ دینا بہتر نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے ایک موقعہ پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑے کا استعمال اس وقت تک مت چھوڑنا جب تک کہ وہ پھٹ کر قابل پیوند نہ ہو جائے۔

آپ بکثرت چمڑے کا موزہ استعمال فرماتے۔ موزہ کا معمول سفر اور حضر دونوں میں پہننے کا تھا۔ آپ کے پاس متعدد موزے تھے۔

دبیز سوتی موزے

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے جورب پر مسح کیا ہے۔
(ترمذی صفحہ ۱۵)

فَائِدَۃ: جورب اونی یا سوتی موزے کو کہتے ہیں۔ ایسے موزے پر مسح اس وقت جائز ہے جب کہ اس کے نیچے یا اوپر دونوں چمڑا لگا ہوا ہو۔ یا اتنے دبیز اور سخت ہوں کہ بلا باندھے بھی پیر سے نہ نکلے اور ایک میل اگر چلا جائے تو نہ پھٹے اور نہ پانی رسے۔

جرموق موزے کا خول

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے موزہ کے خول کے اوپر مسح کیا ہے۔ (سنن کبریٰ، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۸۹)

فَائِدَۃ: چمڑے کے موزے پر چمڑے کا ایک خول ہوتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کے خاطر پہنا جاتا ہے۔ یہ بھی موزے کے حکم میں ہے۔

سیاہ موزے پسندیدہ اور مسنون ہیں

بریدہ کی روایت ہے کہ شاہ نجاشی نے آپ کو دو سادے سیاہ موزے دیئے تھے جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے استعمال کیا۔ (ابن شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ سیاہ موزے موزوں ہیں۔ یعنی مناسب اور بہتر ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۷)

جوتا اور موزہ پہننے سے قبل جھاڑ لینا چاہئے

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ موزے کو پہننے سے قبل جھاڑ لے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے موزوں کا ایک تعجب خیز واقعہ

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پہننے کے لئے موزے منگوائے آپ نے ایک کو پہنا ہی تھا کہ ایک کوا آیا اور دوسرے موزہ کو اٹھا لے گیا (آپ کو پہننے کا موقعہ نہ ملا) پھر اس نے پھینک دیا۔ اس سے سانپ نکلا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا بغیر جھاڑے موزہ کو نہ پہنے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا مسنون ہے

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو موزہ پر مسح کرتے دیکھا۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۶۱)

سفر میں موزوں کا استعمال

حضرت عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ سفر میں موزہ پر مسح فرمارہے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا سنت ہے اور اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ موزہ کو نکال کر پیر کو دھونا خلاف سنت ہے۔

مقیم اور مسافر کے لئے مسح کی مدت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن مسح کی اجازت دی ہے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: یعنی مسافر تین دن تک اور مقیم چوبیس گھنٹے تک مسح کر سکتا ہے۔ اس مدت کے بعد کھول کر پیر دھونا ضروری ہوتا۔ مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرنا مسنون ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا تعلق عقل سے ہوتا تو موزہ کے نچلے حصہ پر مسح کرنا اولیٰ ہوتا بمقابلہ اوپری حصہ پر کرنے کے۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ موزہ کے اوپری حصہ پر مسح فرماتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دین کی بنیاد محض عقل پر نہیں ہے۔ ہاں مگر عقل کے موافق ہے۔ عقل کے خلاف نہیں ہے۔ تاہم ہر ایک کی عقل معیار اور بنیاد نہیں بلکہ عقل سلیم کا اعتبار ہے۔

ذخیرہ اندوزی کے متعلق آپ ﷺ کی عادات طیبہ

کل کے لئے ذخیرہ فرما کر نہ رکھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کل دوسرے دن کے واسطے (کھانے پینے وغیرہ) اشیا کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی، بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ۲۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ نے ایک دن مجھ سے کہا۔ کچھ ہے تمہارے پاس جو تم ہمیں کھلاؤ گے۔ ہم نے کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول۔ کل گزشتہ کا کھانا کچھ بچ گیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو میں نے نہیں کہا تھا کہ کل کے لئے تم کچھ اٹھا کر مت رکھنا۔

(ابن ابی شیبہ، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۸۷)

ابوسعد مالینی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کو دو پرندے ہدیۃً دے گئے۔ (حضرت بلال نے اسے کل کے لئے رکھ دیا) تو آپ نے فرمایا اے بلال یہ کیا ہے۔ حضرت بلال نے کہا میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا (کہ ختم نہ ہو جائے) آپ نے فرمایا اے بلال عرش کے مالک سے کمی کی پرواہ مت کرو، ہر آئندہ کل کا رزق اللہ پاک دے گا۔ کیا میں نے تم کو متنبہ نہیں کیا تھا کہ کل آئندہ کے لئے کوئی ذخیرہ مت رکھنا۔

(کنز صفحہ ۱۶۱۸۹، خطیب، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۸۸)

عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ حضرت بلال کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے پاس کھجور کا ڈھیر دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا ہے؟ کہا کھجور جسے جمع کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا افسوس ہے تم پر اے بلال، تمہیں ڈر نہیں کہ تمہارے لئے یہ جہنم کا دھواں بنے۔ اے بلال اسے خرچ کر دو۔ عرش کے مالک سے کمی کی پرواہ مت کرو۔ (بیہقی، بزار، سبل صفحہ۸۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عموماً آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز آتی تو اسے اپنی ذات کے واسطے بچا کر کل کیا کھائیں گے اور کل کام آئے گا نہ رکھتے اور نہ خادم کو رکھنے دیتے۔ کہ جس خدا نے آج دیا ہے وہ خدا کل بھی دے

گا۔ چنانچہ اسے احباب میں اور راہ خدا میں فوراً خرچ کر دیتے اسی طرح صدقات وخیرات کا مال آتا تو اسی دن تقسیم فرمادیتے کل نہ ہونے دیتے۔

خیال رہے کہ یہ طریقہ اپنے مال اور اپنی چیزوں کے بارے میں احتیاط فرماتے۔ اگر اس سے دوسرے کا حق وابستہ ہوتا۔ مثلاً اہل وعیال کا نفقہ تو پھر آپ اس میں ان کے حقوق کی رعایت فرماتے۔ خصائل نبوی شرح شمائل میں ہے "جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرمادیتے اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے۔" یہ حضور ﷺ کا غایت توکل تھا۔ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کے لئے تھا۔ بیویوں کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا۔ وہ جس طرح چاہیں رکھیں یا تقسیم کریں۔ (خصائل صفحہ ۳۱۵)

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں آپ کل کے لئے نہ رکھتے۔ جس کا واضح مطلب دیگر اشیاء ضروری استعمالات کی چیزوں اور خشک غلہ وغیرہ کے متعلق یہ بات نہ تھی۔ چنانچہ آپ ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کے نفقہ کا انتظام فرماتے۔ (جمع الوسائل جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول پاک ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کسی باغ میں داخل ہوئے۔ آپ کھجور چن کر کھانے لگے۔ اور مجھ سے کہا اے ابن عمر کیا بات ہے تم نہیں کھا رہے ہو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے بھوک نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو بھوک ہے۔ یہ چوتھا دن ہے کہ کچھ چکھا تک نہیں ہے۔ اگر میں جانتا تو اپنے رب سے دعا کرتا وہ مجھے شاہ قیصر و کسریٰ کی طرح دیتا۔ اے ابن عمر تمہارا کیا حال ہوگا جب تم اس قوم کو پاؤ گے جو سالوں کا رزق رکھے گی اور زیادہ رکھے گی۔ چنانچہ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ آیت اتری۔ "وکاین من دابۃ لا تحمل رزقھا" پھر آپ نے فرمایا نہ مجھے دنیا کو خواہشات کے طور پر رکھنے کی اور نہ خواہشات کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جو دنیا کو باقی زندگی کے لئے خزانہ بنا کر رکھتا ہے سو زندگی اللہ کے قبضہ میں ہے نہ میں درہم دینار جمع کرتا ہوں نہ کل کے لئے رکھتا ہوں۔ (مسند حمیدی، سبل صفحہ ۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ ذخیرہ اندوزی اپنے لئے اور اپنے بعض اصحاب کے لئے زہد و غایت درجہ توکل کی بنیاد پر پسند نہیں۔ یہ حکم عام نہیں۔ خود آپ نے اپنی بیویوں کے لئے سال بھر کے نفقہ کا انتظام کیا۔ جس کا قلب مضبوط ہو۔ نہ ملنے پر برداشت اور گھبرا کر سوال اور ہاتھ پھیلانے اور ناشکری و بے قناعتی کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔ عزیمت کی بات ہے۔ جیسا کہ بعض مشائخ اہل علم و سلوک کے متعلق تاریخ میں منقول ہے۔ ورنہ تو آدمی ضرورت کی چیز رکھ سکتا ہے۔

خیر القرون میں اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک اہل ایمان کے درمیان خبر گیری اور رعایت کا بہت مزاج تھا۔ ایثار اور ہدایہ و تحائف کا معمول تھا۔ اب اس دور حاضر میں ہر آدمی اپنی فکر میں ہے۔ خبر گیری اور ایثار کا

معمول نہیں ایسی حالت میں ذخیرہ بنا کر رکھنا کہ کل ضرورت پر کام آئے سوال کی ضرورت نہ ہو توکل اور زہد کے منافی نہیں بلکہ حکم شرع کی تعمیل ہے۔

ضرورت پر ذخیرہ اندوزی کی اجازت

حضرت عائشہ اور اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے سفر کا کھانا بنا کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۸۱۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ بکری کے پائے پندرہ دن تک رکھتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۸۱۶)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ہم لوگ قربانی کے جانوروں کا گوشت رکھتے تھے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۰۶)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ضرورت پر بعد کے لئے کھانے کا انتظام بھی رکھا ہے۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے سفر پر آپ نے کئی دن کا کھانا رکھا ہے۔ جیسا کہ حدیث اسماء میں ہے۔ چونکہ ایسے موقعہ پر دیگر کسی انتظام کی امید نہیں ہوتی، اور خود سے پریشانی اختیار کرنا ممنوع ہے۔ ہاں البتہ قیام مدینہ کے موقعہ پر آپ ذخیرہ بنا کر اپنی ذات کے لئے نہ رکھتے۔ اولاً تو آپ کو اتنا موقعہ ہی کہاں ملتا کہ مہمانوں اور مساکین کا سلسلہ لگا رہتا۔

حضرات صحابہ کرام نے بھی حسب ضرورت ذخیرہ کیا ہے اور امت کو اس کی اجازت بھی ہے۔ خصوصاً سفر کے موقع پر۔ اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "**ما کان السلف یدخرون فی بیوتھم واسفارھم من الطعام واللحم**" وغیرہ۔ (صفحہ ۸۱۵)

اس سے اشارہ ہے کہ کھانے پینے کا سامان حسب ضرورت رکھنا خصوصاً سفر کے موقعہ پر اسلاف کی سنت ہے۔ خیال رہے کہ اگر اس قسم کا انتظام خدائے پاک کی مرضی کے خلاف ہوتا تو حج جیسی عظیم عبادت کے لئے استطاعت اور توشہ کی شرط نہ لگائی جاتی بلکہ توکلاً علی اللہ نکل جانے کو کہا جاتا۔

ہاں ذخیرہ اندوزی حریصانہ اور مبالغانہ طور پر منع ہے۔ جسے عرف میں کہا جاتا ہے۔ "سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں۔"

پہلی بارش کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات

موسم کی پہلی بارش اور آپ ﷺ کا عمل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول پاک ﷺ کے ساتھ تھے بارش ہوئی تو آپ نے کپڑا اٹھایا تاکہ بارش کا پانی پہنچ جائے (یعنی جسم اطہر کو لگ جائے) ہم نے پوچھا کہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا یہ زمانہ کے اعتبار سے اپنے رب سے قریب ہے۔ (مسلم جلد اصفحہ ۲۹۴، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۶۹۵، ادب مفرد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ موسم کی پہلی بارش کو استعمال فرماتے۔

(مطالب عالیہ جلد اصفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ موسم (کی پہلی بارش) کی بوندوں کو اپنے جسم مبارک پر لیتے تھے۔ اور اپنے کپڑے اتار لیتے تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے (کہ وہ اس کو بدن پر لگائیں)۔

پہلی بارش برکت عظیم کا باعث

حضرت معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اور اصحاب کرام موسم کی پہلی بارش کا قطرہ گرتا تو سر کھول لیتے اور فرماتے کہ اس کا عہد خدائے تعالیٰ سے قریب ہے۔ اور برکت عظیم کا باعث ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بارش ہوتی تو اپنی باندی سے فرماتے اے ہمارے کپڑے نکالو۔ (یعنی غسل کروں گا) اور یہ آیت پڑھتے "ونزلنا من السماء ماء مبارکاً" (ادب مفرد صفحہ ۱۲۲۸)

فائدہ: موسم گرما کی پہلی بارش طب وصحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ آپ ﷺ پہلی بارش کو بدن پر ملتے اور کپڑے کو ہٹا کر اس کی بوندیں جسم اطہر پر گرنے دیتے۔

حاکم نے لکھا ہے کہ پیٹھ پر سے کپڑے اتار دیتے۔ کپڑے ہٹانے کا مفہوم طیبی نے بیان کیا کہ سر پر سے

کپڑے اتار دیتے۔ بعضوں نے بیان کیا ہے کہ بدن سے کپڑے کو ہٹا کر بوندوں کو بدن پر جانے دیتے۔

(حاشیہ ابوداؤد صفحہ ۶۹۴)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ موسم کی پہلی بارش کو بدن پر گرنے دے۔ (صفحہ ۲۹۴)

خلاصہ یہ ہے کہ موسم کی پہلی بارش کے قطروں کو اپنے جسم پر آنے دے ہو سکے تو غسل کرے کہ صحت بدن کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ جلدی امراض کا دافع ہے۔

لینے اور دینے کے متعلق آپ ﷺ کی عاداتِ طیبہ

لینا دینا دائیں ہاتھ سے کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی چیز کو لیتے تو دائیں ہاتھ سے لیتے۔ اور جب کسی کو کچھ دیتے تو دائیں ہاتھ سے دیتے اور ہر شئے میں دایاں کو پسند فرماتے۔ (سبل جلد ۹ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: مسنون ہے کہ کسی کو کوئی چیز دے تو دائیں سے دے۔ اور کوئی چیز لے تو بھی دائیں سے لے۔ لینے دینے میں دائیں کا استعمال کرنا بہتر اور مسنون ہے۔

بائیں ہاتھ سے لینا دینا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پانی پئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ حضرت نافع اس پر مزید یہ کہتے تھے اور نہ بائیں سے لے اور نہ بائیں ہاتھ سے دے۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: ادب یہ ہے کہ پاخانہ پیشاب کے علاوہ ہر چیز کو لینا دینا دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے۔ خود بھی عادت بنائے اور بچوں کو بھی اس کی تاکید کرے تاکہ مسنون طریقہ رائج ہو۔ عام طور پر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اگر کوئی بچہ وغیرہ بائیں ہاتھ سے دے تو اسے نہ لے اور تعلیماً کہے کہ دائیں سے دیجئے۔ اس طرح احساس بھی ہوگا عادت بھی ہو جائے گی اور سنت کے رائج کرنے کا ثواب ہوگا۔ اگر کوئی بڑا آدمی ہو تو اکراماً ایسا نہ کرے البتہ مسنون طریقہ بیان کر دے۔

احباب کی خامیوں پر آپ ﷺ کی عادات طیبہ

غلطی پر نہ عار دلاتے اور نہ ترش رو ہوتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کی خدمت کرتا اگر مجھ سے کوئی غلطی واقع ہو جاتی یا غلط کر جاتا تو آپ ﷺ کبھی عار نہ دلاتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نو سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی آپ نے کبھی بھی میرے کام میں ذرا سا بھی عیب نہیں لگایا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ (کبھی غلطی ہو جانے پر) ترش روئی کا اظہار نہ فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۵۸)

فائدہ: یہ بہت بڑی وسعت ظرفی اور توسع اور نرم اور شفقت مزاجی کی بات ہے کہ ملازم اور خادم کو جو سالوں رہا ہو غلطیوں اور خامیوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اور اس پر غصہ اور ترش روئی کا اظہار نہ کرے۔ یہ انسانیت کے مرتبہ سے بالاتر نبوت کا مقام ہے اور نبوت کے بلند پایہ وسعت مزاجی اور اخلاقی کے اوصاف ہیں۔ انسان میں جو اس مرتبہ کے لائق ہوتے ہیں۔ اس اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔

برائی کی نسبت کسی طرف متعین نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو جب کسی کے بارے میں کچھ بات (نامناسب) پہنچتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا بلکہ آپ فرماتے لوگوں کو کیا ہو گیا۔ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۰، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: کسی خاص سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی اور آپ اس پر نکیر فرماتے تو نہ آپ اس کا نام لے کر فرماتے نہ اس طرف کوئی اشارہ فرما کر نکیر اور ملامت فرماتے۔ بلکہ عمومی بات کی طرح نکیر فرماتے۔ اور یہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ قبیلہ اشعری کو مراد لیتے ہوئے یہ فرمایا کہ ”کہ کیا بات ہے کہ

بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں نہ سمجھ سیکھتی ہیں نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں'' الخ۔

(فضائل صدقات صفحہ ۳۵۰)

برائی کا اظہار چہرے سے ظاہر فرماتے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین غیر شادی شدہ لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے۔ جب کسی چیز کو ناگوار پاتے۔ پسند نہ فرماتے تو ہم لوگ اس کو آپ کے چہرہ سے معلوم کر لیتے۔(یعنی آپ حلم و بردباری کی وجہ سے زبان سے نہ بگڑتے نہ زجر توبیخ فرماتے)۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۸)

فائدہ: یہ حضرات صحابہ کی محبت و ذہانت تھی کہ ناراضگی کو چہرہ انور کی کیفیت سے معلوم فرما لیتے اور اس سے بلا صراحۃً منع کئے باز رہتے۔ یہ کمال محبت و اطاعت کی بات تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے نہ ٹوکتے اور نہ برا بھلا کہتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ بہت ہی کم کسی کے منہ پر ایسی بات کہتے جو اسے بری لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ (کھانے کے موقعہ پر) لوکی کے ٹکڑے کو اپنی انگلیوں سے تلاش کر رہے تھے کہ ایک آدمی داخل ہوا۔ جس پر زرد رنگ کا اثر تھا آپ کو یہ برا معلوم ہوا۔ مگر آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا اگر تم کہہ دیتے کہ یہ زرد رنگ چھوڑ دیتا تو بہتر ہوتا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: اس شخص نے اولاً تو بے موقعہ آنے کا جرم کیا۔ پھر اس پر لباس بھی خلاف شرع تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکراماً اس سے کچھ نہ فرمایا۔ آپ نے اس وقت مناسب کسی وجہ سے نہ سمجھا ہوگا۔ شاید اجنبی ہو اور آپ کے منع کرنے سے ممکن تھا کہ ایسا جواب دیتا جس سے بے ادبی کا ظہور ہوتا اس وجہ سے آپ نے اصحاب سے یہ خواہش کی کہ اسے منع کر دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اگر ڈانٹتے تو کیا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی پر عتاب فرماتے تو (اسے برا بھلا یا گالی یا سخت کلمہ نہ کہتے بلکہ) یہ فرماتے ''مالہ تربت یمینہ'' اسے کیا ہو گیا اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ ایسا کلمہ فرماتے جو ماحول میں رائج ہوتا اور اس سے لوگ تکلیف محسوس نہ کرتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۵)

سیر و تفریح کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

ہرے بھرے میدان اور باغیچہ اور نہر پسندیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرے بھرے میدان اور باغیچے بہت محبوب تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرے اور شاداب علاقے (چمن و باغیچہ بہت پسند تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باغیچہ میں نماز پڑھنا بہت پسند تھا۔ (ابوداؤد طیالسی، سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۳۹۳)

فائدہ: صحت کے لئے ہرے بھرے میدانوں میں ٹہلنا اور نکلنا بہت مفید ہے۔ خصوصاً دماغ اور معدہ اور آنکھوں کے لئے بہت مفید ہے۔

تفریح کے لئے تشریف لے جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا گیا کہ آپ (باہر تفریح کے لئے) نکلتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیلے اور وادی کی طرف (تفریح کے لئے) نکلتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۵، ادب مفرد صفحہ ۱۷۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریالی اور بہتا پانی بہت محبوب و پسندیدہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دلوں کو تھوڑا تھوڑا راحت پہنچاتے رہا کرو۔

(سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۳۹۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریالی، ہرے بھرے باغ باغیچے، چمن سرسبز شاداب جنگل و میدان بہت پسندیدہ تھے۔ آپ جب موقعہ اور فرصت ملتی ان جگہوں میں سیر و تفریح کے لئے تشریف لے جاتے۔ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تمہید میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باغیچوں میں تفریح کے لئے نکل جاتے۔ اور وہاں تفریح و آرام فرماتے، ٹیلے جھرنا، وادی آپ کو بہت پسند تھا۔

خیال رہے کہ آبادی میں ہوا مکدر ہو جاتی ہے۔ طبیعت میں کسل اور نشاط باقی نہیں رہتا۔ جنگل، میدان، ٹیلوں اور باغیچوں میں ہوا کھلی اور بہت صاف رہتی ہے۔ جو صحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ طبیعت میں

نشاط اور قوت پیدا کرتی ہے۔ امراض کی دفاعی طاقت مضبوط ہوتی ہے۔ تکدر اور کسل ختم ہو کر چستی پیدا ہوتی ہے۔ شہر کی گنجان اور مسموم فضاء سے جو ایک تعب اور سستی پیدا ہوتی ہے اس کے دفاع کے لئے یہ تفریح بہت ضروری ہے۔ اسی لئے اطباء اور ڈاکٹر اس کی بہت تاکید کرتے ہیں اور فوائد بیان کرتے ہیں۔

دماغی محنت، درس تدریس تصنیف تالیف والے حضرات کے لئے بہت ضروری اور اہم ہے۔ صحت ٹھیک رہتی ہے۔ معدہ درست رہتا ہے۔ دماغ اور قلب کو راحت ملتی ہے۔ اس لئے نعمت صحت کی حفاظت اور یا سنت سمجھ کر ہرے بھرے میدانوں اور علاقوں میں ٹہلنا جہاں صحت کے لئے مفید اور نفع بخش ہے ہاں ثواب بھی ہے۔

ہریالی اور بہتے پانی کی جانب دیکھنا بہت خوشگوار تھا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سبزی اور ہریالی اور بہتا پانی کو دیکھنا بہت خوش گوار معلوم ہوتا تھا۔ (ابو نعیم، ابن سنی، فیض القدیر جلد۵ صفحہ۲۳۲)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہریالی، اور بہتا پانی پسند تھا۔

(سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۳۹۳)

ابن عمر مالکی نے تمہید میں بیان کیا ہے کہ آپ تفریح کے لئے باغیچوں میں نکل جاتے اور راحت حاصل کرتے۔ (سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۳۹۳)

فَائِدَہ: آپ بہتا پانی اور سبزی کو دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ کہ اطباء نے بیان کیا ہے کہ یہ بصارت کے لئے مفید ہے۔ امام غزالی کے حوالہ سے علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ طبع سلیم خوشنما اشیاء مثلاً پھول وغیرہ کی طرف راغب ہوتی ہے۔ جو مزیل رنج وغم ہوتا ہے۔ اور قلب کی فرحت کا باعث ہے۔

تصویر دار گھروں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

دعوت میں تصویر دیکھتے تو واپس چلے جاتے

حضرت سفینہ سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی اور ان کے لئے کھانا بنایا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعوت کرتے تو ہم سب ان کے ساتھ کھاتے۔ دعوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ دروازے پر کے چوکھٹ پر ہاتھ رکھا (یعنی جیسے داخل ہوئے) تو گھر کے ایک کنارے میں تصویر دیکھی۔ واپس چلے آئے۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ذرا جائیے اور آپ سے پوچھئے کہ آپ واپس کیوں ہوگئے۔ اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا میرے لئے گنجائش نہیں کہ تصویر والے گھر میں داخل ہوؤں۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۰)

حضرت اسلم مولی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن الخطاب کے ہمراہ شام پہنچے تو وہاں کے دہقان آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا ہے میری خواہش ہے کہ آپ مع اپنے معزز رفقاء کے ہمارے مکان پر تشریف لائیں یہ میرے لئے باعث صد افتخار و اعزاز کی بات ہوگی۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ان تصویروں کی وجہ سے نہیں آسکتے جو تمہارے کنیسوں (یا گھروں) میں لگی ہیں۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۶۴)

سعد بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پکایا۔ آپ کی دعوت کی۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔ (اور کھانا نہیں کھایا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دعوت میں تشریف لے گئے تو) گھر میں تصویر دیکھی تو واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیوار پر کپڑے کا پردہ دیکھا تو فرمایا قسم خدا کی نہیں کھاؤں گا اور واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۷۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ذی روح جاندار کی تصویر گھر یا دوکان وغیرہ میں ہو حرام اور ناجائز ہے۔ اور ایک سخت منکر کا ارتکاب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۳)

ایک موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تصویر دار کپڑا گھر میں خرید کر رکھا (اور سمجھا کہ آپ دیکھیں گے تو پسند فرمائیں گے) تو آپ دیکھتے ہی واپس ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ جب تک اسے دور نہ کرو گی گھر نہیں آؤں گا۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے اسے دور کیا تب آپ تشریف لے گئے۔ تصویر سے آپ کو اس قدر نفرت تھی۔ دعوت کرنے والے کے یہاں تصویر ہوتی تو آپ بلا کھائے واپس ہو جاتے۔ تاکہ تصویر کی کراہیت لوگوں کے ذہن میں ہو جائے۔ افسوس در افسوس کہ آج اہل علم اور خواص طبقہ بالکل منکرات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر اور ایک واقعہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عمل رہا۔

ہم بلا جھجک ایسی دعوتوں میں بلا رد و اظہار کراہیت کے خوشی بخوشی شریک ہوتے ہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ تساہل اور دینی تغافل ہے۔ یا شریعت کے مقابلہ میں تعلقات کو استوار رکھنا چاہتے ہیں یا کھانے اور دعوت کے ایسے حریص ہیں کہ اس میں منکرات اور خلاف شرع امور کو بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ یقیناً یہ دینی مداہنت ہے جو مذموم ہے۔ حدیث پاک ہے جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو بندوں کی رعایت میں اسے اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

مدنظر مرضی جاناں، جانا نہ چاہئے۔

اسی طرح دعوت میں کوئی بھی منکر خلاف شرع امور ہو مثلاً گانا بجانا، ٹی وی، وی سی آر، شراب وغیرہ۔ یا کرسی ٹیبل پر کھڑے کھانا تو خصوصاً اہل علم اور صلحا و نیک لوگوں کو ایسی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔ اگر منکر پر گرفت میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو اٹھ کر چلا جائے کسی طعنہ اور ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ کہ دین اور شریعت یہی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابن ماجہ نے باب قائم کیا ہے۔ "اذا رأى الضيف منكرا رجع" کہ مہمان کوئی خلاف شرع امور دیکھے تو واپس چلا آئے۔

آج دنیاوی نفع مالداروں کی ہیبت اور اس کی رعایت کی وجہ سے خلاف شرع امور پر کوئی نکیر نہیں کرتے۔ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔ کل قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔

سلام کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

سلام کو عام کرنے کا حکم دیتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام عام کرو (اسے خوب پھیلاؤ) نجات پاؤ گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کو خوب رائج کرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے گھروں میں کثرت سے نماز پڑھا کرو۔ تمہارے گھروں میں اچھائیاں اور بھلائیاں زائد ہوں گی۔ میری امت میں سے جس سے ملاقات ہو سلام کیا کرو۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔ (بیہقی، جامع صغیر جلد ا صفحہ ۸۶)

فائدہ: سلام، سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔ اسے عام اور رائج کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کئے ہیں۔

کس طرح سلام کرنے کا حکم دیتے

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو کہا۔ علیک السلام۔ تو آپ نے فرمایا "علیك السلام" مت کہو۔ "السلام علیکم" کہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

سلام کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ "السلام علیکم" کہے۔ اس کے خلاف جتنے بھی طریقے ہیں سب خلاف سنت ہیں۔

ذراسی جدائیگی کے بعد بھی سلام کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے (مسلمان) بھائی سے ملاقات کرو تو سلام کرو۔ اگر (چلتے ہوئے) درخت حائل ہو جائے، یا کوئی بڑی دیوار یا چٹان (پہاڑ) پھر ملاقات ہو تو سلام کرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۷، مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ذرا دیر کے لئے علیحدگی اور جدائیگی ہو جائے تو پھر سلام کرے۔ یہ نہ سوچے کہ ابھی تو سلام کیا۔ سلام کرے۔ چنانچہ ایک جگہ ملاقات ہوئی تو سلام کرلیا۔ پھر دوبارہ اسی جگہ یا دوسری فوراً ملاقات ہوئی تو پھر سلام کرے۔ اس کے لئے وقفہ بعید کی ضرورت نہیں۔ یہ تو دعائیہ جملہ ہے۔ ہر آن اس کا محتاج ہے۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے ہی پر سلام فرماتے

ابن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر کے دروازے پر آتے تو بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں جانب یا بائیں جانب تشریف فرما ہوتے۔ اور السلام علیکم فرماتے۔ اور اس زمانہ میں گھروں میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱)

فائدہ: سامنے کھڑے ہونے سے بے پردگی ہو تو کنارے کھڑے ہو کر سلام کرنا اور اجازت لینی چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام تین مرتبہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ اس کو لوٹاتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۳، ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نہ سنتا اور جواب آپ کو نہ ملتا تو آپ تین مرتبہ اعادہ فرماتے۔ اس سے زائد نہ فرماتے واپس ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پہنچا دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اس پر عائشہ نے فرمایا "وعلیه السلام ورحمة الله وبركاته."

(ابوداؤد صفحہ ۷۱۰، ترمذی صفحہ ۹۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام حضرت عائشہ کو پہنچا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو غائبانہ سلام بھیجنا بے ادبی نہیں۔ اور جس کے واسطے سے سلام بھیجے وہ سلام پہنچا دے۔ بعض لوگ سلام قبول کرنا اور اس کو پہنچانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ہاں کوئی کلفت زحمت ہو، دور ہو تو دوسری بات ہے۔ جو لوگ اسے بے ادبی اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں۔ شارع علیہ السلام کا کوئی عمل وطریقہ بے ادبی اور بے مروتی میں داخل نہیں۔ ہاں کئی آدمی کو یا پورے محلے والے کو یا متعدد مختلف مقام کے لوگوں کو سلام بھیجے تو یہ ٹھیک نہیں کہ پہنچانے والے کو کلفت ہوگی۔ جواب میں لانے والے اور بھیجنے والے دونوں کو شریک کرے۔

عورتوں کو بھی آپ ﷺ سلام فرماتے

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے تو سلام کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹)

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن مسجد میں گزرے اور عورتوں کی جماعت بیٹھی تھی تو آپ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۷، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ مردوں کو، بچوں کو، عورتوں کو ہر ایک کو بلا تفریق سلام کرتے۔ آپ ﷺ کے لئے ہر عورتوں کو سلام کرنا درست تھا۔ خواہ جوان ہوں یا بوڑھی۔ محارم ہوں یا غیر محارم۔

امت کے حق میں یہ حکم عام نہیں۔ رشتہ دار محارم کو سلام کی اجازت ہے۔ اجنبی عورتوں کو سلام کرنے کی اجازت نہیں۔ والدہ، نانی، دادی، بہن، بیٹی، نواسی، چچی، پھوپھی وغیرہ کو بہر صورت سلام کی اجازت ہے۔ بوڑھی عورتوں کو جب کوئی اتہام کا اندیشہ نہ ہو تو سلام کی اجازت ہے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ جب جمعہ کی نماز سے واپس لوٹتے راستے میں بوڑھی عورتیں ملتیں تو ان کو سلام فرماتے۔ (زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۲۷)

کسی کے سلام کا جواب کس طرح دیتے

غالب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں کہا کہ میرے والد آپ ﷺ کو سلام کہتے ہیں آپ نے فرمایا وعلیک وعلیٰ ابیک السلام۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۱، زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۳۱)

فائدہ: جب کسی کا سلام پیش کیا جائے تو اولاً اس لانے والے کو پھر غائبانی سلام کرنے والے کو اس طرح جواب دے۔ علیک وعلیہ السلام۔

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا حکم فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے انس گھر میں داخل ہو تو گھر والوں پر سلام کرو۔ گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (خرائطی صفحہ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والے کے لئے برکت کا باعث ہے۔

(جلد ۲ صفحہ ۹۹)

فائدہ: گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا آج متروک ہوگیا۔ اس میں شرم ولحاظ معلوم ہوتا ہے۔ دراصل سنت کی اہمیت دلوں سے جاتی رہی ہے۔ گھر میں سلام گھر کی برکت وعافیت کا باعث ہے۔ گھر میں بے برکتی محسوس ہوتی ہے تو تعویذ گنڈے کے متلاشی ہوتے ہیں۔ سنت کے طریقہ سے برکت حاصل کرنے سے گریز

کرتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

بچوں کو بھی سلام فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو سلام فرمایا۔

(بخاری صفحہ ۹۲۳)

فائدہ: تواضعاً فرمایا تعلیماً کہ یہ بچے بھی اسلامی طریقہ سیکھ لیں۔ اور ان کو معلوم ہو جائے۔

عام مجلس میں بھی سلام فرماتے

بخاری کی ایک طویل حدیث جو اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے محلہ بنی خزرج میں تشریف لے گئے تو ایسے مجلس سے گزرے جس میں مسلمین غیر مسلمین سب تھے تو آپ نے سلام کیا۔ دعوت دی۔ اور قرآن پیش کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۴)

فائدہ: مخلوط مجلس میں سلام کرے اور نیت مسلمانوں کی کرے۔

بغیر سلام کے آجانے پر واپس فرمادیتے

صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نہ اجازت لی اور نہ سلام کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر کہو کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ (ترمذی صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا سلام کئے داخل ہونا پسند نہ تھا۔ آپ نے تاکیداً اور عادت ہونے کے لئے واپس کر دیا اور سلام کے ساتھ داخل ہونے کو فرمایا۔ ایسوں کو واپس کرنا کبر میں داخل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل کبر اور کبر کے شائبہ سے پاک تھا۔ اور اس سے ناراض ہونا چاہئے کہ سنت کی ترویج اور مشق و عادت ڈالنے کے لئے ہے۔

رات میں کس طرح سلام فرماتے

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تشریف لاتے تو اس طرح (آہستہ) سلام فرماتے کہ سوتا ہوا بیدار نہ ہوتا۔ جاگتا ہوا سن لیتا۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ رعایت تھی کہ کسی سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ اگر بیدار ہو تو سن کر جواب دے دے۔ دیکھئے کیسی رعایت ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے۔ یہی اسلام کی بلند پایہ تعلیمات اور آپ کے پاکیزہ شمائل ہیں۔

فَائِدَہ: ابن قیم نے زادالمعاد میں سلام کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ عادات و خصائل کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

❶ آپ ﷺ ہر سامنے والے (ملاقات ہونے والے) کو سلام فرماتے۔ یعنی اہل اسلام میں سے۔

❷ آپ ﷺ سلام (عموماً) برکاتہ تک فرماتے۔

❸ آپ ﷺ (جواب نہ ملنے پر) تین مرتبہ سلام فرماتے۔

❹ آپ ﷺ سلام میں پہلے فرماتے (دوسروں کے سلام کا منتظر نہ رہتے)۔ (کہ تکبر سے ناشی ہے)۔

❺ آپ ﷺ مجلس میں تشریف لاتے تو خود سلام اولاً فرماتے۔

❻ مجلس سے واپس جاتے تو پھر آپ خود سلام کرتے۔

❼ گھر میں داخل ہوتے تو سلام فرماتے۔

❽ رات میں گھر جاتے تو آہستہ سلام کرتے کہ سوتا ہوا بیدار نہ ہوتا۔

❾ آپ ﷺ بلا سلام کے آنے والے کو داخل نہ ہونے دیتے۔

❿ آپ ﷺ کے پاس بلا سلام کئے کوئی آجاتا تو اسے لوٹا دیتے اور فرماتے کہ جاؤ سلام کر کے آؤ۔

آپ ﷺ سلام کا جواب کبھی اس طرح دیتے اور کبھی لفظ زائد سے بھی دیتے۔ مثلاً کبھی "السلام علیکم" کا جواب "وعلیکم السلام" سے دیتے اور کبھی "رحمة الله" وغیرہ کا اضافہ فرمادیتے۔

آپ ﷺ سلام کا جواب اسی طرح دیتے کہ سلام کرنے والا جواب کو سن لیتا یعنی آہستہ سے نہ دیتے۔ یعنی مسنون اور مشروع طریقہ یہی ہے کہ ذرا صاف اور زور سے جواب دے کہ وہ سن لے۔ اور اس کو معلوم ہو جائے کہ اس نے جواب دیا ہے۔ بعض جواب اس قدر آہستہ دیتے ہیں کہ سلام کرنے والے نہیں سن پاتا، اور اسے یہ ادب اکرام سمجھتے ہیں سو یہ غلط ہے۔ بے ادبی اور حق تلفی اس میں ہے کہ اسے جواب نہ سنایا جائے۔

⓫ آپ ﷺ بچوں کو بھی سلام کرتے۔

⓬ آپ ﷺ کسی کے غائبانہ سلام پہنچانے کی صورت میں سلام پہنچانے والے کو اور جس کا سلام ہوتا دونوں کو جواب میں شریک فرماتے۔ اس طرح "علیك وعلیه السلام"۔

⓭ آپ ﷺ کے اصحاب واحباب میں کوئی غلط اور معصیت یا بدعت کا کام کرتا تو آپ ابتداءً سلام کو ترک فرمادیتے تاوقتیکہ وہ حال درست نہ کر لیتا توبہ کر کے باز نہ آجاتا۔

(خیال رہے کہ یہ حکم ہر شخص کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ان برگزیدہ حضرات کے لئے ہے جو مقام اصلاح پر یا ایسے مرتبہ پر ماحولاً یا عرفاً فائز ہوں کہ ان کے ترک سلام سے وہ متاثر ہو کر باز آسکتے ہیں۔ ورنہ تو عام حکم یہ ہے

کہ سلام ہر شخص کو کیا جائے صالح ہو یا غیر صالح)۔ (زاد المعاد جلد۲ صفحہ ۲۹ تا ۳۱)

سلام میں پہل فرماتے

ہند ابن ابی ہالہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ملاقات کی صورت میں سلام میں پہل فرماتے۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سلام میں سبقت اور جلدی فرماتے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۱۰۸)

فَائِدَة: سنت اور باعث فضیلت یہ ہے کہ آدمی سلام میں پہل کرے۔ دوسروں کے انتظار میں نہ رہے وہ سلام کرے کہ اس میں کبر کا شبہ ہے سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ ثواب ہے۔ مزید سلام کی تفصیلی بحث جلد چہارم میں ملاحظہ کیجئے۔ سلام کے متعلق بڑی تفصیل سے بحث ہے۔

مصافحہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات

آپ ﷺ مصافحہ بکثرت فرماتے تھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی ملاقات حضرت حذیفہ سے ہوئی۔ آپ نے مصافحہ کرنا چاہا وہ ہٹ گئے (یعنی نہیں کرنا چاہا) اور کہا میں ناپاک ہوں۔ تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۳۳، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۵)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ کو سلام کیا اور آپ وضو فرما رہے تھے تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو جواب دیا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کیا۔

(مکارم الخرائطی صفحہ ۸۲۶)

ایوب بن بشیر العدوی نے قبیلہ غزہ کے ایک شخص سے یہ روایت کی کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب وہ شام جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ رسول پاک ﷺ جب تم ان سے ملاقات کرتے تو تم سے مصافحہ فرماتے تھے۔ تو حضرت ابوذر نے فرمایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے ملاقات کی تو آپ نے مصافحہ نہ کیا ہو۔

(مختصراً، ابوداؤد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

یعنی جب وہ بھی ملاقات کرتا آپ مصافحہ فرماتے۔

قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ کے عہد میں مصافحہ ہوتا تھا۔ تو حضرت انس نے فرمایا۔ ہاں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱، بخاری، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۱)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ دوپہر کو مقام بطحاء تشریف لائے۔ وضو فرما کر ظہر کی دو رکعت (قصر) ادا فرمائی۔ فراغت کے بعد لوگ کھڑے ہوئے اور آپ سے مصافحہ کرنے لگے اور تبرکاً اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ میں نے بھی مصافحہ کیا اور منہ پر مل لیا۔ تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زائد خوشبودار پایا۔ (البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۴)

ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کی تو انہوں مجھے سلام کیا۔ اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مسکرانے لگے۔ اور پھر کہا تمہیں معلوم ہے ایسا میں نے کیوں کیا۔ میں نے کہا نہیں۔ ہاں مگر کسی ثواب میں کسی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ تو حضرت براء نے کہا۔ مجھ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا۔ یعنی سلام کیا پھر مصافحہ کیا اور مسکرایا۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۰۳، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۰)

فَائِدَہ: جن سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے۔ ان کی ہر ادا بھاتی ہے اور آدمی اسی کو اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ حضرات براء سے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سلام و مصافحہ کیا اور مسکرایا تو حضرت براء نے بھی اسی طرح سنت پر عمل کیا۔ اور اس کا سلسلہ شاگرد در شاگرد چلتا رہا۔

اسے حدیث مسلسل بالمصافحہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی اتباع میں ہر راوی اور مروی نے مصافحہ پر عمل کرتے ہوئے حدیث روایت کی ہے۔ جسے شاہ ولی اللہ دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے مسلسلات میں بیان کیا ہے۔

مصافحہ میں آپ ہاتھ کب جدا فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رخصت کے وقت جب کسی کا ہاتھ پکڑتے تو (مصافحہ فرماتے) تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک کہ وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دیتا۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۶)

یہ آپ کی محبت اور خوش اخلاقی کی بات تھی کہ آپ از راہ محبت ایسا فرماتے تھے۔

مصافحہ سے ہاتھ خوشبودار

ابن دحیہ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبودار رہتا۔ (اتحاف السادہ جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

ابونعیم اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک حدیث میں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ہتھیلی عطار کی ہتھیلی تھی۔ خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں مصافحہ کرنے والا مصافحہ کرتا تو تمام دن آپ کے دست مبارک کی خوشبو سے اس کا ہاتھ خوشبودار رہتا۔ (نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۴۹)

مصافحہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اہل محبت آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے (موسم پت جھڑ میں) درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(بیہقی فی الشعب صفحہ ۴۷۲)

براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو مسلمان ملتے ہیں باہم مصافحہ

کرتے ہیں تو ان کی ہاتھ کے الگ ہونے سے قبل مغفرت ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے فرماتے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور میری ہتھیلی آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلی کے درمیان میں تھی۔ (بخاری جلد۲صفحہ ۹۲۶)

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی باب المصافحہ کے ذیل میں اس حدیث مبارک کو پیش کر کے اس مقصد کو ظاہر کر رہے ہیں کہ آپ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے۔ اور یہی طریقہ مسنون ہے جو حضرات مصافحہ ایک ہاتھ سے کرتے ہیں یہ مصافحہ کے طریق مسنون کے خلاف ہے۔ البتہ ایک ہاتھ کو پکڑنا اور ازراہ عقیدت و محبت جائز و مباح ہے۔ جو مصافحہ کے مفہوم سے خارج ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے الاخذ بالیدین کا۔ اس کے ذیل میں امیر المؤمنین عبداللہ مبارک کے متعلق نقل کیا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اس سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی مسنونیت کو بیان کرنا ہے۔ سنت یہی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرے۔

خیال رہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ایک ہاتھ سے نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے امام بخاری نے باب الاخذ بالیدین قائم کر کے دونوں ہاتھ سے مسنونیت کو ثابت کرنا چاہا ہے۔

علامہ عبدالحئ فرنگی محلی مجموعۃ الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمام فقہاء دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں مجالس الابرار میں ہے کہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں۔ تو ان کے ہاتھوں کو علیحدہ ہونے سے پہلے ان کی گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے انتہی۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو حدیث میں لفظ "اکفھما" کی جگہ "کفاھما" ہوتا اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ "وصافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه" حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ انتہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروج تھا۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا جو ذکر بخاری میں ہے کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں مجھ کو نبی ﷺ نے سورت قرآن کی تعلیم کی تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا بلکہ یہ تعلیم کے لئے تھا۔ کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم کے اہتمام کے لئے اپنے چھوٹوں کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں۔ اگر اس مصافحہ کو ملاقات تسلیم کر لیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کے

دونوں مبارک ہاتھوں سے ہو رہا ہے اور ابن مسعود کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی نہیں ہے بلکہ جنس کے معنی میں ہے اور اسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب میں آیات قرانیہ واحادیث نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے۔ تو اس صورت میں لفظ ید ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا۔ اور اکثر مقامات میں دو ید کے موقعہ پر لفظ ید آیا ہے۔ اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے۔ اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے۔ البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہا کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہا کے اقوال پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ (مجموعۃ الفتاویٰ قدیم جلد۲ صفحہ ۱۵۳، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ ۳۱۲)

معانقہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کسی سفر یا غزوہ سے) مدینہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تھے۔ وہ آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا، آپ کھلے بدن تھے۔ چادر لے کر کھینچتے ہوئے باہر نکلے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کھلا بدن نہ اس سے پہلے دیکھا آپ کو نہ اس کے بعد۔ پھر آپ نے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۰۲، مشکوٰۃ صفحہ۴۰۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام میرے پاس آیا۔ میں گھر میں نہیں تھا۔ میں جب آیا تو مجھے پتا چلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا اور فرمایا یہ (معانقہ مصافحہ سے) بہتر ہے، بہتر ہے۔

(بیہقی جلد۶ صفحہ۴۷۵، ابوداؤد صفحہ۷۰۸، مشکوٰۃ صفحہ۴۰۲)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا ہمیں نہیں معلوم فتح خیبر کی مجھے خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی۔

(مشکوٰۃ صفحہ۴۰۲، شرح السنۃ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرماتے تھے۔ اور معانقہ کرنا سنت ہے۔ خصوصاً سفر سے واپسی پر۔

حضرات صحابہ کرام کا معانقہ کا اہتمام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو مصافحہ فرماتے۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ۴۳۳)

حضرت شعبی نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے۔ (طحاوی جلد۲ صفحہ۳۲، بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۴۷۵)

قتادہ نے کہا صحابہ کرام ایک دوسرے سے مصافحہ فرماتے تھے (طحاوی جلد۲صفحہ۳۶۲؛ بیہقی فی الشعب جلد۶صفحہ۴۷۱)

غنیم بن سلمہ نے کہا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ملک شام تشریف لائے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استقبال کیا تو حضرت عمر فاروق سے مصافحہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور الگ ہو کر رونے لگے (یعنی فرط محبت میں رونا آگیا)۔ (کنز العمال، مکارم الخرائطی صفحہ۸۲۵)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مصافحہ اور معانقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق میں ہے ملاقات پر مصافحہ اور سفر یا طویل وبعد کے ملاقات پر معانقہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اکابرین و اسلاف سے بھی یہی تعامل ثابت ہے کہ اکثر و بیشتر ملاقات پر مصافحہ اور سفر سے واپسی پر معانقہ۔

بچوں سے معانقہ

حضرت یعلی بن مرہ کی روایت میں ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ میں کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا۔ (پکڑنے کے لئے) صاحبزادے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اور آپ اسے ہنسانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ نے پکڑ لیا۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ مبارک اس کی ٹھوڑی کے نیچے دوسرا سر پر رکھا۔ یعنی اس طرح پکڑا۔ پھر آپ نے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں۔ خدا اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت فرمائے۔ حسین میری اولاد ہے۔

فائدہ: امام بخاری نے ادب مفرد میں باب معانقۃ الصبی سے غالباً اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس طرح تعلیماً بچوں سے سلام مصافحہ ہے اسی طرح معانقہ بھی ہے۔ تا کہ یہ اسلامی طریقہ ان میں رائج ہو۔ اور وہ اس سے واقف ہوں۔

معانقہ کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ بچوں سے کھیلنا، پیار کرنا، بوسہ لینا اسی طرح معانقہ یعنی سینہ سے لگا لینا۔ جسم سے چمٹا لینا از راہ محبت آپ فرماتے تھے۔ اور بچوں سے اس قسم کا محبتانہ برتاؤ محمود اور مسنون ہے۔ معانقہ کا یہی مفہوم بہتر ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے "رحمۃ الولد تقبیلہ ومعانقته" یہاں معانقہ سے مراد از راہ محبت سینہ سے لگا لینا ہے۔ یہی مراد اور مقصد معانقہ عرفی میں بھی ہے۔ کہ بڑوں میں عموماً ملاقات پر ہے اور بچوں سے پیار محبت کی بنیاد پر مطلقاً ہے۔

معانقہ کا طریقہ۔ ادب اور بہتر یہ ہے کہ ہر شخص کندھے کا دایاں رخ دائیں سے ملائے۔ گو اس کی تصریح نہیں ملی۔ چونکہ یہ فعل محمود ہے اور اس میں دایاں رخ اور ہیئت کو اختیار کرنا اصوب اور محمود ہے۔

تقبیل اور بوسہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

ازراہ محبت اولاد کا بوسہ

اقرع بن حابس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت حسن کا بوسہ لے رہے ہیں۔ تو کہا میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ (بوسہ) نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شفقت نہیں کرتا اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۷، ابوداؤد صفحہ ۷۰۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صاحبزادہ) ابراہیم کو بوسہ دیا اور سونگھا۔ (بخاری صفحہ ۸۸۶)

مخرمہ بن بکیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زینب بنت عمر بن ابی سلمہ کا بوسہ لیا اور وہ قریب دو سال کی ہوگی۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: خیال رہے کہ اپنے بچوں سے یا دوسروں کے بچوں سے پیار کرنا محبتانہ برتاؤ کرنا مسنون ہے اور حضرات انبیاء کی عادت طیبہ میں سے ہے۔ بچوں سے پیار محبت کرنا شفقت اور محبت کی پہچان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بوسہ لیتے پیار کرتے۔ بعض لوگ ایسے سخت مزاج ہوتے ہیں کہ اپنے بچوں سے بھی پیار محبت نہیں کرتے۔ یہ تواضع اور شفیقانہ مزاج کے خلاف ہے۔ امام بخاری نے الولد وتقبیلہ کا باب قائم کرکے اس کے محمود اور مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ لڑکی جب کچھ بڑی ہو جائے تو اس کا بوسہ لینا درست نہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے ادب مفرد میں باب "باب قبلة الرحل الحارية الصعيره" قائم کرکے اسی کو واضح کیا ہے۔ (صفحہ ۱۱۷)

دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کا بوسہ

شعبی سے منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملاقات فرمائی تو معانقہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: حضرت جعفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ ان سے بہت محبت فرماتے۔ جنگ موتہ میں

شہید ہوگئے تھے۔ خیال رہے کہ ہم عمر اور بڑے بزرگ کا ازراہ عقیدت ومحبت واخوت پیشانی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ خصوصاً جن علاقوں میں اس کا عرف رواج ہو اور ملاقات پر پیشانی کا بوسہ لینا لوگوں کی عادت ہو تو وہاں گنجائش اور درست ہے جیسے عرب میں۔

اسی طرح اپنے سے کم عمر والے جس کی داڑھی نہ نکلی ہو پیشانی کا بوسہ درست نہیں ہے کہ یہ مقام اتہام ہے۔ اور ہر مؤمن کو اس سے احتیاط لازم ہے۔ اس طرح گال کے بوسہ کا بھی یہی حکم ہے۔ جہاں رائج ہو جیسے حرمین اور اہل عرب میں کہ رواج کی وجہ سے مامون الشہوۃ ہوتا ہے۔ اور جہاں رواج نہیں وہاں اس کی گنجائش نہیں چونکہ یہ چیزیں ازقبیلہ عبادات اور مامورات نہیں ہیں۔

سر کا بوسہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری سنو اے عائشہ اللہ پاک نے تمہاری برأت نازل فرمائی۔ اور قرآن کی آیت تلاوت فرمائی تو والدین نے کہا اے عائشہ کھڑی ہو جاؤ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا بوسہ لو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: اس روایات میں سر کے بوسہ کا ذکر ہے۔ یا تو اس کا مطلب پیشانی کا بوسہ لینا ہے یا پیشانی کے اوپر بالوں کا۔ عربوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا۔ عموماً سر کا بوسہ اکراماً ہوتا ہے۔ اس کا وہی حکم ہے جو پیشانی کا ہے۔

ہمارے ہندو پاک میں بوسے کے یہ طریقے رائج نہیں ہیں۔ صرف بچے اور بچیوں کا رائج ہے۔ خیال رہے کہ منکوحہ کا مطلقاً جائز ہے۔ باقی اس کے علاوہ میں مامون الشہوۃ کی صورت میں گنجائش ہوگی ورنہ نہیں۔

اپنے ہاتھ مبارک کو چومنے دیتے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو میں نے آپ کے دست مبارک کو چوم لیا۔ آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۴۲)

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ جب عذرۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے دست مبارک کو لیا اور چوم لیا۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۴۲)

ثابت نے حضرت انس سے پوچھا کہ تم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چھوا ہے کہا ہاں۔ میں نے آپ سے کہا آپ اپنا دست مبارک مجھے دیجئے۔ آپ نے دیا میں نے ہاتھ کو چوم لیا۔

(مطالب علیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

صہیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست پاک کو چوم رہے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۹)

ابوداؤ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوم لیا۔ (ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۷۰۹)

سنن ترمذی میں حضرت صفوان بن عالی کی روایت میں ہے کہ (یہودیوں کے سوال کے جواب دینے پر) یہود کی جماعت نے آپ کے دست و پا مبارک کو بوسہ دیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۲)

سنن ابوداؤد میں ام ابان بنت الوزاع کی روایت میں ہے کہ ان کے دادا زارع جو وفد عبدالقیس میں تھے جب مدینہ آئے تو پہلے جلدی آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پیر مبارک کا بوسہ دیا۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ ہے کہ فرط محبت وعقیدت و غایت درجہ تعلق کی وجہ سے اکراماً وتعظیماً عالم، بزرگ، اور بڑے کے ہاتھ کو چوم لینا درست اور مشروع ہے۔ اس میں کوئی ممانعت وکراہیت نہیں۔ فقہاء کرام نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ شامی میں ہے۔ "**لاباس بتقبل یدالرحل العالم المتورع**"

(جلد۶ صفحہ ۳۸۳، کتاب الکراہیہ)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کا پیر چومنا ممنوع ہے۔ فقہا نے اس کی اجازت نہیں دی ہے کذافی الشامی کہ یہ غلو ہے۔ (جلد۶ صفحہ ۳۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری شرح بخاری میں ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز میں ان مذکورہ روایتوں کو ذکر کرنے کے علاوہ مزید ان روایتوں سے بھی استدلال جواز ہی نہیں بلکہ استحباب کیا ہے اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ ہم لوگ (ایک موقعہ پر مجلس سے) اٹھے اور آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق نے آپ کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لیا۔ ابولبابہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔ حدیث بریدہ میں ایک اعرابی کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے کہا اے رسول اللہ مجھے دست مبارک اور پیر مبارک کے بوسہ کی اجازت دیجئے۔ حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جب کہ حضرت ابن عباس ان کی رکاب کو تھامے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت انس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ابومالک اشجعی نے ابن ابی اوفی سے کہا اس ہاتھ کو دیجئے میں بوسہ لوں جس سے آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

امام نووی نے بیان کیا کہ زہد، صلاح، بزرگی علم شرافت و دیانت کے پیش نظر کسی کا محبت وعقیدت کی بنیاد پر ہاتھ کا بوسہ لینا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ البتہ دنیاوی مال و جاہت سے متاثر ہو کر بوسہ لینا مکروہ ہی نہیں بعضوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۷)

چھینک کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل

الحمد للہ فرماتے

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو الحمد للہ فرماتے۔ اس کے جواب میں آپ کو "یرحمك اللّٰه" کہا جاتا تو پھر آپ "یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَاَصْلَحَ بَالَکُمْ" فرماتے۔ خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال بہتر فرمائے۔ (مسند احمد، سیرۃ الشامی صفحہ ۳۶۵)

فَائِدَہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للّٰه" کہے۔ اور اس کے بغل میں بیٹھنے والا "یرحمك اللّٰه" کہے۔ اور اس کے جواب دینے والا "یهدیکم الله یصلح بالکم" کہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴، بخاری صفحہ ۹۱۹)

الحمدللّٰه کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم "یرحمك اللّٰه" فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا "الحمد للّٰه" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یرحمك اللّٰه" فرمایا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۲۴)

فَائِدَہ: آپ کی عادت طیبہ تھی کہ "الحمد للّٰه" کے جواب میں اہل اسلام کو "یرحمك اللّٰه" فرماتے۔ آپ نے اسے حق مسلم فرماتے ہوئے اس کی تاکید فرمائی ہے اسی لئے فقہاء نے "الحمد للّٰه" کے جواب کو واجب قرار دیا ہے۔

الحمد للہ نہ کہنے پر آپ جواب نہ دیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چھینک آئی۔ ایک کو آپ نے "یرحمك اللّٰه" فرمایا اور دوسرے کو نہیں۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول ایک کو آپ نے "یرحمك اللّٰه" کہا اور مجھ کو نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اس نے "الحمد للّٰه" کہا تم نے نہیں کہا۔

(مسلم صفحہ ۴۱۲، بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی ایک نے چھینک پر "الحمد لله" نہیں کہا تو آپ نے بھی اس کا جواب "يرحمك الله" سے نہیں دیا۔ دوسرے نے چھینک پر "الحمد لله" کہا تو آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا اس پر اس (میں سے) ایک نے کہا میں نے چھینکا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اس نے چھینکا تو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے اللہ کو یاد کیا "الحمد لله" کہا میں نے بھی اسے یاد کیا "يرحمك الله" کہا اور تم اللہ کو بھول گئے تو ہم تم کو بھول گئے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۷۵، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۵۸، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۶)

فَائِدَہ: چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے والے کو آپ جواب دیتے نہ کہتا تو آپ جواب نہ دیتے۔ آپ اسی پر عمل فرماتے اور اسی کا حکم دیتے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے۔ تو تم "يرحمك الله" کہو اور "الحمد لله" نہ کہے تو تم "يرحمك الله" نہ کہو۔ (مسلم صفحہ ۴۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵)

بار بار چھینک کا جواب نہ دیتے

سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک چھینک کے جواب میں "يرحمك الله" فرمایا۔ پھر اسے دوسری مرتبہ چھینک آئی تو آپ نے کہا (جواب نہ دیا اور) فرمایا اسے تو زکام ہے۔

(مسلم صفحہ ۴۱۳، ادب مفرد صفحہ ۲۷۵)

فَائِدَہ: بار بار چھینک آنا یہ زکام کی علامت ہے۔ زکام کی چھینک کا آپ جواب نہ دیتے کہ اس طرح آدمی جواب دیتے دیتے تنگ آ جائے گا۔ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ کے بعد کہا تھا۔ زکام کی وجہ سے چھینک آ رہی ہو تو تین مرتبہ کے بعد جواب نہ دینے میں اختیار ہے۔ (مرقات)

منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو چھینک آتی تو آواز کو پست فرماتے، کپڑے پر چھینکتے، چہرہ مبارک کو کپڑے سے ڈھک لیا کرتے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۲، اخلاق النبی صفحہ ۲۰۷)

فَائِدَہ: آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جب چھینک آتی تو ہاتھ میں کپڑا رکھ کر منہ پر لگا لیتے کپڑا نہ ہوتا تو ہاتھ رکھ لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھینک کے وقت کپڑا یا ہاتھ منہ پر لگا لے تاکہ لوگوں کو کراہیت نہ ہو۔ خاص کر مجلس میں اس کا خیال رکھے۔ دستر خوان پر کھانے کے وقت اگر ایسی نوبت آئے تو منہ کو فوراً دوسری جانب کرے۔ ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ کھانا خراب نہ ہو۔

آپ ﷺ کو جمائی نہیں آئی

ابوصالح دمقشی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو جمائی کبھی نہیں آئی۔ (سیرۃ الشامی جلد ۹)

غیر مسلم کی چھینک پر آپ ﷺ کیا فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس میں مسلمانوں اور یہودیوں کی جماعت تھی آپ ﷺ نے اہل اسلام کی چھینک کا جواب "یغفراللّٰہ لکم ویرحمنا وایاکم" "اللہ تمہاری طرف مغفرت فرمائے اور ہم پر تم پر رحم فرمائے۔" اور یہود کو جواب دیا تو فرمایا "یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" "خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔" (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۳۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مجلس میں یہود چھینکتے تھے اور آپ کے دعائیہ جملہ "یرحمك اللّٰہ" کی تمنا کرتے تھے۔ مگر آپ ان کو "یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" جواب دیا کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۳۱)

فَائِدَہ: یہود چونکہ آپ کو نبی برحق جانتے تھے گو حسد عناد کی وجہ سے نہیں مانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے کہ آپ کی دعا "یرحمك اللّٰہ" ہمارے لئے رحمت خداوندی کا باعث ہوگی۔ مگر آپ ان کی مکاریوں سے واقف تھے اس وجہ سے رحمت کی دعا کے بجائے ہدایت کی دعا فرماتے تھے۔

مسجد میں زور کی آواز پسند نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں زور سے چھینک کو پسند نہ فرماتے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۳۲)

بعض حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ ڈکار اور چھینک کے وقت اپنی آواز کو ذرا بلند کر دیتے ہیں آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ زور کی آواز شیطان کو پسند ہے اور وہ اس سے ہنستا ہے۔

"یھدیکم اللّٰہ" کی جگہ "یغفراللّٰہ" بھی

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمیں چھینک کا جواب سکھایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للّٰہ رب العالمین" کہو۔ اس کے جواب میں بیٹھا ہوا "یرحمك اللّٰہ" کہے تو تم کہو "یغفراللّٰہ لی ولکم" (بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۰)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ "یرحمك اللّٰہ" کے جواب میں "یھدیکم اللّٰہ" بھی کہا جا سکتا ہے اور "یغفراللّٰہ لنا ولکم" بھی۔

چھینک پر "الحمد للّٰہ" کہنے کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی چھینکتا اور "الحمد للّٰہ" کہتا ہے تو حضرات فرشتے "رب العالمین" کہتے ہیں۔ پس جب بندہ "رب العالمین" کہے تو اس کے جواب میں فرشتے "یرحمك اللّٰہ" کہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۵۷، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۴)

دور سے چھینک کی آواز آئے

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے بغل میں تھا۔ مسجد کے ایک کنارے سے چھینک کی آواز آئی تو حضرت ابن عمر نے کہا اگر تم نے "الحمد للّٰہ" کہا تو "یرحمك اللّٰہ" (ادب مفرد صفحہ ۲۷۵)

اگر دوری کی وجہ سے پتہ نہ چلے تو "الحمد للّٰہ" کہنے کی شرط کے ساتھ "یرحمك اللّٰہ" کہہ دے۔

خلاف سنت جواب نہ دے

حضرت نافع ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغل میں بیٹھا تھا۔ اس نے چھینک کے جواب پر "الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ" کہا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا اس طرح ہمیں اللہ کے رسول نے نہیں سکھایا۔ بلکہ یہ سکھایا کہ ہم کہیں۔ "الحمد للّٰہ علی کل حال"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۶)

چھینک پر آپ جو فرماتے اور جو کہنے کا حکم دیتے تھے اس سے زائد اپنی جانب سے اضافہ کرنا خلاف سنت بدعت ہے باوجودیکہ سلام صلوٰۃ کی بڑی فضیلت ہے۔ مگر اس موقعہ پر کہنا درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ "الحمد للّٰہ" اور "الحمد للّٰہ علی کل حال" دونوں کہا جا سکتا ہے۔

کان اور دانت کا درد نہ ہوگا

حضرت خیثمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے جس نے چھینک کا جواب سن کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ما کان" کہا تا قیامت کان اور دانت کا درد نہ ہوگا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۳)

حافظ نے طبرانی کے حوالہ سے بسند ضعیف مرفوعاً نقل کیا ہے کہ کمر اور داڑھ کا درد "الحمد للّٰہ" کہنے سے نہ ہوگا۔ (حاشیہ ادب مفرد صفحہ ۲۷۳)

فَائِدَۃ: بظاہر اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے چھینک کا جواب "یرحمك اللّٰہ" سن کر "الحمد للّٰہ" کہا تو وہ خصوصیت کا حامل ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ چھینک والے نے "الحمد للّٰہ" کہا تو اس کی یہ خصوصیت ہوگی۔

جمائی آئے تو کیا کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھے کہ شیطان اس میں داخل ہوتا ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۰۶، مسلم صفحہ ۴۱۳)

مسلم کی روایت میں ہے کہ جب جمائی کے وقت ''ھا'' (منہ کھول کر کرتا ہے تو شیطان ہنستا ہے)۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۳، مسلم صفحہ ۴۱۳)

حتی الامکان جمائی دور کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی جانب سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے وہ اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔

(بخاری صفحہ ۹۱۹، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۳۴، ادب مفرد صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب کسی کو چھینک آئے اور وہ "الحمد لله" کہے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو اسے سنے وہ اس کا جواب "یرحمك الله" دے اور جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے۔ حتی الوسع اسے دور کرنا چاہئے۔ جمائی لیتے وقت آدمی جب آہ کہتا ہے تو شیطان اس کی آواز پر ہنستا ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۴، بخاری صفحہ ۹۱۹)

فائدہ: جمائی اولاً روکے اگر نہ رکے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت منہ پر رکھ لے۔ جمائی آتے وقت اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور خیال کرے تو اس سے رک جاتی ہے۔

چھینک کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعال نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (اور روح ڈالی) تو چھینک آئی۔ تو اللہ پاک نے الہام کیا کہ وہ "الحمد لله" کہے۔ تو انہوں نے "الحمد لله" کہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "رحمك الله ربك" (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۴)

نام اور کنیت کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادتیں

اچھا نام اچھی کنیت پسند فرماتے

حضرت حنظلہ بن حذیم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو پسند تھا کہ لوگ اچھے ناموں اچھی کنیت سے پکارے جائیں۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۲۴، مجمع جلد ۸ صفحہ ۵۶)

فائدہ: اچھے سے مراد معنی دار ہو یا اور کسی خیر بھلائی کے معنی اس میں پایا جانا مراد ہے۔

ابوحیدر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر پوچھا میرا اونٹ کون چرائے گا۔ کسی نے کہا میں۔ آپ نے نام پوچھا تو آپ نے فرمایا نہیں۔ دوسرا کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کیا نام ہے۔ (نام سن کر پسند نہ آیا تو) فرمایا نہیں۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا۔ آپ نے نام پوچھا۔ اس نے کہا ناجیہ۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے تم جاؤ چراؤ۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کے نام سے آپ نے تفاؤل خیر کا ارادہ کیا۔

کون سا نام رکھنا اچھا و پسندیدہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کے نزدیک پسندیدہ نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۶، مطالب عالیہ صفحہ ۳۲)

نام کسی عالم یا بڑے بزرگ سے رکھوائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر کے گھر میں ولادت کی آواز پائی تو فرمایا اسماء کو لڑکا ہونے والا ہے تو (جب بچہ پیدا ہو جائے) تو تم اس کا نام مت رکھنا۔ میں اس کا نام رکھوں گا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس کی تحنیک فرمائی۔ یوسف بن عبداللہ سے منقول ہے کہ آپ نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور میرا نام یوسف رکھا۔ (طبرانی جلد ۹ صفحہ ۳۶۲، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: نام میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے صاحب علم سے نام تجویز کرائے۔

برے ناموں کو آپ ﷺ اچھے ناموں سے بدل دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ قبیح اور برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیتے تھے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

فائدہ: آپ ﷺ ان ناموں کو جن کا ترجمہ اور مفہوم مناسب نہ ہوتا تھا اسے بدل دیتے۔ اس لئے کہ نام کا اثر صاحب نام پر پڑتا ہے۔ خیال رہے کہ نام بدلنے کے لئے کسی عمر کی قید نہیں۔ بڑوں اور بالغوں کا نام بھی نامناسب ہونے پر بدلا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس نام سے عقیقہ ہوا ہے اسے نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ آپ ﷺ نے زیادہ تر بڑوں ہی کا نام بدلا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۵، ابوداؤد صفحہ ۶۷۵)

بشیر بن خصاصیہ سے مروی ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کا نام زحم پایا۔ تو آپ ﷺ نے ان کا نام بشیر رکھ دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

رائطہ بنت مسلم اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ وہ (ان کے والد) حنین کے موقعہ پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا غراب۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا نام مسلم ہے۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۳۲، ادب مفرد صفحہ ۲۴۶، مجمع جلد۸ صفحہ ۵۲)

مطیع بن الاسود کہتے ہیں کہ میرا نام العاص تھا۔ آپ ﷺ نے میرا نام مطیع رکھ دیا۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۴۶، سبل صفحہ ۳۶۰)

فائدہ: عاص کے معنی گنہ گار کے ہیں ظاہر ہے یہ نام برا ہے۔

عبدالرحمٰن بن سبرہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے والد نے میرے بارے میں بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کا نام کیا ہے۔ کہا حباب۔ آپ نے فرمایا حباب نام مت رکھو حباب شیطان ہے۔ بلکہ اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ (طبرانی، سبل جلد۹ صفحہ ۳۶۰)

سعید بن مسیّب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ ان کے دادا احزن جب آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے کہا حزن ہے۔ آپ نے کہا بلکہ تم سہل ہو۔

(بخاری صفحہ ۹۱۴، ابوداؤد صفحہ ۶۷۷، سبل صفحہ ۲۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی سے آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا شہاب۔ آپ نے فرمایا تم ہشام ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ زینب بنت ابی سلمہ کا نام برہ تھا۔ آپ نے فرمایا تم خود اپنی تعریف کرتی ہو۔ آپ نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔ (بخاری جلد۲صفحہ۹۱۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جویریہ بنت الحارث کا نام برہ تھا۔ آپ نے اس کا نام جویریہ رکھ دیا۔ کہ آپ پسند نہ کرتے تھے کہ یہ کہا جائے کہ برہ (بھلائی) نکلی ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۸)

فَائِدَۃٌ: برہ کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہے۔ اب اگر کہا جائے برہ چلی گئی۔ برہ گھر میں نہیں ہے۔ تو یہ تفاؤل خیر کے خلاف ہوگا کہ آدمی خود کہہ رہا ہے کہ اس کے گھر سے بھلائی نیکی چلی گئی۔ اس لئے آپ نے برہ کا نام نہیں پسند کیا۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھاؤ کیا نام رکھا ہے۔ میں نے کہا حرب۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ حسن ہے۔ پھر جب حسین کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام حزب رکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ حسین ہے۔ پھر محسن کی ولادت ہوئی تو میں نے حرب رکھا۔ تو آپ نے فرمایا بلکہ وہ محسن ہے۔ (مجمع جلد۸صفحہ۵۲)

حرب کے معنی لڑائی کے ہیں۔ عربوں کا یہ نام قتال وغیر میں ممتاز اور ماہر ہونے کی وجہ سے پسند تھا سو آپ نے اچھا نام رکھ دیا۔

فَائِدَۃٌ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ نام کا اثر مسمّٰی پر پڑتا ہے۔ اس لئے نام معنی کے اعتبار سے بہتر اور اچھا ہونا چاہئے۔ اس سے کسی اچھی صفت وحالت کی جانب اشارہ ہو تو اسے بدل لینا چاہئے۔

خیال رہے کہ نام بدلنے کے لئے کسی عمر کی قید نہیں۔ بعض لوگ بڑے ہو جانے کی وجہ سے نام خواہ کیسا ہی ہو نہیں بدلتے۔ سو یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ جب بھی علم ہو جائے یا کوئی اہل علم نامناسب ہونے کی وجہ سے بدل دے تو قبول کر لیا جائے۔ اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عقیقہ اس نام سے ہو چکا ہے۔ کیسے بدلا جائے۔ یہ بھی غلط ہے۔ عقیقہ کے بعد بھی نام بدلا جا سکتا ہے۔ اسی لئے بہتر ہے کہ نام کسی اہل علم سے رکھوایا جائے۔ اور کوئی اہل علم مشورہ دے کہ نام بدل دو اچھا نہیں ہے تو بدل ڈالے اور اچھا نام رکھوالے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بہت سے لوگوں کے ناموں کو جس کے معنی اچھے نہیں تھے بدل ڈالے تھے اور انہوں نے قبول کر کے آپ کا تجویز کردہ نام رکھا۔

حضرات انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کے نام پر نام رکھنا

ابووہب الجشمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام کے ناموں پر نام رکھو۔ خدا کے نزدیک پسندیدہ نام عبداللہ عبدالرحمٰن ہے۔ سچا نام حارث ہمام ہے۔ برا نام حرب مرہ ہے۔
(ادب مفرد صفحہ ۲۴۳، ابوداؤد صفحہ ۶۷۶)

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنا بہتر ہے۔ گو اس کے معنی معلوم نہ ہوں۔ نبیوں کے نام جیسے الیاس، زکریا، یونس، عیسیٰ، موسیٰ، اسمٰعیل وغیرہ۔ اسی طرح اللہ کے ناموں پر عبد بڑھا کر۔ جیسے عبدالجلیل، عبدالجبار وغیرہ۔

اچھے ناموں کے رکھنے کا حکم

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے دن اپنے اپنے آباء کے نام سے پکارے جاؤ گے۔ اس لئے نام اچھا رکھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۶)

فائدہ: جس طرح دنیا میں برے نام سے لوگ ہنستے ہیں۔ اور سبکی محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح قیامت میں جب ان کا نام پکارا جائے گا تو سبکی اور ذلت کا احساس ہوگا۔ اس لئے نام بہتر رکھے جس کے معنی اچھے ہوں۔

بدترین نام کون سا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک مبغوض ترین نام ''ملک الاملاک'' ہے۔ یعنی شاہان شاہ۔ (بخاری صفحہ ۹۱۶، ابوداؤد صفحہ ۶۷۸)

فائدہ: یہ نام متکبرانہ ہے اور درست بھی نہیں کہ واقعہ کے خلاف ہے۔ تمام بادشاہوں کا بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہے انسان کہاں۔ اسی طرح ہر وہ نام جو متکبرانہ ہو۔ جھوٹ پر مشتمل ہو۔ یا اس سے خود تعریف ٹپکتی ہو۔ جیسے رئیس الناس، اشرف الناس وغیرہ۔ ہاں اشرف، افضل نام اچھے ہیں۔

جس سے خود کی تعریف ظاہر ہو وہ نام نہ رکھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس کا نام برہ ہے (نیک) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود اپنی تعریف نہ کرو۔ اللہ ہی جانتا ہے کون تم میں برہ کون ہے اور کون فاجرہ۔ پس آپ نے زینب نام رکھ دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: ایسا نام جس سے خود اس کی تعریف یا بڑائی ظاہر ہو۔ جیسے سیّد الناس، جلیل القدر، رفیع القدر وغیرہ۔ مطلق اس سے تعریف یا اچھائی ظاہر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے اشرف، افضل صالح ابرار وغیرہ۔

شیطانی نام نہ رکھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: جو نام برے اور ظالم لوگوں کا ہو اس پر نہ رکھے۔ اس طرح پرویز، قیصر، جمشید وغیرہ غیر مسلم ہستیوں

کے نام ہیں۔ یہ نام بھی نہ رکھے۔

بادشاہوں کے نام پر نام نہ رکھے

حضرت ابن مسیّب کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی کو ایک لڑکا پیدا ہوا لوگوں نے اس کا نام ولید رکھا۔ اسے لے کر نبی پاک ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا تم نے نام رکھ دیا۔ کہا ہاں ''ولید'' رکھا۔ آپ نے کہا چھوڑو چھوڑو اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ تم نے اس کا نام ظالم (فرعون) کے نام پر رکھا۔ ہماری امت میں ایک ولید نامی ہوگا۔ وہ ہماری امت پر فرعون سے بھی سخت ہوگا جو اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔ (مطالب عالیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱)

فائدہ: دنیا دار ظالم بادشاہوں کے نام پر بھی نہ رکھے۔ ولید نے اہل مدینہ پر ظلم کیا تھا۔ حرمین پر حملہ کیا تھا۔ یہ ظلم و جبر میں بہت مشہور تھا۔ لہٰذا ظالم جابر دیانت دار بادشاہوں کے نام پر نام نہ رکھے۔

نام مختصر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ سے کہا اے عائش یہ جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام پیش کرتے ہیں۔ میں نے کہا ''علیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ.''

(بخاری صفحہ ۹۱۴، ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: یہاں آپ ﷺ نے عائشہ کے بجائے عائش کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عثم لکھو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: یہاں آپ ﷺ نے عثمان کو مختصر کر کے عثم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نام کو مختصر کر کے پکارا جا سکتا ہے۔ مگر خیال رہے کہ نام آخیر کے حذف کرتے ہوئے مختصر کیا جا سکتا ہے۔ شروع سے نہیں۔ مثلاً نظام الدین سے نظام۔ فرید الدین سے فرید۔ یہاں دین نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ اس مختصر کرنے سے نہ نام کی خرابی ہے اور نہ بے ادبی ہے۔ اور جو نام اللہ کے بابرکت ناموں پر مشتمل ہو اس سے عبد کو حذف کر کے پکارنا درست نہیں۔ مثلاً عبدالرحمٰن کو رحمٰن۔ عبدالرب کو رب پکارنا۔ اسی طرح عبدالرحیم کو رحیم سے پکارنا۔

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ اس جیسی حرکت کرتے ہیں۔ سو اس غلط رواج اور طریقہ کو چھوڑنا لازم ہے۔ اسی طرح نام کو بگاڑ کر پکارنا یہ بھی ممنوع ہے۔ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے مردوں کو چاہئے کہ اس سے منع کریں۔ نام کو بگاڑ کر پکارنا بہت بری عادت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی سامانوں کا بیان

تلوار مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے معرکہ پر اپنے لئے ایک تلوار مال غنیمت سے لے لی تھی جس کا نام ذوالفقار تھا۔ (ابن سعد)

ابوعلقمہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۶)

ابن سہیل کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کے پاس تلوار تھی۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کی تعداد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

❶ ماثور: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تلوار ہے۔ جو والد کی وراثت سے ملی تھی۔ ہجرت کے موقع پر مدینہ تشریف آوری کے وقت اسی کو لئے ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ اسے جنات نے بنایا تھا۔

❷ ذوالفقار: بدر کی غنیمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل کے طور پر جسے حاصل کیا تھا۔

❸، ❹، ❺ یہ وہ تین تلواریں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ سعید بن معلی کہتے ہیں کہ بنی قینقاع کے جنگی سامانوں میں سے تین تلوار قلعیہ، البتار، الحتف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھیں۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

❻، ❼ قبیلہ بنی طے سے حاصل ہوئی تھیں۔

❽ العضب: سعد بن عبادہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے موقع پر دی تھی۔

❾ القضیب: یہ بھی بنی قینقاع کے جنگی سامانوں سے ملی تھی۔

❿ الصمصامۃ۔ یہ عمر معدیکرب کی تھی۔ انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کو ہبہ کردی تھی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں آگئی تھی۔

⓫ اللحیف۔ حافظ ابوالفتح نے اس کا ذکر اپنے قصیدہ میں کیا ہے۔ (السیرۃ الشامیۃ صفحہ ۳۶۴)

تلوار کے دستوں کی کیفیت

بریدہ نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ داخل ہوئے تو آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگا تھا۔ (یعنی دستہ پر)۔ (شمائل صفحہ ۷، ترمذی)

محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا میان اور دستہ چاندی کا تھا۔

ابوالحکم صیقل نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی تلوار کو انہوں نے صیقل (صاف اور چمکا دیا تھا) اس کا قبضہ، دستہ چاندی کا تھا جس کا نام ذوالفقار تھا۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تلوار کے دستہ کا سرا چاندی کا تھا۔

(ابوداؤد، شمائل، ابن سعد صفحہ ۴۷۸)

حضرت بصری ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تلوار کا قبضہ چاندی سے تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۷)

فَائِدَہ: عام طور پر تلوار کا دستہ اور قبضہ سونے چاندی یا کم از کم پیتل وغیرہ کا ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ آپ ﷺ کے تلوار کا دستہ بعض روایت میں جو گزرا کہ سونے کا تھا۔ سو اس سے جواز کا استدلال نہ کیا جائے۔ ملا علی قاری نے علامہ تورپشتی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس کی سند قابل اعتبار نہیں۔ ابوقاسم نے اسے منکر بتایا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۵۷)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو اور یہ جائز ہے۔ اور قبضہ میں چاندی کا استعمال درست ہے۔

ملا علی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں کہ تلوار کو اور تمام آلات حرب میں تھوڑی چاندی کا استعمال (مثلاً قبضہ میں) جائز ہے۔ اور تمام علماء اس کی اجازت دیتے ہیں۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ کی تلوار کے موافق بنوائی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ان کی تلوار آپ ﷺ کی طرح بنائی گئی تھی۔ اور آپ کی تلوار قبیلہ بنوحنیفہ کے تلواروں کی طرح تھی۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۷)

فَائِدَہ: یہ قبیلہ تلوار بنانے میں مشہور تھا۔ اس کی تلوار بہت عمدہ ہوتی تھی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی تلوار قبیلہ بنوحنیفہ سے آئی ہوئی ہو۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

خود، لوہے کی ٹوپی

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر لوہے کی ٹوپی تھی۔ (شمائل صفحہ ۸، بخاری صفحہ ۶۱۴، مسلم، ترمذی، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

آپ ﷺ کے پاس جنگی سامانوں میں ایک لوہے کی ٹوپی تھی جسے جنگ کے موقعہ پر پہنتے تھے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اولاً خود پہنا ہو پھر عمامہ پہن لیا ہو۔ یا عمامہ کے اوپر لوہے کی ٹوپی پہنتے ہوں۔

(طحاوی جلد۲ صفحہ۴۳۶)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کے پاس دو لوہے کی ٹوپی تھی۔ الموشح، السبوع۔ (جمع الوسائل جلد۱ صفحہ۱۳)

ڈھال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ایک ڈھال ہدیہ دی گئی تھی۔ جس پر عقاب، یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ آپ کو اس سے کراہت ہوئی۔ صبح ہوئی تو وہ تصویر مٹ گئی۔ مکحول سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی ایک ڈھال تھی جس پر مینڈھے کی تصویر تھی۔ خدا نے اسے مٹا دیا۔ (ابن سعد جلد۱ صفحہ۴۸۹، سبل الہدیٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال جس کا نام الجمع تھا۔

(سبل صفحہ۳۷۰)

فائدہ: آپ ﷺ کے پاس تین ڈھال تھیں۔ ① ازلوق ② الفتق ③ جس میں عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ ڈھال پر سے تصویر کا از خود مٹ جانا یہ آپ کے معجزے میں سے تھا۔ (سبل جلد۷ صفحہ۳۷۰)

پٹکہ

السائب بن یزید نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چمڑے کا پٹکہ تھا جس میں تین چاندی کے حلقے تھے۔ جسے کمر میں باندھا جاتا تھا۔ (مسند احمد، سبل جلد۷ صفحہ۳۶۹)

کمان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کی ایک کمان تھی جس کا نام السداس تھا۔

(طبرانی، سبل صفحہ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔

(سبل صفحہ۳۶۲، ابن ماجہ)

سعد القرظ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب جنگ کے مقام پر خطبہ دیتے تو کمان پر دیتے۔

(السیرۃ الشامیہ صفحہ۳۶۲)

ابوصالح الدمشقی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی چھ کمان تھیں۔ اول کا نام۔ الروہا۔ دوم کا نام شوحط۔ سوم کا نام صفراء۔ چہارم کا نام السداس۔ پنجم کا نام الزوراء۔ ششم کا نام الکتوم تھا۔ سعید بن المعلی نے بیان کیا کہ بنی قینقاع کے جنگی سامان سے تین کمان تمیں تیر ملے تھے۔ یہ روحاء، شوحط اور صفراء تھے۔ (ابن سعد جلد۱ صفحہ۴۸۹)

تیر

سعید بن المعلی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کو بنی قینقاع سے تین تیر حاصل ہوئے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۹)

صاحب السریۃ الشامی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے پاس پانچ تیر تھے۔ جن کے یہ نام تھے۔

① المنوی ② المثنی ③، ④، ⑤ بنی قینقاع سے جو حاصل ہوئے تھے۔ (سبل صفحہ ۳۶۵)

نیزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک نیزہ تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ آپ ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔

① نبعہ ② بیضاء ③ عنزہ ④ الہد ⑤ القمرہ۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ کے (پاس نیزہ تھا) جسے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا جسے سامنے کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶۵)

آپ ﷺ بسا اوقات ان نیزوں سے سترہ کا کام لیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید وغیرہ کے موقع پر آپ ﷺ کے سامنے گاڑ دیتے اور آپ اس کے سامنے نماز پڑھتے۔ یعنی سترہ بنا دیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۶۵)

زرہ مبارک

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پر جنگ احد میں دو زرہیں تھیں۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۸)

محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے بدن مبارک پر احد میں دو زرہیں دیکھیں۔ ذات الفضول اور فضہ اور خیبر کے موقعہ پر بھی دو زرہیں دیکھیں۔ ذات الفضول اور سغدیہ۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۷)

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا کہ آپ ﷺ کے زرہ میں دو مقام پر چاندی کے حلقے تھے۔ سینہ کے مقام پر۔ اور پشت کی جانب راوی نے ذکر کیا کہ میں نے اسے پہنا تو (وہ اتنے لمبے تھے کہ) زمین پر گھسٹنے لگے۔ (جمع الوسائل ابن ۱۵۹، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

زرہوں کی تعداد

ملا علی قاری نے علامہ برک کے حوالہ سے اور ابوصالح الدمشقی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں۔

❶ الفضول، سعد بن عبادہ نے بدر کے موقع پر دیا تھا۔ یہی یہودی کے پاس رہن تھا۔

۲ السغد یہ داؤد علیہ السلام کا زرہ تھا جسے جالوت کے مقابلے کے وقت پہنا تھا۔

۳ فضہ۔

۴ ذات الوشاح۔

۵ ذات الحواشی۔

۶ البتراء۔

۷ الخرنق۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۲، سبل صفحہ ۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل وعیال کے خرچہ کے لئے ایک زرہ یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض رہن رہ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

فائدہ: کسی روایت میں ساٹھ صاع کسی روایت میں ایک وسق جو کا ذکر ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی گنجائش نہ ہوئی کہ رہن چھڑا لیتے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے یہ بات تھی۔

علم، جھنڈا مبارک

حضرت عبیداللہ بن بریدہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا، کالا تھا اور چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سیاہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔

(ابوداؤد، ترمذی، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا چوڑا دھاری دار تھا۔ جس پر چیتے کی طرح نشانات تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۲۹۷، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۷۲)

حارث بن حسان کہتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سامنے تلوار لٹکائے کھڑے تھے اور سیاہ جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا یہ عمرو بن العاص ہیں جہاد سے آئے ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۲)

محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق میں نے براء سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا سیاہ اور چوڑا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۴۹)

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا زرد تھا۔ (السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد

رسول اللّٰہ" لکھا ہوا تھا۔ (ابوالشیخ)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جھنڈے پر **"لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"** لکھا ہوا تھا۔ (السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۷۱)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے متعدد جھنڈے تھے۔ جو جہاد کے موقع پر نصب کئے جاتے تھے۔ یا ہاتھ میں لے کر چلے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرات انصار اور مہاجرین کے بھی الگ الگ جھنڈے تھے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس دو قسم کے جھنڈے تھے ایک بڑے جن کو رایۃ اور دوسرے چھوٹے جن کو لواء کہا جاتا ہے۔

یہ متعدد رنگوں کے تھے۔ سیاہ، سفید، زرد۔ ان کی ہیئت مربعہ چوکور تھی۔ اور ان پر سفید دھاریاں تھیں۔ ایسے جیسے چیتے کے بدن پر ہوتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جھنڈے کا نام "عقاب" تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حدی خوانوں کا بیان

حبشی حدی خواں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جو بڑی اچھی شیریں آواز والا تھا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۲۵۵)

انجشہ: یہ حبشی غلام تھے۔ بڑی شیریں آواز تھی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ازواج مطہرات کی اونٹنیوں کے حدی خواں تھے۔ انہوں نے جو حدی پڑھنا شروع کیا اونٹ مست ہو کر بڑی تیزی سے چلنے لگے۔ (خطرہ ہوا کہ کہیں ازواج مطہرات گر نہ جائیں) تو آپ نے انجشہ سے فرمایا۔ اے ذرا آہستہ۔ ان شیشہ اندام کا خیال کرو۔ مسلم کی روایت ہے کہ ان شیشوں کو مت توڑو۔ یعنی کمزور اور صنف نازک کا خیال کرو۔

براء بن مالک مردوں میں حدی خواں تھے اسی طرح عبداللہ بن رواحہ۔ عامر بن اکوع جو سلمہ بن اکوع کے چچا تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد۱۱ صفحہ۳۹۶)

فائدہ: عربستان کے لق دق میدان میں اونٹ کو مستی اور چستی سے چلانے کے لئے جو نغمے ان کو سناتے تھے اسے حدی کہتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کو حدی خواں کہتے ہیں۔ اس سے باوجود بھوک و پیاس کے اونٹ بسہولت چلتا رہتا ہے۔ اور لق دق مہیب راستہ جلد طے ہو جاتا ہے۔ نہ اونٹ کو احساس ہوتا ہے نہ سوار کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں کا بیان

آپ کو مخالفین اور معاندین کی جانب سے جانی خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اور یہ جسم و جان خدا کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کا حکم خدائے پاک نے دیا ہے۔ اس کے پیش نظر ابتداء میں آپ نے پہرے داروں کو متعین کر رکھا تھا۔ جو مختلف موقعوں پر سفر اور حضر میں دشمنوں سے آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ مسجد نبوی کے ریاض الجنۃ میں ایک ستون الحرس کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔ یہاں حضرات صحابہ پہرہ اور محافظ دستے کے طور پر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ ویسے تو تمام حضرات صحابہ آپ کے جاں نثار تھے۔ اور آپ کو معمولی سے معمولی اذیت اور تکلیف سے بچانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے۔

مگر چند حضرات اس کام پر خصوصیت اور ذمہ داری کے ساتھ مامور تھے۔

ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک رات کسی ضرورت سے آپ نکلے۔ مجھے (پہرہ دیتے ہوئے دیکھا) تو میرا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگے۔ (مسند احمد)

معرکہ بدر کی رات میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ پر مامور تھے۔ جب آپ نے (ان کو پہرہ دیتے ہوئے) دیکھا تو ان کو یہ دعا دی۔ اے اللہ ابوقتادہ کی آپ حفاظت کیجئے جس طرح اس شب میں اس نے میری حفاظت کی۔ (طبرانی صغیر)

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بدر کے موقعہ پر بھی پہرہ دے رہے تھے اور آپ چارپائی پر سو رہے تھے۔

ادرع اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ رات میں پہرہ دینے پر مامور تھے۔ یہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا۔ تو ایک شخص کو مردہ پڑا پایا۔ لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ ذوالبجادین ہیں۔ چنانچہ لوگ تجہیز و تکفین کے بعد ان کو اٹھائے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو۔ یہ خدا رسول سے محبت کرنے والا تھا۔

ابوریحانہ اور ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ اپنے پہرہ کے متعلق واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے۔ پس

ایک دن اور رات مقام سرف میں ہم لوگوں نے گزارا۔ رات میں بڑی سخت سردی تھی۔ لوگ زمین کھود کر اس میں گھس رہے تھے۔ اور اس پر اپنے ڈھال کو رکھ دیتے تھے۔ (تاکہ ہوا اور فضا کی سردی سے حفاظت ہو جائے) آپ نے لوگوں کو دیکھا تو پوچھا آج رات جو میرا پہرہ دے گا میں اس کے لئے دعا کروں گا جس کی وجہ سے اس کو فوقیت حاصل ہوگی۔ ایک انصاری نے کہا میں اللہ کے رسول۔ آپ نے اسے قریب کیا اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا آپ نے دعا دی خوب دعا دی۔ جب میں نے آپ کی دعا کو سنا تو (مجھے بھی خواہش ہوئی) میں بھی کھڑا ہوا۔ آپ نے پوچھا کون میں نے کہا ابوریحانہ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے دعا دی مگر اس انصاری سے کم۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکہ بدر میں آپ ﷺ خیمہ مبارک میں تھے اور تلوار سونتے سر پر رکھے پہرہ دے رہے تھے کہ کوئی مشرک آپ ﷺ تک نہ پہنچ جائے۔

قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمیشہ خصوصی محافظ باڈی گارڈ پولیس کی طرح آپ کے سامنے رہا کرتے تھے۔

ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مقام خیبر میں جب آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے (نکاح کے بعد) یہ اس وقت پہرہ دے رہے تھے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ایک رات آپ ﷺ کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ (خواہ دشمن کے نرغہ کی وجہ سے یا جنگی فکر کی وجہ سے) تو آپ نے فرمایا کاش میرے ساتھیوں میں کوئی ایسا نیک ہوتا جو آج رات پہرہ دیتا۔ میں نے سن لیا تو کہا السلام علیکم۔ آپ نے پوچھا کون۔ میں نے کہا سعد بن ابی وقاص میں پہرہ دوں گا۔ اے اللہ کے رسول۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ آپ سو گئے یہاں تک کہ سونے کی آواز آنے لگی۔

محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احد کے موقعہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیبیہ کے موقعہ پر سر پر تلوار لئے پہرہ دے رہے تھے۔

زبیر بن العوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ
خندق کے موقعہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

پہرہ یا حفاظتی انتظام توکل کے منافی نہیں

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جان مال کی حفاظت کے لئے پہرہ کا انتظام یا کوئی ایسا طریقہ جو باعث حفاظت ہو۔ اختیار کرنا توکل اور بھروسہ خداوندی کے خلاف نہیں۔ آپ ﷺ سے زیادہ کون متوکل علی اللہ ہوگا۔ پھر جب "**واللّٰہ یعصمك من الناس**" کی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پہرہ کا نظام ختم کر ڈالا۔ چنانچہ عباد بن بشر پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی باہر نکل کر آپ نے اطلاع دی اور پہرہ ہٹا دیا۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۹۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو سامان کا ذکر

چارپائی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چارپائی تھی جو بردی درخت کی چھال سے بنی ہوئی تھی۔ اس پر کالا بستر رہتا تھا۔ (طبرانی، سبل صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: بردی ایک درخت ہوتا ہے جس کی چھال نرم ہوتی ہے اس کی چارپائی بنی جاتی تھی جو بہت کھردری ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو کھجور کے چھالوں کی بنی چارپائی پر دیکھا، اور سر کے نیچے وہ تکیہ تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور چارپائی کے درمیان کچھ نہ تھا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۰، سبل صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: یعنی بلا بستر کے آپ چارپائی پر آرام فرماتے تھے۔ کبھی بستر پر بھی آرام فرماتے اور کبھی اس طرح کوئی اہتمام نہ تھا۔ یہ تواضع اور مسکنت کی بات ہے۔

بعض لوگ خالی چارپائی پر بیٹھنا یا آرام کرنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ تواضع کے خلاف ہے۔ بھلا آپ سے زیادہ کس کی شان ہوگی۔ ہاں کسی مہمان کے اکرام میں بستر کا بچھانا دوسری بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قریش مکہ کو چارپائی پر سونا بہت پسند تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں آپ کا قیام ہوا۔ تو آپ نے حضرت ابوایوب سے پوچھا۔ تمہیں کوئی چارپائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا نہیں بقسم خدا۔ یہ خبر حضرت اسعد بن زرارہ کو پہنچ گئی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چارپائی بھیج دی۔ جس کے پائے ساگوان کے بنے تھے۔ آپ اسی پر آرام فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اسی پر آپ آرام فرما رہتے تھے۔ اسی پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ لوگ اپنے مردوں کو اسی چارپائی پر لے جاتے۔ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اور دیگر حضرات کو بھی اسی چارپائی پر برکۃً لے جایا گیا۔ (تاریخ بلاذری، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی ایک چارپائی تھی۔ اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاحین حیات سوتے اور آرام فرماتے رہے۔ وفات کے بعد برکت کے طور پر اس چارپائی کو جنازہ کے لئے استعمال کرتے۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے سامنے آپ کی چارپائی (مسجد نبوی کے اندر) بچھادی جاتی اور بستر لگا دیا جاتا۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: مسجد نبوی میں آپ اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے سامنے کے ستون کے پاس آپ کی چارپائی بچھا دی جاتی۔ اس ستون کو اب اسطوانہ سریر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ریاض الجنۃ کے ستونوں میں سے ایک متبرک ستون ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی پر آرام کرسکتا ہے۔ مسجد میں چارپائی کا بچھانا درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اگرچہ عوام جہالت کی وجہ سے اسے قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی آپ کا عصا پیالہ، بڑا پلیٹ یا تسلی، تکیہ جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ ایک چادر، کجاوہ تھا۔ قریش کے کوئی صاحب آتے تو ان کو حضرت عمر دکھاتے کہ دیکھو یہ اس ذات گرامی کی میراث ہے۔ جسے خدا نے مکرم معزز اور اتنے اتنے مرتبہ سے نوازا تھا۔

(ابوالحسن، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی، چمڑے کا ٹکڑا (بستر وغیرہ) تسلی، پیالہ تھا۔ صوف کا ٹکڑا چکی، ترکش دان تھا، جو کوئی جماعت باہر سے آتی تو ان کو دکھلاتے کہ لو دیکھو یہ تمہارے نبی کی میراث ہے۔ جس کو خدا نے مکرم و معزز بنایا تھا۔ اور خود بھی روزانہ اسے دیکھتے۔

(ابوالشیخ، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: عبرت اور سبق کے لئے لوگوں کو دکھلاتے کہ دیکھو تمہارے پاس دنیا کا کتنا سامان ہے۔ اور وہ جو شہنشاہ دو عالم تھے ان کے پاس کتنا سامان تھا۔ عیش و عشرت میں پڑنا دنیا کی فراوانی میں مشغول رہنا کوئی اچھی اور قابل تعریف بات نہیں۔ یہ دنیا گزرگاہ ہے اصل منزل جنت ہے۔ افسوس کہ آج ایسا طرز حیات اختیار کرنے والا ذلیل ہے۔ "اللھم لا عیش الاعیش الاخرۃ"

مورخ واقدی نے بیان کیا ہے کہ تمام لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ کی چارپائی کو عبداللہ ابن اسحاق نے معاویہ کے موالی سے چار ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۵)

یعنی برکۃً اسے اس قدر قیمت سے خرید لیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عقیدتاً کسی بزرگ اولیاء اللہ کی یادگار کو اہمیت دی جاسکتی ہے اور اسے عام قیمت سے زائد میں خریدا جاسکتا ہے۔ اور ایسی چیزوں کو تبرک اور عبرت کے لئے رکھا جاسکتا ہے۔ اور بلا کسی دوسری قباحت اور منکرات کے اس کی زیارت کرائی جاسکتی ہے۔

لیکن تماشہ اور جلوس وغیرہ کی شکل دے کر منکرات کا ارتکاب کرنا اور زیارت کرانا ممنوع اور غلط ہے۔

عصا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ایک عصا تھا۔ جس کے سہارے آپ چلتے تھے۔ (ابوالشیخ، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۷)

عصا کے متعلق پوری تفصیل جلد دوم میں آچکی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

کرسی

رفاعہ عدوی نے بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کرسی لائی گئی۔ (مسجد نبوی میں) میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۴۷)

حمید کی ایک روایت میں ہے کہ سیاہ لکڑی کی کرسی تھی۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۳۵۴)

چکی

ابوالشیخ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر مبارک کے جن سامانوں کا ذکر نقل کیا ہے۔ اس میں ایک چکی کا بھی ذکر کیا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۵۵)

کنگھی

ابن جریج نے ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۴، سیرۃ الشامی)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیشہ مسواک اور کنگھی ساتھ رکھتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۷)

آئینہ

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک آئینہ تھا۔

(طبرانی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

ابن مندہ نے عبداللہ بن السائب کی روایت سے بیان کیا کہ شاہ مقوقس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ماریہ باندی کے ساتھ ایک آئینہ ایک ہاتھی دانت کا کنگھا ہدیۃً بھیجا تھا۔ (ابن مندہ، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

حضرت ام سعد فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر فرماتے تو سرمہ دانی آئینہ ساتھ رکھتے۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

سرمہ دانی

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ جس سے

تین مرتبہ سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے۔ (شمائل، ابن سعد صفحہ ۴۸۴)

یزید ابن ہارون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔
(شمائل صفحہ ۵، ترمذی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اہتمام سے سرمہ لگاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر وحضر میں سرمہ دانی ساتھ رکھتے۔

مزید سرمہ کی تفصیل شمائل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

قینچی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قینچی تھی۔ جس کا نام جامع تھا۔
(طبرانی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۱)

ڈونگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈونگا تھا جس کا نام الصادرۃ تھا۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

اہل عرب ہر چیز کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔

غسل کا برتن

محدث بن جندہ نے حضرت ابن السائب کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غسل کا برتن تھا جو تانبے کا تھا۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: تانبہ یا پیتل کے لگن یا تصلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے۔
(جلد ۱ صفحہ ۳۲)

لگن

کپڑا وغیرہ دھونے کا برتن عبداللہ بن السائب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پتھر کا لگن ایک تانبے کا لگن تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پتھر کا لگن تھا جسے مخصب کہا جاتا تھا۔
(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۲، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑا دھونے اور غسل کرنے کے لئے تین یا تین

قسم کے لگن تھے۔

① پتھر ② تانبہ کا ③ پیتل کا۔

اسی سے آپ حسب ضرورت غسل فرماتے۔ازواج مطہرات کپڑے دھوتی تھیں۔

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے "**الوضوء فی المخضب والخشب والحجارة**" باب قائم کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں سے آپ ﷺ نے وضو فرمایا ہے۔اور یہ کہ برتن آپ ﷺ کے پاس تھے۔(صفحہ۳۲)

تیل کا برتن

عبداللہ بن السائب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک تیل کا برتن تھا۔

(السیرۃ الشامیہ صفحہ۳٦١)

پیالہ

عاصم بن احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کا پیالہ مبارک حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس دیکھا۔ وہ لکڑی کا پیالہ تھا۔ابن سیرین نے ذکر کیا کہ اس میں لوہے کا پترا (جس سے پیالہ نہ پھٹے) لگا ہوا تھا۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے چاہا لوہے کی جگہ سونے یا چاندی کا پترا لگادوں تو ان سے حضرت ابوطلحہ نے کہا اس پیالہ کی ہیئت کو نہ بدلو۔ جیسا تھا ویسا ہی رہنے دو۔(بخاری صفحہ۸۴۲)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ایسا پیالہ تھا جس میں چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔(سیرۃ الشامی)

فَائِدَہ: یہ پیالہ درخت شمشاد کی لکڑی سے بنا پیلے رنگ کا تھا۔(حاشیہ بخاری صفحہ۸۴۲)

یہ پیالہ بعد میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس پہنچ گیا تھا۔(ابن سعد صفحہ۴۸۵)

مسند ابویعلی میں ہے کہ حضرت انس کے پاس آپ کا لکڑی کا پیالہ تھا جس سے آپ ﷺ پیتے اور وضو فرماتے تھے۔(سیرۃ الشامیہ صفحہ۳٦١)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اس سے پیتے اور وضو فرماتے تھے۔

(سیرۃ الشامیہ صفحہ۳٦١)۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شیشے کا پیالہ تھا۔ جس سے پانی پیتے تھے۔(ابن ماجہ صفحہ۲٦۴)

عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کو شیشہ کا پیالہ ہدیۃً دیا تھا۔ جس سے آپ پیتے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۸۵)

تانبے کا ملمع شدہ پیالہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تانبہ کا پیالہ تھا۔ جس پر چاندی کا ملمع تھا۔ اس سے آپ پانی پیتے اور وضو بھی فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۸۰)

ملمع اس وجہ سے کر دیا گیا تھا کہ تانبہ یا پیتل کا برتن زہریلا ہوتا ہے۔ بلا ملمع کے اس کا استعمال مضر ہوتا ہے۔ برتن پر چاندی کا ملمع چڑھانا اور ایسے برتن کا استعمال درست ہے۔

مٹی کا پیالہ

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو پکی مٹی کے پیالہ سے پانی پیتے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ایک پیالہ مٹی کا تھا۔

(بزار، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: آپ ﷺ کے پاس، مٹی، تانبہ، شیشہ اور لکڑی کے پیالے تھے۔ پیالوں کی مزید تفصیل کے لئے جلد دوم دیکھئے وہاں اس کی تفصیل ہے۔

صاع اور مد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صاع اور مد تھا۔

فائدہ: یہ ناپنے کا آلہ ہے۔ مد صاع کا چوتھائی ہوتا ہے۔ اس سے ناپ کر پکایا جاتا ہے اور دوسرے معاملات میں بھی کام آتا تھا۔

بڑا پیالہ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا۔ (جس کی چوڑائی اور گہرائی کا یہ حال تھا کہ) اسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔ (ابوالشیخ، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں چار حلقے تھے یعنی چار کنڈے۔ (جس کو پکڑ کر اٹھایا جاتا تھا۔

فائدہ: عربوں کے یہاں اس عہد میں اتنے بڑے بڑے پیالہ جسے دیگ کہا جاتا ہے ہوتے تھے۔ اس میں پوری پوری جماعت اکٹھی ہو کر کھانا کھاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کا سامان

عمر بن مہاجر ذکر کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (گھریلو) سامان مبارک کو ایک کمرے میں رکھ رکھا تھا۔ جسے ہر دن وہ دیکھتے تھے (تاکہ عبرت حاصل ہو) اور باہر سے کوئی جماعت آتی تو ان کو اہتمام سے دکھاتے اور یہ کہتے کہ یہ اس مبارک ہستی کا سامان ہے۔ جن کو خدا نے عزت واکرام سے نوازا تھا۔ وہ سامان یہ تھے۔ چارپائی کھجور کے چھالوں سے بنی ہوئی تھی۔ بستر جس کا بھراو چھالوں سے تھا۔ بڑا پیالہ چھوٹا پیالہ (جس سے پانی پیتے) اون کا ٹکڑا (جسے چادر کہئے) ایک چکی۔ ترکش جس میں کچھ تیر تھے۔ اور کپڑے کے ٹکڑے میں سر مبارک کے پسینہ (یا تیل) کا نشان تھا۔ ایک شخص نے جو بیمار تھا اس نے خواہش ظاہر کی کہ اس کپڑے کو دھو کر اس پر پانی گرا دیا جائے۔ حضرت عمر سے اجازت لی گئی (انہوں نے اجازت دے دی) چنانچہ پانی اس پر گرایا گیا (چھینٹا یا اس کو غسل دیا گیا تو) وہ اچھا ہوگیا۔
(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۵۵)

فائدہ: یہ شہنشاہ دوعالم کے گھر مبارک کا سامان تھا۔ آپ ہم اپنے گھروں کا جائزہ اور ماحول اور مزاج کا جائزہ لیں تو کس قدر فرق معلوم ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا کی وقعت ہماری نگاہوں میں ہوگئی۔ اس لئے ان دنیاوی سامانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بستر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک موٹا کھردرا تھا۔
(سیرۃ الشامی صفحہ ۳۵۶، سنن سعید بن منصور)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا چمڑے کا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ اور میں نے حضرت حفصہ سے پوچھا آپ کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے کہا ٹاٹ کا تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تھا جس کا نام الکن تھا۔
(طبرانی، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۲)

ایک ٹاٹ کا بستر تھا اس کا نام النمیرہ تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

گدا مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بستر (گدا) تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھالوں سے تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

فائدہ: ظاہر ہے کھجور کا بھراؤ کس قدر کھردرا ہوگا۔ باوجودیکہ روئی اونی یا پرندوں کے پروں کا گدا جو اس عہد

کے متمول لوگوں میں رائج تھا بنوا سکتے تھے مگر جب آپ ﷺ نے بستر کے چار طے کو گوارہ نہ فرمایا تو نرم گدے کس طرح پسند فرما سکتے تھے۔ یہ آپ کے زہد کی بات تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک گھر میں کیسا تھا۔ کہا چمڑے کا جس کا بھراؤ درخت کی چھال سے تھا۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۵)

نرم بستر پسند نہیں

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ اگر میں بستر کو چار تہ کر دوں تو آپ کے لئے زیادہ آرام دہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہ کر دی۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا۔ آج رات تم نے کیا بچھا دیا۔ میں نے کہا وہی بستر ہے۔ جس کی میں نے چار تہ کر دی ہے کہ ذرا زیادہ نرم ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس بستر کو پہلے کی حالت پر کر دو۔ اس لئے کہ اس کی نرمی نے مجھے رات کی نماز (تہجد) سے روک دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۲، ترمذی، سبل صفحہ ۳۵۸، حیاۃ صفحہ ۸۳۶)

فائدہ: آپ ﷺ کا بستر مبارک ایک موٹی چادر کی شکل میں تھا۔ جسے دو تہ بچھا دیا جاتا۔ جس کی وجہ سے چارپائی کا کھردرا پن بھی نہیں ختم ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے چار تہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا کہ بستر کی نرمی کو دیکھ کر کسی نے روئی کا یا اون کا نرم بستر لا کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچھا دیا تو آپ نے اسے واپس کرنے کا حکم دیا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۵۶)

صرف ایک بستر تھا

مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس صرف ایک ہی بستر تھا۔ (مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۵۲)

فائدہ: باوجود وسعت اور اختیار قدرت کے آپ ﷺ نے دنیا کی آرام دہ چیزوں کو زہد کی وجہ اختیار نہیں کیا۔ بستر کے متعلق مزید تفصیل کے لئے شمائل کی جلد دوم ملاحظہ کیجئے۔

ٹاٹ کا بستر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت آئی اس نے حضور ﷺ کے ٹاٹ (بوریا) کا بستر دیکھا جسے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۶۵، مختصرا، بیہقی، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷)

فائدہ: حضور پاک ﷺ کا بستر کبھی چمڑا کا ہوتا اور کبھی صرف ٹاٹ کا۔ (خصائل نبوی صفحہ ۲۷۸)

یعنی کوئی اہتمام نہ تھا۔ کبھی چمڑے پر سو گئے، کبھی ٹاٹ پر سو گئے، کبھی زمین پر سو گئے۔ کبھی سیاہ چادر پر کبھی کمبل پر۔ زیادہ تر چٹائی پر بلا بستر کے آرام فرماتے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۵۹)

کھجور کی چٹائی

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چٹائی پر آرام فرماتے۔ اور چٹائی کا نشان جسم مبارک پر نمایاں ہوگیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کوئی ایسی چیز لا دوں (نرم بستر چادر وغیرہ) جس کی وجہ سے آپ اس سے (یعنی چٹائی کے کھردرے پن کی تکلیف سے) بچ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا ضرورت مجھے دنیا سے۔ میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کے مانند ہے۔ جو آرام کرنے کے لئے کسی درخت کے نیچے سایہ کے لئے رک گیا ہو۔ پھر کوچ کر جائے اور چلا جائے۔ (ابن سعد صفحہ ۴٦٧، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے راگیر تھوڑی دیر درخت کے نیچے رکنے والا وہاں کیا عیش فراوانی کے اسباب جمع کرے گا۔ اسی طرح دنیا میں آنے والا انسان اس سوار کے مانند ہے۔ جسے دنیا کی حقیقت کا ادراک ہو جائے تو وہ ہرگز ان جھمیلوں میں نہ پڑے گا۔

حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے دن میں (آپ کی مجلس میں) بچھا دیا جاتا۔ جب رات ہو جاتی تو مسجد سے حجرہ مبارکہ میں کر دیا جاتا۔ آپ اسی پر نماز پڑھتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴٦٨، بخاری)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جو کھجور سے بنی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بلا بستر و چادر کے دن کو آرام فرماتے۔ اور دن کو مجلس اس پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر رات میں یہی چارپائی، حجرہ مبارکہ میں کر دی جاتی۔ اسی پر آپ نماز پڑھتے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور مجلس کے لئے الگ الگ چٹائی بھی گوارہ نہ فرمایا۔ جب کہ نہ اس کی کوئی قیمت زیادہ ہوتی تھی اور نہ اس کی کوئی حیثیت تھی۔

تکیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے سے بنا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (مسلم صفحہ ۱۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں والے تکیہ پر ٹیک لگایا تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

چادر چارپائی پر بچھانے والی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک شب رہا۔ (تاکہ

دیکھوں کہ آپ کا شب میں کیا معمول ہے) تو میں نے دیکھا کہ حضرت میمونہ نے ایک چادر لا کر آپ ﷺ کے لئے بچھا دیا۔ (مسند ابویعلی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

فائدہ: مزید چادروں کی تفصیل کے لئے جلد اول کی جانب رجوع کیجئے وہاں بسط تفصیل سے ذکر ہے۔

مصلیٰ

ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔ میں ان کی نواسی ام کلثوم سے آپ ﷺ کے مصلیٰ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے مسجد کی طرف دکھایا۔ تو کھجور کی ایک چھوٹی سی چٹائی تھی۔ اسی پر آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھجور کی بنی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۵۵)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں الصلوۃ علی الخمرہ باب قائم کر کے آپ ﷺ کی چٹائی پر نماز پڑھنے کی سُنّیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۵۵)

مزید آپ ﷺ کے ملبوسات کی تفصیل شمائل کی جلد اول میں ملاحظہ کیجئے وہاں اس کا مفصل ذکر ہے۔

آپ ﷺ کے ترکہ اور جائداد کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہم لوگوں کی وراثت نہیں ہوتی۔ جو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ (یعنی عامۃ الناس پر وقف) ہوتا ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہماری وراثت دراہم و دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوتی۔ جو کچھ بھی ہم لوگ اپنے اہل وعیال کا نفقہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتا ہے۔

(شمائل بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نہ کوئی دینار درہم چھوڑا اور نہ کوئی بکری اور نہ اونٹ۔ (شمائل صفحہ ۲۸)

فائدہ: ان تمام روایتوں میں اس امر کو ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام حضرات انبیاء کرام مع شمول نبی پاک ﷺ جو کچھ بھی مال جائداد چھوڑ جاتے ہیں وہ ترکہ کے طور پر ان کی اولاد اور رشتہ داروں میں تقسیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ بیت المال میں وقف ہو کر عام مؤمنین کے حق میں ہو جاتا ہے۔ اولاً تو حضرات انبیاء کرام کوئی مال یا جائداد جس پر ان کی تنہا خاص ملکیت ہو چھوڑتے ہی نہیں۔ اگر کچھ جن پر ان کا تصرف تھا۔ جو ان کے استعمال میں تھا چھوڑ

جاتے ہیں تو وہ سب بعد میں بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی حال تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے جیسا کہ نسائی کے حوالہ سے حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ ہم انبیاء کی جماعت میں وراثت نہیں چلتی۔

(جلد۱۲، صفحہ۸، عمدۃ القاری جلد۲۱، صفحہ۲۳۲)

حافظ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اپنی اولاد اور اہل عیال کے لئے مال جمع کرنا مقصد ہے۔ (فتح الباری جلد۱۲، صفحہ۸، عمدۃ جلد۲۱، صفحہ۲۳۲)

ازواج مطہرات کو بھی ترکہ کا مال وغیرہ کچھ نہیں ملے گا چونکہ انہوں نے آخرت اختیار کرلیا ہے۔

(جلد۱۲، صفحہ۸)

ان کا مال بیت المال میں اس وجہ سے داخل کیا جائے گا کہ نبی تمام امت کے حق میں مثل والد کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا باپ کا مال ان کی اولاد امتی کو بیت المال سے ملے گا۔ (فتح الباری جلد۱۲ صفحہ۹)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی وراثت علمی ہے

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام دراہم دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح علماء کرام انبیاء کے وارثین ہوتے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ۲۸۲)

خیال رہے کہ اولاً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چھوڑا ہی نہیں تھا۔ کچھ تھا آپ کے تصرف اور صرفہ میں تو اسے آپ نے خود ہی صدقہ میں داخل فرما دیا تھا۔ چنانچہ جویریہ بنت الحارث کی حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی درہم دینار نہ غلام باندی نے اس کے علاوہ کچھ چھوڑا ہاں ایک سفید خچر، کچھ ہتھیار، کچھ زمین، جسے آپ نے خود ہی صدقہ میں داخل فرما دیا تھا۔

چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ فدک کی زمین (جو آپ کے استعمال میں تھی) اسے عام مؤمنین پر صدقہ فرما دیا تھا۔ (جمع الوسائل جلد۲ صفحہ۲۸۲)

اہل سنت والجماعۃ کا مجمع علیہ مسلک ہے کہ آپ کا ترکہ کچھ نہیں تھا جو حضرت فاطمہ وغیرہ کو ملتا۔ باقی ازواج مطہرات وغیرہ کا ضروری نفقہ بیت المال سے حسب موقعہ وضرورت ملتا۔ اور اہل خیر حضرات کی جانب سے نوازشوں کی بارش ہوتی رہتی۔ اللہ پاک کے بہت سے برگزیدہ بندے دنیا سے اس حال میں رخصت ہوتے ہیں کہ ان کی کوئی جائداد مال اور زمین نہیں ہوتی، وہ اپنے نبی کے نقش کی پیروی میں۔ اسی طرح زندگی گزار کر دنیا فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

معیشت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے لوگوں سے) کہتے تھے کہ کیا تم مرضی کے مطابق کھانے پینے میں نہیں ہو۔ میں نے تمہارے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ وہ ردی کھجور بھی نہ پاتے تھے جس سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۶، مسلم صفحہ ۴۱۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۲)

فائدہ: جب کہ ردی کھجور کی کوئی مالیت اور قیمت نہیں تھی۔ مگر اتنی بھی وسعت مالی نہیں تھی کہ بہتر اور تازہ کھجور خرید کر کھا سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم ازواج مطہرات ایک ایک ماہ اس طرح رہتے کہ چولہا جلنے کی نوبت نہ آتی صرف کھجور اور پانی (کھانا تھا)۔ (بخاری صفحہ ۹۵۶، شمائل صفحہ ۲۵)

فائدہ: نہ تو آپ کسب فرماتے اور نہ پکنے کا سامان کہیں سے آتا۔ وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو تبلیغ سے فرصت ہی کہاں ملتی۔ آپ صبح کو گھر سے نکل جاتے تو شام رات ہی کو تشریف لاتے مدینہ تشریف لانے کے بعد کچھ بکریاں ہو گئیں۔ ان کا دودھ نوش فرمالیا کرتے۔ البتہ ۶ ھ کے بعد سے کچھ سہولت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اللہ کے راستے میں اتنا ڈرایا گیا جتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔ اور ہم پر ایک ایک ماہ کے دن رات اس طرح گزرتے کہ ہمارے اور بلال کے لئے اتنا بھی کھانا نہ ہوتا جسے کوئی کھاتا ہاں مگر اتنا جتنا بلال اپنے بغل میں چھپا رکھ لیتے۔ (شمائل صفحہ ۲۶، ابن ماجہ، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اور اہل خانہ مسلسل کئی کئی رات بھوکے رہتے رات کو بھی کھانے کو کچھ نہ پاتے۔ عموماً آپ کا کھانا جو کی روٹی تھا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کوئی کھجور پڑی پاتے تو یہ کہتے صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو اسے کھا لیتے۔ (سبل الہدیٰ، بخاری صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: شدت بھوک سے بھی آپ نہ کھاتے کہ صدقہ کا مال حضرات انبیاء پر حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے پاس تشریف لائے اور آپ بھوکے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے کہا میرے پاس سوکھی روٹی ہے، اور مجھے لحاظ معلوم ہوتا ہے کہ میں اسے پیش کروں۔ آپ نے فرمایا لاؤ اسے ہی۔ آپ نے توڑا اور اسے پانی میں بھگویا۔ وہ نمک لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا کوئی سالن نہیں۔ انہوں نے کہا سوائے سرکہ کے کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا لاؤ اسے بھی۔ وہ لے کر آئی تو آپ نے روٹی پر ڈال دیا اور کھایا۔ الحمد للہ کہا اور فرمایا اے ام ہانی سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے جس گھر میں یہ ہو اس میں فاقہ نہیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۸۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ قربانی کے ایام میں بکری کے پائے کو پندرہ پندرہ دن تک رکھ دیتے تھے اور اسے پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ عابس (جو راوی ہیں) پوچھا ایسا کیوں کرتی تھیں۔ کہا دو دو دن تک ہم لوگوں کو روٹی کے ساتھ سالن نہیں ملتا تھا یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ ۹۷)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کوئی صبح و شام روٹی کے ساتھ گوشت جمع نہیں ہو پاتا تھا۔ ہاں مگر کسی مہمان کی وجہ سے۔ (شمائل صفحہ ۲۵، مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں پر ایک چاند، دو چاند پھر تیسرا گزر جاتا اور گھر میں آگ جلنے کی نوبت نہ آتی۔ نہ روٹی کے لئے اور نہ کسی چیز کے پکنے کے لئے۔ پوچھا اے ابوہریرہ پھر گزر بسر کیسے ہوتا تھا۔ کہا کھجور اور پانی سے۔ اور کہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے انصاری پڑوسی تھے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ ان کے پاس دودھ والے جانور تھے، وہ کچھ دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (بزار، مسند احمد مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۵)

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ وہ روٹی کا ٹکڑا لے کر کہیں سے آئیں۔ تو آپ نے پوچھا یہ ٹکڑا کیا ہے۔ روٹی ہے جسے میں نے پکایا ہے۔ مجھے تنہا کھانا اچھا نہیں لگا اس لئے آپ کے پاس لے کر آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے۔ جو تین دن کے بعد تمہارے باپ کے منہ میں جارہا ہے۔

(سبل صفحہ ۱۹۴، احمد، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ خاندان نبوت کے افراد تین دن تک گیہوں کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھر پاتے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ہمیشہ آپ پر دنیا تنگ ہی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ جب آپ وفات پاگئے تو ہم لوگوں پر دنیا خوب برسنے لگی۔

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں فتوحات کا ایسا سلسلہ نہ تھا جس سے فراوانی ہوتی۔ آپ کی وفات کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حضرات ازواج مطہرات پر بھی فراوانی کا دور شروع ہوا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک دن بکری کا دست حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر سے آیا۔ میں نے آپ کے لئے رکھ دیا۔ آپ اسے کاٹ رہے تھے۔ پوچھا گیا کیا اندھیرے میں ہی۔ کہا اگر چراغ کے لئے تیل ہوتا تو اسے کھانے میں نہ استعمال کرتے۔ اور ہم اہل خانہ پر ایک ایک ماہ گزر جاتا نہ روٹی پکتی۔ اور نہ آگ پر کوئی چیز پکائی جاتی۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ صفحہ ۹۵)

حضرت عتبہ بن غزوان سے روایت ہے کہ ہم نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتوں میں سے سات تھے کہ ہم لوگوں کے لئے درخت کے پتوں کے سوا کوئی کھانا نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے۔ (سبل الہدیٰ)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ قسم خدا کی جس نے محمد کو حق لے کر بھیجا۔ انہوں نے چھلنی دیکھی نہ چھنے آٹے کی روٹی کھائی۔ (مسند احمد، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابودرداء کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کبھی آٹا چھانا نہیں گیا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دسترخوان پر جو کی روٹی نہ تھوڑی بچتی نہ زیادہ۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ دسترخوان اٹھایا گیا ہو اور اس پر روٹی کا ٹکڑا کوئی فاضل بچا ہو۔

فَائِدَہ: بچنا تو اس وقت جب کہ پیٹ بھر جائے اور زائد ہو جائے۔ یہاں پیٹ بھرنے کی مقدار بھی نہیں ہو پاتی تو بچنے کا کیا سوال۔ آج ہمارے دسترخوان کو دیکھئے کس قدر فضلہ رہتا ہے۔ خصوصاً اہل تمول مالداروں کے دسترخوان کو۔ اور شادی بیاہ میں دسترخوان پر ضائع ہونے والے کھانوں کو دیکھئے۔ کس قدر بے احتیاطی ہوتی ہے۔ اور کھانے کی بےقدری ہوتی ہے۔

ابوصالح سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ آپ نے کھایا۔ فارغ ہوئے۔ الحمدللہ کہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ گرم کھانا مجھے اتنے اتنے دنوں سے نصیب نہیں ہوا۔

فَائِدَہ: کھانا گھر میں پکنے اور بننے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ کہ آپ تازہ کھانا کھاتے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیٹ مبارک میں دو قسم کا کھانا جمع نہ ہو پاتا کہ گوشت ملتا تو اس پر کچھ زائد نہیں ہو پاتا۔ اگر کھجور ملتا تو اس پر کچھ زائد نہیں ہو پاتا۔ اگر روٹی ملتی تو اس پر کچھ زائد نہ ہو پاتا۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کھانے کے ساتھ دوسرا سالن وغیرہ بھی جمع ہونے پاتا۔ تنہا روٹی، تنہا گوشت پر ہی گزارا فرما لیتے۔ یہ تو حال گھر کا تھا۔ البتہ دعوتوں میں روٹی کے ساتھ گوشت مل جاتا۔ گوشت روٹی کھانے کا ذکر عموماً

دعوتوں کے ذیل میں ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ تو میں نے آپ کو متغیر پایا۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے آپ کو بدلا ہوا پا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تین دن سے پیٹ میں جو کسی ذی روح کو ملنا چاہئے نہیں پہنچا ہے۔ کعب کہتے ہیں میں وہاں سے چلا۔ دیکھا ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا ہے۔ میں نے اس سے ہر ڈول کے بدلہ ایک کھجور اجرت طے کرلی۔ چند کھجور جمع ہوگئیں تو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔

تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہاں سے لائے اے کعب۔ چنانچہ واقعہ سنایا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۴)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ نہ آپ نے نہ آپ کے اہل نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کھایا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ مسجد میں آئے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ابوبکر سے پوچھا کیسے آئے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس وجہ سے آپ آئے ہیں۔ (یعنی بھوک سے پریشان ہوکر) پھر حضرت عمر بھی آگئے۔ آپ نے ان سے پوچھا اے خطاب کے بیٹے اس وقت کیسے آئے۔ کہا اسی نے (بھوک نے) مجھ کو نکالا جس نے آپ دونوں کو نکالا۔ چنانچہ سب بیٹھے گفتگو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر طاقت ہو تو اس باغیچہ میں چلو کھانا پینا پا لو گے۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول چنانچہ ہم لوگ چلے مالک بن تیہان الانصاری کے گھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے سلام کیا اور اجازت لی۔ اور ابوالہیثم کی بیوی آپ کے سلام کو سن رہی تھی۔ اور چاہ رہی تھی کہ آپ کا سلام زیادہ ہو۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو ابوالہیثم کی بیوی نکلی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول میں نے آپ کے سلام کو سنا لیکن میں آپ کے سلام کو زیادہ چاہ رہی تھی۔ (اس لئے زور سے جواب نہ دیا تاکہ آپ کا سلام ہوتا رہے) آپ نے پوچھا ابوالہیثم کہاں ہیں؟ کہا کہ قریب میں گئے ہیں۔ ہمارے لئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ آیئے ابھی آتے ہیں۔ درخت کے نیچے اس نے چٹائی بچھا دی۔ ابوالہیثم بھی آگئے۔ اپنے گدھے پر سوار پانی کے دو مشکیزے لئے ہوئے۔ ابوالہیثم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ قریب ہوئے۔ خوش آمدید کہا۔ پھر درخت پر چڑھے اور خوشہ توڑا تو آپ نے فرمایا کافی ہے۔ ابوالہیثم نے کہا اے اللہ کے رسول کچا پکا ادھ پکا سب کھایئے (اس لئے ہر قسم کا توڑ رہا ہوں) پھر پانی لے کر آئے۔ سب نے پانی پیا۔ پھر آپ نے فرمایا یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا (کہ تم نے ان کا کیا حق ادا کیا) پھر ابوالہیثم ایک بکری کی جانب متوجہ ہوئے کہ ذبح کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ دودھ

والی نہ کرنا۔ پھر آٹا گوندھا۔ ادھر رسول پاک ﷺ اور صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیٹ گئے تو سو گئے۔ اٹھے تو کھانا تیار ہو چکا تھا۔ پس ان سب حضرات نے کھانا کھایا اور سیراب ہوگئے۔ پھر باقی کھجوریں ابوالہیثم لے کر آئے انہوں نے کھایا۔ حضور پاک ﷺ نے ان کے لئے اچھائی کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ابوالہیثم سے فرمایا (کہ ان کے پاس کوئی خادم نہیں دیکھا تھا) جب میرے پاس غلام آنے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آنا۔ ابوالہیثم نے کہا جب غلام آئے تو میں آپ کی خدمت میں گیا آپ نے ہمیں غلام عطا فرمایا۔ میں نے چالیس ہزار میں مکاتب بنا دیا۔ اس سے بڑی برکت ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوالہیثم کے دعا کی درخواست پر آپ نے یہ دعا دی:

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ"

تَرجَمَۃ: "تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔ نیک لوگ کھانا کھائیں فرشتے دعائے رحمت کریں۔" (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۷)

فَائِدَہ: متعدد احادیث میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے خدا کے گھر تشریف لائے۔ وہاں سے یہ سب حضرات ابوالہیثم کے باغ تشریف لے گئے۔

اس حدیث سے چند فوائد و نکات معلوم ہوئے۔

❶ بھوک فاقہ تنگ دستی و معیشت کی تنگی بری بات نہیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کو عموماً پیش آتا ہے۔ چونکہ کمینی دنیا کی جانب ان کی رغبت اور مشغولیت زیادہ نہیں ہوتی آخرت کی تعمیر اور فکر و خدمت دین کے شغل ایسی مصیبتیں پیش آجاتی ہیں۔

❷ بھوک اور فاقہ کے دفع کرنے کے اسباب کو تلاش کرنا اور اختیار کرنا زہد اور توکل کے منافی نہیں۔

❸ کوئی بے تکلف دوست ہونا چاہئے۔ جہاں بلا اجازت حل پریشانی کے لئے جا سکے۔

❹ بھوک یا پریشانی کے حل کرنے کے لئے کسی بے تکلف دوست و مخلص کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں۔

❺ جس کے پاس جائے اسے چاہئے کہ آنے والے کو آنے پر مبارک باد دے اور الفاظ سے خلوص کا اظہار کرے تاکہ بے بلائے آنے پر اسے کبیدگی نہ ہو۔

❻ میٹھا پانی کا اہتمام زہد و توکل کے خلاف نہیں۔

❼ کھارا پانی نہ پئے بلکہ میٹھے کا انتظام کرے۔

❽ کھانے والے کو کھانے کے متعلق وسعت دے کہ وہ حسب خواہش کھا سکیں۔

❾ کھانے میں وقفہ ہو تو آنے والے مہمان کو کھانا سے قبل کچھ ناشتہ کے طور پر دے دے کہ وقفہ سے بھوک

پریشان نہ کرے۔

❿ اپنے پاس جو حاضر ہو اس کے پیش کرنے میں کوئی لجاجت نہ اختیار کرے۔

⓫ کھانے میں وقفہ ہو تو مہمان کو آرام راحت کا موقع دے۔

⓬ کھانا تیار ہو جائے خود پیش کرے۔ ان کے مطالبہ کا انتظار نہ کرے۔

⓭ مہمان کے لئے سبزی و دیگر طعام کے مقابلہ میں گوشت کو ترجیح دے کہ یہ نبیوں کا کھانا اور تمام کھانوں کو سردار ہے۔

⓮ فارغ ہونے کے بعد دل کے علاوہ زبان سے بھی خیر اور دعائیہ کلمات نکالے۔

⓯ اگر صاحب خانہ دعا کا مطالبہ کرے تو دعا دے دے۔ اور یہ کوئی خلاف شرع نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ مطالبہ دعا سے منع فرما دیتے۔

⓰ دودھ والے جانور کو ذبح نہ کرے۔

⓱ کوئی خادم حتی الوسع ضرور رکھے کہ خدمت و کام میں سہولت ہوتی ہے۔

⓲ بلا بلائے ضرورت کی وجہ سے کوئی آ جائے یا اہل خیر نیک لوگ آ جائیں تو ان کی خلوص کے ساتھ خدمت کر کے ان سے دعائیں لیں۔ ان کو حقیر ذلیل نہ سمجھیں کہ یہ خسارے کی بات ہے۔

عتمہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان نکلے تو ایک انصاری صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا اے اللہ کے رسول کیا بات ہے۔ آپ کے چہرہ انور پر تکلیف کے آثار یا پژمردگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے اس کی جانب دیکھا اور جواب دیا۔ بھوک وفاقہ کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ آدمی دوڑتا ہوا اپنے گھر آیا۔ اور کچھ کھانا وغیرہ تلاش کیا۔ کچھ نہ پایا۔ چنانچہ وہ قریظہ محلّہ چلا گیا۔ اور ایک ڈول پانی پر کھجور کی مزدوری طے کر لی۔ اور جب ایک ہتھیلی بھر کھجور جمع ہو گیا تو لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کھائیے اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا کہاں سے لائے۔ انہوں نے واقعہ سنایا (کہ آپ کے لئے مزدوری کر کے لایا ہوں) تو آپ نے فرمایا خدا رسول سے تم کو محبت ہے؟ کہا ہاں جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے آپ اپنی اولاد بیوی وغیرہ سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا تنگ دستی اور مصائب کے لئے اپنے کو تیار رکھو۔ قسم خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ مجھ سے محبت کرنے والوں کو یہ چیزیں اتنی تیزی سے آتی ہیں جتنی تیزی سے نشیب میں پانی۔ (مجمع الزوائد جلد۱۰ صفحہ ۳۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محبوبان خدا رسول کو دنیاوی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ تکالیف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اسی طرح درجہ بدرجہ مؤمنین مخلصین و کاملین کو ہوتا ہے (مجمع الزوائد ۱۰/۳۱۳)

بخاری کی مشہور حدیث ہے "اشد البلایا بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل" اسی وجہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو مصائب و آلام و امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا دنیاوی تکالیف ناراضگی خدا کی علامت نہیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آدمی از خود ابتلاء و آزمائش میں پڑے۔ بلکہ اس کے مقابل عافیت و خیریت کی دعا مانگے کہ ہوسکتا ہے کہ آزمائش میں پیر ڈگمگا نہ جائے اور بجائے ثواب اور خیر کے گرفت کا ذریعہ نہ بن جائے۔

خیال رہے کہ ماقبل کی روایتوں میں جو آپ ﷺ کی تنگی معیشت، فقر فاقہ اور مہینہ مہینہ بلکہ مسلسل تین ماہ تک گھر میں پکنے ہی کی نوبت نہ آئی۔ اور فقر بھوک سے پریشان ہو کر گھر سے باہر نکل آتے۔ اور کئی کئی دن کھانے کی نو۔ ت نہ آتی۔ یہ صورت آپ کے اختیار سے تھی آپ نے فضل اور ثواب اور عزیمت کی وجہ سے یہ اختیار فرمایا تھا۔ عموماً یہ تنگی شدت کا واقعہ نبوت کے بعد سے خیبر تک کا ہے۔

خیبر کے بعد کچھ سہولت میسر ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے خیبر کے بعد لوگوں کو وسعت ہوئی۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۱)

نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کو اسباب معاش کا کہاں موقعہ ملا۔ تبلیغ دعوت نے ہی آپ کا سارا وقت گھیر لیا تھا۔ آپ صبح کو نکل جاتے شام کے بعد بھوکے پیاسے پریشان حال غمزدہ تشریف لاتے۔ حضرت خدیجہ اور پھر آپ کی صاحبزادیاں آپ کو تسلی دیتیں آپ کے غم میں شریک ہوتیں اسے ہلکا کرتیں۔ رات کو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اسی طرح مکہ میں دس سال گزر گئے۔ پھر مدینہ پاک میں ہجرت کے بعد بھی یہی مشغلہ رہا۔ دعوت تبلیغ و مشاغل جہاد کے علاوہ آپ کے پاس وقت ہی کہاں تھا کہ اسباب معیشت اختیار فرماتے ہاں البتہ مدینہ پاک میں یہ ہوا کہ انصار کے گھرانوں سے دودھ اور دیگر اشیاء حسب موقعہ ہدیۃً آ جاتیں۔ جس سے کچھ سہولت ہوتی اور خیبر کے بعد کچھ زمینوں سے آپ کو سہولت ملی۔ مگر پھر بھی ایثار اور دوسروں کو ترجیح دینے کی وجہ سے کچھ پریشانی اور بے سروسامانی ہی رہتی۔ پھر آپ کی عادت جمع کرنے اور اٹھا کر رکھنے کی نہیں تھی۔ جو آتا اسے جلدی جلدی خرچ کر دیتے۔ شام کو آئے ہوئے پر صبح نہ ہونے دیتے۔ اپنے اصحاب آنے والوں مہمانوں پر وسعت سے خرچ فرماتے چنانچہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو تنگی اور فقر فاقہ کی نوبت کیسے آتی تھی۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مہمانوں اور کثرت سے آنے جانے والوں کی وجہ سے کہ کبھی آپ نہ کھاتے مگر یہ کہ ایک اصحاب کی جماعت آپ کے پاس ہوتی۔ اور ضرورت مندوں کی ایک جماعت مسجد میں کھانا کھاتی۔ اور فتح خیبر کے بعد کشادگی لوگوں میں ہوئی تب بھی کچھ تنگی اور پریشانی رہی۔ اور معاش کا مسئلہ سخت رہا۔ اس لئے کہ ایسی زمین تھی جہاں کھیتی نہیں ہوتی تھی۔ یہاں کے باشندوں کا کھانا صرف

کھجور تھا۔ اسی پر گزر بسر کرتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۱)

آپ ﷺ کا مزاج اور زندگی بڑی سادی تھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صوف کا لباس پہن لیتے۔ جوڑ لگا ہوا جوتا چپل پہن لیتے۔ کھردرا سے کھردرا کپڑا زیب تن فرمالیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام صوف پسند کرتے تھے۔ خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔ گدھوں کی سواری کرتے تھے۔ (ترغیب صفحہ ۲۵۰)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ایسی چادر اوڑھ لیتے تھے۔ جس کی قیمت چھ یا سات درہم ہوتی تھی۔ (بیہقی، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کھانے پینے رہنے اور لباس کے اعتبار سے بڑی سادہ اور تنعم سے دور تھی۔ صوف کا لباس موٹا اور چبھنے والا ہوتا تھا۔ اور ماحول میں کمتر تھا عمدہ نہیں سمجھا جاتا ہے۔ بہت ہی غریب لوگ پہنتے تھے۔ آپ نے سادگی مزاج کی وجہ سے اسے استعمال کیا۔ خود سے دودھ نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی معمولی سے معمولی کام میں عار نہ سمجھتے کر لیتے۔ یا یہ کہ اپنا کام خود کر لیتے۔ خادم یا دوسرے معاونین کے سہارے معلق نہ رکھتے جیسا دنیاوی شرف و جاہ وقار والوں کا مزاج ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر خدائے پاک نے یہ پیش کیا کہ میں بطحاء مکہ کو سونا بنا دوں۔ میں نے کہا نہیں اے رب ایک دن بھوکا رہوں ایک دن پیٹ بھروں، پیٹ بھروں تو تیری تعریف کروں تیرا شکر کروں۔ بھوکا رہوں تو تجھ سے مانگوں گریہ وزاری کروں۔

(ترمذی، احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ احد کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں کہ خاندان رسول کے لئے یہ احد سونا ہو جائے۔ جسے میں خدا کے راستہ میں خرچ کروں۔ (سبل، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آسمان کی جانب دیکھا تو ایک فرشتہ اترتا نظر آیا۔ حضرت جبرئیل نے اشارہ کیا۔ آپ تواضع مسکنت خدا کے لئے اختیار کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمادیا۔ میں نبی عبد بنوں گا (غلام کی طرح نبوت میں

زندگی گزارنا چاہتا ہوں) اس پر حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے ٹیک لگا کر کبھی کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ خدا سے جا ملے۔ (بیہقی فی السنن جلد ۷ صفحہ ۴۹)

فَائِدَہ: یعنی آپ نے غلام مسکین ہی کی طرح زندگی گزاری۔ کھانے پینے میں بھی اسی طرز پر رہے۔

حضرت خیثمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کہا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ساری زمین کے خزانے اور اس کی کنجیاں آپ کو دے دی جائے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی اور نہ آپ کے بعد کسی کو دی جائے گی۔ اور جو اللہ کے نزدیک آپ کو ملے گا (آخرت میں) اس میں کچھ کم بھی نہیں کی جائے گی۔ یا اگر آپ چاہیں تو آخرت ہی میں آپ کے لئے جمع کر دی جائیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے آخرت میں جمع کر دیجئے۔

(ابن جریر جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۰، ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۴، سبل جلد ۷ صفحہ ۷۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔ (ابن عساکر جلد ۹ صفحہ ۱۹)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو خدائے پاک نے اختیار دیا تھا کہ دنیا کے سارے خزانے آپ پر کھول دیئے جائیں۔ احد کا پہاڑ آپ کے لئے سونا بنا دیا جائے۔ شاہوں سے بڑھ کر فراوانی اور تمول کی زندگی گزاریں۔ مگر اس کے مدمقابل آپ نے فقر تنگدستی کی زندگی اختیار کی۔ تواضع مسکنت کی زندگی اختیار کی۔ اسی کو پسند کیا۔ اسی پر پوری زندگی گزار دی اور اسی مسکینی اور غریبی کی زندگی کی دعا کرتے رہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فراوانی اور تمول اور بادشاہوں مالداروں کی زندگی کو دو اہم وجہ سے قبول نہیں کیا۔

1. ایسی زندگی باعث فتنہ ہے۔ کبر دغرور اور آخرت سے بے رغبتی اور دنیا کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔
2. امت کے غریبوں اور مسکینوں کی رعایت میں کہ مسکنت دغربت میں آپ کی موافقت سے خوش رہیں اور آپ کی اقتدا سے تسلی حاصل کریں۔ اور یہ کہ حتی الوسع فروانی اور وسعت مالی کے فتنہ سے بچیں۔ اس کی اہمیت و وقعت دل میں داخل ہو کر آخرت اور اس کے اعمال سے غفلت کا ذریعہ نہ ہو۔

وعظ وتقریر کے سلسلے میں آپ ﷺ کی عادات طیبہ

ہر دن وعظ وتقریر کو پسند نہ فرماتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وقفہ سے وعظ وتقریر فرماتے۔ اس خوف سے کہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

حضرت ابو وائل سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ جمعرات کے دن وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہماری خواہش وتمنا تو یہ ہے کہ آپ ہر دن ہمیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس چیز نے روکا ہے کہ تم اکتا نہ جاؤ۔ میں تمہیں وقفہ سے نصیحت کرتا ہوں۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ ہم لوگوں کو وقفہ سے تقریر فرماتے اس ڈر سے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ ہر دن ہر وقت عام تقریر نہ کرے۔ چونکہ جو چیز ہر دن ہوتی ہے اس کی اہمیت اور وقعت لوگوں سے جاتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اکابرین کا معمول رہا ہے کہ وہ وقفہ وقفہ کے ساتھ مثلاً جمعرات کے دن یا جمعہ کے دن عام وعظ فرماتے۔ اس طرح لوگ وقت نکال کر اور پہلے سے فارغ ہو کر بسہولت خلوص کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ انتظار اور وقفہ سے ہونے کی وجہ سے توجہ اور طلب بھی رہتی ہے۔ اس کے برخلاف ہر دن تقریر اور وعظ سے لوگ اکتا جائیں گے۔ پھر یومیہ وقت کی فراغت اور شرکت بھی ایک مسئلہ ہے کہ مصروف اور مشغول کے لئے یہ مشکل ہے۔ اسی لئے نبی پاک ﷺ اور حضرات صحابہ کرام نے عام ذہنوں اور لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے۔ وقفہ اور ناغہ کر کے تقریر و وعظ کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔

اگر خلاف شرع امور دیکھتے تو فوراً وعظ اور تنبیہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہ کو حضرت عائشہ رقم دے کر آزاد کرنا چاہتی تھیں۔ اس کے برخلاف بریرہ کے آقا نے ولاء کو اپنے لئے مشروط کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کو جب اس کا

علم ہوا۔ ولاء آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور یہاں رقم لینے والا اپنے لئے لگا رہا ہے۔ اور یہ خلاف شرع ہے اور خلاف شرع کی شرط جائز نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فوراً تقریر کی اور زجر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ ایسی شرط لگاتے ہیں جس کی کتاب اللہ نے اجازت نہیں دی ہے کتاب اللہ کے خلاف شرط باطل ہے اگر چہ سینکڑوں شرط کیوں نہ لگا دے۔ اللہ کا حکم ہی اتباع کے لائق ہے۔ اور اسی کے موافق شرط قابل اعتبار ہے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۳۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھے۔ اور لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ یہ ممنوع ہے تو ایسی صورت میں فوراً وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو تنبیہ کرے۔ حکم شرع خوب واضح کر کے بیان کر دیں۔ مداہنت اختیار نہ کرے کہ اس طرح بد دینی کی بات عام ہو کر ماحول میں رائج ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آج کل اسی غفلت سے منکرات کا عموم اور شیوع ہوتا جا رہا ہے۔ اور عامۃ الناس کے ذہنوں سے اس کا شرعاً ممنوع ہونا بھی نکلتا جا رہا ہے۔ اس لئے شروع ہی سے منکر پر نکیر کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ امت کا ایک طبقہ حق پرست ضرور اسے قبول کر کے عمل پیرا ہوگا۔ چونکہ قیامت تک طبقہ حق کے رہنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

عورتوں کے لئے وعظ کا ایک دن مقرر

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے عورتوں نے کہا کہ مرد ہم پر سبقت کر گئے ہیں (کہ ہمیشہ آپ کے پاس رہ کر دینی معلومات کرتے رہتے ہیں) اپنی طرف سے (وعظ و نصیحت کے لئے) ایک دن ہم لوگوں کے لئے بھی متعین فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک دن (وعظ کا) وعدہ فرما لیا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۰)

فائدہ: خیال رہے کہ مردوں کو تو مختلف طریقوں سے دین کی باتوں کے سننے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ مسجدوں میں مختلف مجلسوں میں تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ سے۔ اسی طرح اہل علم و فضل سے ملاقات و حضوری کے درمیان۔ کچھ نہ کچھ باتیں بالقصد اور بلاقصد کانوں میں پڑتی رہتی ہے۔ اور دینی معلومات ہوتی رہتی ہے۔ بخلاف عورتوں کے۔ ان کو بالکل موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے یہ دین سے عموماً جاہل اور محروم رہتی ہیں۔ اس لئے مردوں کو چاہئے کہ ان کو بھی دین کی بات سننے کا موقعہ دیں۔ اہل علم، ارباب اصلاح اور پند و نصیحت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان کے پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے دین کی ضروری باتیں خصوصاً جو منکرات رائج ہیں ان پر سنجیدگی اور حکمت کے ساتھ تنبیہ کرتے رہیں اور اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے رہیں۔ تا کہ عورتوں میں بھی دین کی معلومات رہے۔ خیال

رہے عورتوں میں دین ہوگا تو گھر میں دین ہوگا اور بچوں اور بچیوں میں دین ہوگا۔ مرد میں دینی رغبت پیدا ہوگی۔ اس سے گھریلو ماحول بھی درست ہوگا۔ گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ کہ عموماً عورتوں کی بددینی کی وجہ سے گھر بگڑا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ دین سے دنیا میں بھی اچھائی آتی ہے۔ اور سکون میسر ہوتا ہے۔

مجمع میں وعظ و نصیحت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے تشریف لے گئے۔ اولاً آپ نے نماز ادا کی۔ پھر خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے اور ان میں وعظ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے ہاتھ کے سہارے کھڑے تھے اور حضرت بلال کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں خیرات (روپیہ زیور وغیرہ) ڈال رہی تھیں۔ (مختصراً، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: اس عہد میں عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں بعد میں فتنہ کی وجہ سے منع ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا مجمع دیکھا تو ان کو وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ چونکہ مجمع تھا اور دین نام ہے بھلائی کا۔ مؤمن کے حق میں اس سے زیادہ کون بھلائی اور خیر خواہی ہوسکتی ہے کہ ان کو دین کی باتیں بتائی جائیں۔ جنت میں لے جانے والے اعمال جہنم سے بچانے والے اعمال بتائے جائیں۔ چونکہ مؤمن کی کامیابی یہی ہے کہ جہنم سے بچ کر جنت میں چلا جائے۔ چنانچہ آپ نے صدقہ کی ترغیب دی۔ جو جہنم سے بچانے والے اعمال میں بہت اہم ہے۔ اور عورتوں نے آپ کی باتوں پر عمل بھی کیا کہ اپنے کان اور ناک کے زیورات تک خیرات کر دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں مجمع ہو، لوگ جمع ہوں دین کی بات سنانے کا موقع ہو۔ تو وقت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو دین کی باتیں بتاوے۔ ان کی طلب اور درخواست کو نہ دیکھے کہ اب دین کی اتنی چاہت اور قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح کچھ دین کی بات کان میں پڑ جائے۔ شاید عمل میسر ہو جائے۔ تو ہر ایک کا فائدہ ہو جائے۔

خطبہ اور وعظ و تقریر اما بعد سے شروع فرماتے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی ابتداء اما بعد سے فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کی طرف رخ فرمایا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔ اما بعد! (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

بریرہ کی حدیث ولاء میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اما بعد! (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

فَائِدَہ: متعدد صحاح روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تقریر و خطبہ وعظ و تقریر کے موقعہ پر حمد و صلوٰۃ کے بعد مضمون سے قبل اما بعد فرماتے۔

یہی طریقہ حضرات انبیاء کرام سے بھی منقول ہے خطاب سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ اکابرین و اسلاف کرام سے بھی یہی ثابت ہے۔ یہی ان کا معمول رہا ہے۔

لہٰذا اما بعد کو ترک کرنا۔ جیسا کہ آج کل کچھ رائج ہو گیا ہے۔ قابل توجہ ہے۔ سنت اور محمود طریقہ کے اختیار کرنے سے برکت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مبارک کی کیفیت کا بیان

تلاوت کس طرح فرماتے

حضرت ام سلمہ نے پڑھ کر بتایا "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب العلمین" ہر کلمہ کو الگ صاف صاف پڑھا۔

فائدہ: آہستہ صاف صاف ہر آیت پر رکتے ہوئے تلاوت فرماتے۔

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ حضرت انس نے فرمایا۔ آپ آواز کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔ (شمائل، طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: یعنی آپ کلمہ مدہ کو کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔ جلدی جلدی حروف کو کاٹ کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ لوگ تلاوت میں کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے تھے۔ تو حضرت انس نے فرمایا آپ مد کو ادا کر کے پڑھا کرتے تھے۔ پھر پڑھ کر دکھلایا "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، بسم اللّٰہ" کھینچ کر پڑھا "الرحمن الرحیم" مد کو ادا کرتے ہوئے پڑھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۵۴)

فائدہ: یعنی ہر کلمہ کی الف کھینچ کر صاف صاف پڑھا کرتے تھے کاٹ کر ہضم کر کے نہ پڑھتے اور نہ جلدی جلدی پڑھتے بلکہ مد اور وقف کی رعایت کر کے پڑھتے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت عام طور پر مد کے ساتھ کھینچ کر ہوتی تھی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۴۹۸)

قرأت مد کے ساتھ ہوتی تھی

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا کہ آپ کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ تو انہوں نے کہا آپ مد کرتے تھے۔ (الف ذرا سا کھینچ کر پڑھتے تھے)۔

(بخاری صفحہ ۷۵۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ تو حضرت انس نے جواب دیا مد کے ساتھ (ذرا کھینچ کر) ہوتی تھی۔ پھر مد کے ساتھ پڑھ کر دکھلایا۔ بسم

اللہ میں مد کیا۔ الرحمٰن میں مد کیا۔ الرحیم میں مد کیا (یعنی اللہ کے لام کو رحمٰن کے میم کو اور رحیم کی یا کو مد کے ساتھ (ہلکا سا کھینچ کر پڑھ کر دکھلایا)۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۵۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مد کے ساتھ ہوتی تھی۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مد (ذرا کھینچ کر) ہوتی تھی۔ آپ بسم اللہ کو (یعنی اللہ کے لام کو) ذرا کھینچ کر پڑھتے تھے۔ (الاحسان جلد ۱۴ صفحہ ۶۳۱۷)

فَائِدَہ: یعنی آپ جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کی قرأت الف، واو، یاء میں مد کے ساتھ یعنی کچھ کھینچ کر ہوتی تھی۔ اتنی لمبی بھی نہ ہوتی تھی جسے طول زائد یا طول فاحش کہتے ہیں۔ مثلاً اللہ کے لام کو رحمٰن کے الف کو رحیم کی یاؑ ذرا کھینچ کر پڑھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں یا تکبیر میں اللہ اکبر میں اگر لام کو کچھ کھینچ لیا جائے۔ تو اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں اور مد کے اندر تو کھینچنا سنت سے ثابت ہے۔ بعض حضرات اسے نہایت ہی شدت و تاکید سے بار بار اصرار کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ اولاً یہ کوئی دین کی اساسی اور بنیاوی مسائل میں سے نہیں۔ نہ اس پر نجات و جنت جہنم کا مدار ہے۔ بہت سے بہت اجتہادی اختلافی مسائل فروعی تحقیقات ہیں۔ اہل تحقیق قراء نے تو سات الف تک کھینچنے کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا محض اپنی تحقیق ونظر ورائے کی بنیاد پر ذرا سا کھینچنے کو خلاف شریعت وسنت قرار دینا، اور اسے غلط قرار دینا تحقیق اور وسعت علمی کے خلاف ہے، اور نہ ان امور میں شدت اختیار کرنی چاہئے۔

چنانچہ اللہ کے مد کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

"یمد اللام الی قبل الھاء من الجلالۃ" (جلد ا صفحہ ۹۱)

اسی طرح حاشیہ بخاری میں ہے۔ (جلد ا صفحہ ۷۵۴)

محدث سہارن پوری بذل المجہود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں۔ "یمد اللام التی قبل الھاء من الجلالۃ" (جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

"المذھب الاعدل انہ یمد کل حرف منھا ضعفی ما کان یمدہ اولا وقد یزاد ذلک قلیلا واما فرط فھو غیر محمود" (بذل جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

دیکھئے اس سے صاف اس بات کی اجازت ملتی ہے کہ اللہ کے لام کو کچھ کھینچ کر پڑھنا درست ہی نہیں سنت اور بہتر ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے آپ ﷺ کی قرأت کی کیفیت کے متعلق پوچھا گیا تو ایک ایک کلمہ الگ الگ پڑھ کے صاف صاف بتایا۔ (شمائل صفحہ۲۱، ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: یعنی حضور اکرم ﷺ کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے۔ (خصائل صفحہ۲۶۵)

عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت آہستہ کرتے تھے یا زور سے۔ انہوں نے کہا دونوں طرح پڑھتے تھے۔ تو میں نے کہا تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے اس میں وسعت فرمائی۔ (شمائل صفحہ۲۱، مسلم، ابوداؤد صفحہ۲۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جیسا موقعہ ہوتا۔ نشاط اور انشراح کے اعتبار آپ ﷺ کبھی آہستہ کبھی زور سے پڑھ لیتے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی قرأت رات میں اپنے بستر پر سے سن لیتی تھی۔ (شمائل، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قدر صاف اور کچھ آواز سے آپ تلاوت فرماتے کہ میں بستر پر سے اچھی طرح سن لیتی تھی۔ حدیث میں عریش کا لفظ ہے بعض نے اس سے مراد بستر چارپائی لیا ہے۔

بعضوں نے اس سے مراد چھت لیا ہے۔ چونکہ عریش لغت میں اسے بھی کہتے ہیں جس سے سایہ حاصل کیا جائے۔ جیسے چھت وغیرہ۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۱۳)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ ابن ماجہ ابوداؤد کی روایت میں ہے انا قائمۃ علی فروشی ہے۔ یعنی میں اپنے بستر پر ہوتی۔ ابن مواہب کی روایت میں ہے کہ آپ جوف کعبہ بیچ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور میں اپنی چارپائی پر آواز سن لیتی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ۱۱۴)

حضرت ام ہانی کا مکان حرم سے بالکل قریب تھا۔ اور اب تو ام ہانی کا مکان حرم کے اندر آگیا ہے۔ ان کا مکان رکن یمانی کے سامنے تھا۔

قرأت کتنی بلند ہوتی تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آواز صحن سے سن لی جاتی تھی جب کہ آپ گھر کے اندر سے پڑھتے تھے۔ (شمائل، ابوداؤد، صفحہ۱۸۷، طحاوی صفحہ۲۰۳)

سنن بیہقی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ کریب نے حضرت ابن عباس سے پوچھا آپ کی قرات رات میں کیسی ہوتی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حجرہ میں پڑھتے تھے تو باہر رہنے والا آپ کی آواز کو سن لیتا تھا۔

(سنن بیہقی جلد۳ صفحہ۱۱)

فَائِدَہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کچھ بلند ہوتی تھی۔ نہ بالکل آہستہ نہ بہت ہی زور سے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش الحان تھے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ سورۃ والتین والزیتون پڑھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی انسان کو اچھی آواز والا یا اچھی قرأت والا نہیں پایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۸۳۵)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا مگر حسین صورت اور حسین آواز والا۔ اسی طرح تمہارے نبی نہایت ہی حسین چہرے والے اور نہایت ہی حسین آواز والے تھے۔ اور آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔ (شمائل، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۰۱)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تمہارے نبی صورتاً اور آوازاً دونوں اعتبار سے اچھے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی حسین اور شیریں لہجہ والے تھے۔ قرآن پاک نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ کافرین منکرین رک کر سننے پر مجبور ہو جاتے۔ اور قرأت قرآن میں حسن صوت وخوش الحانی محمود اور مطلوب بھی ہے۔ اور آپ بتکلف آواز بنا کر گانے کی شکل میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ کہ اس پر خود آپ سے وعید منقول ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ کلام الٰہی کو تکلف اور تصنع سے پڑھنا مذموم ہے۔ (جمع صفحہ ۱۱۴)

اچھی آواز سے پڑھنا

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقع پر "انا فتحنا فتحاً مبینا ......"

پڑھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی ترتیل اور حسن صوت کے ساتھ کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔ معاویہ بن قرہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں پڑھ کر دکھلا دیتا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲، شمائل)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی سرور و مستی کے ساتھ خوب درست کر کے قرآن پڑھ رہے تھے۔

حدیث پاک میں لفظ رجع ہے۔ ملا علی قاری نے اس کا مفہوم مد وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے خوش الحانی

کے ساتھ آیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ قرآن کو اچھی آواز سے مزین کرو۔ آپ نے فرمایا ہر شئے کے لئے کوئی چیز باعث زینت ہے۔ قرآن کی زینت اچھی آواز ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۴)

ملا علی قاری نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام کرنا جس سے لوگوں کی بھیڑ لگ جائے۔ لوگ جمع ہو جائیں مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے ایسا کام کرنا مناسب نہیں۔ جس کی بے وقوف لوگ نقل اتارنے لگیں جہلا رد اور انکار کرنے لگیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۵)

یعنی لوگوں کے نزدیک باعث مذاق بن جائے لوگ ان کی نقل اتارنے لگیں۔ لوگ ہنسیں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کہ اس سے ہیئت وقار جاتا رہتا ہے۔ اور اہل علم وفضل کے لئے تو اور مناسب نہیں کہ علم کی جلالت اور وقعت لوگوں کے قلب سے نکل جاتی ہے۔

دوسروں سے قرآن سنانے کی فرمائش کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی پاک ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ۔ اس پر میں نے آپ سے کہا میں آپ کو قرآن سناؤں جب کہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ اپنے علاوہ سے قرآن سنوں۔ (بخاری صفحہ ۷۵۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے بھی قرآن سننا چاہئے اس سے توجہ قلبی اور استغراق زیادہ ہوتا ہے۔

دوسروں کی قرأت سننا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے گھر میں بیٹھ جاتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ ایک شخص نے آپ کو اطلاع دی کہ اے اللہ کے رسول آپ کو نہیں معلوم حضرت ابوموسیٰ اپنے گھر میں بیٹھتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں۔ لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو ایسی جگہ بٹھاؤ جہاں سے وہ ہم میں سے کسی کو نہ دیکھے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ کی قرأت کو سنا۔ (تو ان کی خوش الحانی سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی دی گئی ہے۔ (ابویعلی، مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۰)

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری کی قرأت کو سنا تو کہا تمہارے بھائی کو حضرت داؤد کی طرح خوش الحانی دی گئی ہے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۰)

فَائِدَة: حضرت داؤد علیہ السلام بڑے خوش الحان تھے۔ زبور پڑھتے تھے تو چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ کی خوش الحانی سن کر آپ نے ان کی آواز کو مثل داؤد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو حسن صوت پسند تھا۔ خوش الحانی کی قرأت کو آپ شوق سے سنتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں ایک دن عشاء کے بعد دیر ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہاں تھیں۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی کی قرأت سن رہی تھی۔ اس جیسی قرأت اور اس جیسی اچھی آواز میں نے کسی سے نہیں سنی۔ چنانچہ آپ بھی کھڑے ہوگئے (اور وہاں گئے) میں بھی آپ کے ساتھ ہوگئی۔ آپ نے ان کی قرأت کو سنا۔ (آپ کو بہت پسند آیا) تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ سالم حذیفہ کے غلام؟ تعریف اس اللہ کی جس نے ہماری امت میں ایسا (خوش الحان قاری) بنایا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ مسجد تشریف لائے تو ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (آپ نے اس کی قرأت کو سنا، تو پسند آیا) پوچھا یہ کون ہے۔ کہا گیا عبداللہ بن قیس۔ تو آپ نے فرمایا اس کو خاندان داؤد کی خوش الحانی سے نوازا گیا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن پاک کو اچھی آواز سے مزین کرو۔ (ابوداؤد، جامع صغیر صفحہ ۲۸۰، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۶)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے مزین کرو کہ اچھی شیریں آواز قرآن کے حسن میں زیادتی کرتی ہے۔ (حاکم، جامع صغیر صفحہ ۲۸۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئے کے لئے زیور ہے (جس سے اس کی تزئین ہوتی ہے) قرآن کا زیور خوش الحانی ہے۔ (عبدالرزاق، جامع صغیر صفحہ ۴۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرآن کو خوش الحانی حسن صوت سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۷، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۳)

فَائِدَة: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا باعث فضیلت ہے۔ خیال رہے کہ اس سے مراد گانے کی آواز کی طرح پڑھنا مراد نہیں ہے۔

اصول تجوید کی رعایت کے ساتھ اچھی آواز سے شیریں لہجہ کے ساتھ پڑھنا مراد ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن عربی لحن میں اور اس کی آواز

میں پڑ"ر اہل عشق، اور اہل کتاب کی طرح پڑھنے سے بچو۔

فائدہ: یعنی غزل اور موسیقی اور گانے کی طرح مت پڑھو کہ اہل کتاب موسیقی کے قواعد گانے کی طرح پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

خوش الحان قاری کی آواز خدا کو پسند

فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس باندی والے سے جو اپنی خوش آواز باندی کے گانے کو سن رہا ہو اس سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو قرآن پاک کو اچھی آواز سے خوب کھل کر پڑھ رہا ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

فائدہ: قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا خدا کو کس قدر پسند ہے۔ اس لئے خود بھی قرآن پاک کو اصول تجوید کے ساتھ پڑھے اور اپنی اولاد کو بھی تجوید و اصول قرأت کے ساتھ پڑھنا سکھائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے پاک اس سے زیادہ کسی کی بات کان لگا کر نہیں سنتے جیسا کہ وہ اپنے نبی کی سنتا ہے جو اچھی آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۰۷، بخاری صفحہ ۷۵۱)

یعنی اللہ پاک کو اپنے نبی کی قرأت میں خوش آوازی بہت پسند ہے اور وہ اسے توجہ سے سنتا ہے۔

حسن قرأت کا مفہوم

حضرت طاؤس سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا قرآن کو حسن آواز کے ساتھ اور اچھی طرح پڑھنے والا کون ہے یعنی اس کی کیا علامت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ (دارمی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

مطلب یہ ہے کہ پڑھتے وقت آواز سے خوف و خشیت کی علامت ظاہر ہو رہی ہو۔

گانے کی طرح پڑھنے کی ممانعت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو خوب گا گا کر پڑھے گی۔ اور نوحہ کرنے کی طرح پڑھے گی۔ ان کی گردن تک بھی قرآن کا اثر نہ پہنچے گا۔ ان کے دل فتنہ میں (گناہ و معصیت میں) پڑے ہوں گے اور وہ لوگ بھی جن کے دل میں ان کی قرأت کو پسند کریں گے اور سنیں گے۔ (بیہقی فی الشعب۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

فائدہ: بہت سے قاری خوب گانے کی شکل میں قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ عموماً اسٹیج پر عوام کی داد پانے کے

لئے ایسا کرتے ہیں جس کی ممانعت معلوم ہورہی ہے۔

خیال رہے ترنم کے ساتھ بلا تجوید و اصول قرأت کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا منع ہے کہ ترتیل جس کا حکم خدا نے دیا ہے اس کے خلاف ہے۔

وعدو عید کی آیتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے۔ جب تسبیح کے مقام سے گزرتے تو تسبیح فرماتے جب سوال کی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے۔ جب تعوذ کی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے۔ (مسلم صفحہ ۲۶۴، سبل صفحہ ۵۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی آپ سورۂ بقرہ سورۂ نسا اور آل عمران پڑھ رہے تھے۔ جب کسی خوف کی آیت سے گزرتے تو دعا کرتے اور پناہ مانگتے۔ اور بشارت (جنت وغیرہ) کی آیت سے گزرتے تو دعا فرماتے اور اس کو طلب کرتے۔ (ابوداؤد، سبل)

فائدہ: آداب قرأت میں سے یہ ہے کہ جب وعدہ و بشارت کی آیتوں سے گزرے تو دعا کرتا اور رغبت کرتا گزرے۔ اور جب وعید اور قیامت و جہنم کے دہشتناک آیتوں سے گزرے تو پناہ مانگتا ہوا گزرے۔

کس مقام پر کیا جواب دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب "سبح الاسم ربك الاعلی" پڑھتے تو "سبحان ربی الاعلی" پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۸، جلد ۳۰ صفحہ ۱۰۲)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب (سورۂ تین میں) "الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین" پڑھتے تو آپ یہ کہتے۔ "بلی وانا علی ذلك من الشاهدین"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۲، سبل، روح جلد ۳۰ صفحہ ۱۷۷)

قتادہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سورۂ قیامہ میں) "الیس ذلك بقدر علی ان یحیی الموتی" پڑھتے تو فرماتے "سُبْحَانَكَ وَبَلٰی"

بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ آپ "سُبْحَانَكَ رَبِّی وَبَلٰی" فرماتے۔

(درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۹۶، سبل جلد ۸ صفحہ ۵۰۳، ابوداؤد صفحہ ۱۲۸، القرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمٰن کو ختم تک پڑھا اور پھر فرمایا کہ کیا بات ہے تم کو خاموش دیکھتا ہوں تم سے بہتر تو جن کی جماعت ہے کہ جب بھی "فبای الاء ربکما تکذبان" ان پر پڑھتا تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتے "لا بشیء من نعمك ربنا نکذب فلك الحمد" (جلالین صفحہ ۴۴۴)

رمضان المبارک میں دور فرماتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر سال رمضان المبارک میں جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو قرآن پاک سناتے۔ اور وفات کے سال دو مرتبہ سنایا۔ (سبل صفحہ ۵۰۷، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرماتے۔ جس سال وفات پائی اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ ہر سال جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ایک مرتبہ دور فرماتے۔ اور جس سال وفات پائی اس سال دو مرتبہ دور فرمایا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۲۵۳)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر سال حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ایک مرتبہ دور فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۷۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت میں اہتمام کا بیان

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (اس کثرت سے) پڑھتے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کھاجاتے۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کیوں اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۴، شمائل، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آجاتا۔ آپ سے کہا جاتا ہے آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمادیا ہے۔ کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (شمائل صفحہ ۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل سے طویل سورتوں کی تلاوت فرماتے۔ اور اس قدر طول قیام، لمبی لمبی قرأت کرتے کہ مجھے رحم آجاتا۔ (شمائل ابن کبیر کثیر صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ نساء، سورہ آل عمران، پڑھی اسی قدر رکوع کیا، پھر اسی مقدار سجدہ کیا۔ (شمائل ابن کثیر: ۱۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو اسی آیت کو صبح تک پڑھتے رہے ان "ان تعذبھم فالھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم"

(مختصراً، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۴۹، شمائل ابن کثیر صفحہ ۱۱۲)

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھا کہ کیا کوئی عمل کسی دن کے ساتھ بھی خاص تھا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ اور جو (عبادت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کی طاقت رکھتے تھے تم میں سے اس کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۵)

سائل نے جو آپ کے معصوم ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ معصوم ہیں تو آپ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب مرحمت فرمادیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہ نے میرے سارے گناہ معاف فرما

دیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اس کے ساتھ احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جا رہی ہے۔ وہاں مال مل جائے گا۔ اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔ جیسا کہ نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے واسطے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے۔ (خصائل صفحہ ۲۱۴)

حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح پسندیدہ ہوگی۔ (خصائل صفحہ ۲۱۶)

خلاصہ یہ ہے کہ بندے سے جس قدر بھی عبادت ادا ہو جائے وہ عین مقصد ہے۔ اس وجہ سے خدا کے برگزیدہ بندے عبادت میں ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ دنیا کے مشاغل اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوتے ہیں۔

نیند کا غلبہ ہوتا تو تہجد نہ پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کا غلبہ ہوتا یا کوئی تکلیف ہوتی تو نماز (تہجد) نہ ادا فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند آ جانے کی وجہ سے اگر تہجد (رات میں) نہ پڑھ پاتے دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: یعنی غلبہ نیند کی وجہ سے یا مرض و تکلیف کی وجہ سے آپ تہجد نہ ادا فرماتے بلکہ آرام فرماتے چونکہ یہ نوافل ہے۔ اس میں گنجائش ہونے کی وجہ سے ترک فرما دیتے۔ پھر دن میں اس کی قضا فرما لیتے۔ یا تو اس وجہ سے کہ آپ کے ذمہ واجب تھا۔ یا اس وجہ سے کہ برکت کا سلسلہ قائم رہے۔ کہ آپ کی عادت تھی کہ خیر میں دوام کو پسند فرماتے اور ناغہ نہ فرماتے۔

آخیر عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آخیر عشرہ آتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بستر مبارک اٹھا دیتے اور عورتوں سے الگ ہو جاتے اور شام کے کھانے کو سحری بنا دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیر عشرہ میں جس جدوجہد کے ساتھ عبادت کرتے اتنا اور دنوں میں نہ فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۸۲، بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ماہ مبارک کے آخیر عشرہ میں عبادت میں خوب کوشش فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۵۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور دنوں کے مقابلہ میں ماہ مبارک میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے۔ اور اخیر عشرہ میں تو اور اس کا زیادہ اہتمام فرماتے۔ اسی اہتمام عبادت کی وجہ سے ہمیشہ اعتکاف فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ماہ مبارک میں خصوصاً آخیر عشرہ میں عبادت، تلاوت وغیرہ کا شدت سے اہتمام کیا جائے۔ افسوس درافسوس کہ آج آخیر عشرہ میں عید کی تیاریوں میں لگ کر اس قیمتی وقت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ تاجر دوکاندار تراویح اور جماعت کو قربان کر کے کمینی دنیا کے پیچھے لگ کر عظیم ثواب کے موقعہ کو برباد کر ڈالتے ہیں

اس کا علاج یہ ہے کہ ماہ مبارک سے پہلے عید کی تیاری کر لے۔ ضروریات سے اخیر عشرہ سے پہلے فارغ ہو جائے۔ تاکہ یہ قیمتی وقت نیک کام، عبادت تلاوت و دعاؤں میں گزر جائے۔ بہتر ہے کہ اعتکاف کرے۔ خصوصاً طاق راتوں میں تو ضرور عبادت کرے تاکہ شب قدر کی عظیم دولت پا سکے۔

اخیر عشرہ میں اہل خانہ کو عبادت کی تاکید فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اہل خانہ کو ماہ مبارک کے اخیر عشرہ میں عبادت کے لئے بیدار فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۹۸، الاحسان جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: خود بھی اخیر عشرہ میں اہتمام فرماتے اور اہل خانہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ اور وقت پر جگا دیتے کہ بابرکت وقت ذکر عبادت میں گزر جائے۔

رمضان میں ہر ایک کو نوازتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان کا مہینہ آتا تو تمام قیدیوں کو آزاد فرماتے اور ہر سائل کو نوازتے۔ (ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۳، ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ماہ مبارک میں بہت زیادہ سخی لوگوں کو بخشنے والے ہو جاتے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ماہ مبارک میں چونکہ ہر نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ صدقات خیرات راہ خدا میں خرچ کا ثواب اور دنوں سے زائد ہوتا ہے۔ اس لئے آپ عبادت تلاوت ذکر خدا کے ساتھ راہ خدا میں بھی خود لٹاتے۔

لہٰذا امت کو بھی چاہئے کہ اخیر عشرہ کو غنیمت جانے خصوصاً طاق راتوں میں زیادہ اہتمام کرے۔ تلاوت ذکر اور صدقہ خیرات زیادہ کرے۔

نوافل کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ کا بیان

نوافل گھر میں پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شب میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے گھر گزاری۔ میں تکیہ کی چوڑائی میں (ایک کنارہ پر سر رکھ کر) سو گیا۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لمبائی میں سر رکھ کر سو گئے۔ آپ سوتے رہے یہاں تک کہ قریب نصف رات، کچھ کم یا زائد پر اٹھے۔ اپنے چہرے سے نیند کے آثار دور کرنے لگے۔ پھر سورہ عمران کی آخری دس آیتیں پڑھنے لگے۔ اس کے بعد مشکیزے کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا تھا گئے۔ اس سے پانی لے کر وضو کیا۔ خوب اچھی طرح وضو کیا۔ اور پھر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں میں بھی آپ کے بغل میں کھڑا ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا پھر میرا کان مروڑا۔ پھر آپ نے دو، دو رکعتیں پڑھیں۔ چھ مرتبہ پھر وتر پڑھا۔ پھر لیٹ گئے۔ پھر مؤذن آیا۔ دو ہلکی رکعتیں پڑھیں۔ پھر صبح کی نماز کے لئے نکل گئے۔ (شمائل صفحہ ۱۸، بخاری)

فائدہ: تہجد یہ نماز اسی طرح نوافل آپ باوجودیکہ بالکل مسجد سے متصل رہتے۔ گھر میں پڑھتے تھے۔ ازواج مطہرات کے گھر بالکل مسجد سے متصل تھے۔

عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے پوچھا کہ تم کو کہاں پسند ہے کہ تمہارے گھر میں (نفل) نماز پڑھوں۔ انہوں نے ایک جگہ کی جانب اشارہ کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا (اور نماز پڑھائی) ہم لوگ آپ کے پیچھے رہے آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۶۰)

گھر میں نفل نماز پڑھنے کی تاکید

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں نماز پڑھو، اسے قبرستان نہ بناؤ۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو اسے قبرستان نہ بناؤ۔

(مجمع جلد۲ صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا گھر میں بھی نماز پڑھو۔ اسے قبرستان مت بناؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، مسلم، ابوداؤد)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی اس طرح گھر کو نماز سے خالی مت بناؤ۔

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا گھر میں نماز پڑھا کرو۔ فرض نماز کے علاوہ تمام نمازیں گھر میں افضل ہیں۔ (نسائی، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۸۰)

اسحٰق نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مغرب کی نماز مسجد بنی الاشہل میں پڑھائی تو لوگوں کو دیکھا کہ سنت ونوافل مسجد میں پڑھنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ نمازیں گھر ہی میں پڑھنی چاہئے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا کون سی نماز افضل ہے۔ گھر میں یا مسجد میں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ہمیں نہیں دیکھتے۔ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب۔ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں۔ ہاں مگر فرض نماز (کہ وہ جماعت کے ساتھ مسجد میں افضل ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔ اس قریب اور متصل ہونے کے باوجود آپ کی عادت تھی کہ آپ گھر میں نفل پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابہ کو بھی اس کی ترغیب تاکید فرماتے تھے کہ وہ نوافل وسنن گھر میں پڑھا کریں۔

گھر منور

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے میں نے پوچھا کہ (گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق) تو آپ نے فرمایا۔ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے۔ پس اپنے گھر کو نور سے منور کرو۔

(ابن خزیمہ ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

گھر کا اکرام

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کچھ نمازوں کے ذریعہ سے اپنے گھر کا اکرام کرو۔ (ترغیب صفحہ ۲۸۰)

یعنی نوافل کے ذریعہ گھر کا اکرام کرو اسے باعث برکت اور ملائکہ کی آمد کا باعث بناؤ۔

فائدہ: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے گھروں کو نماز ذکر تلاوت کی برکتوں سے معمور رکھے "نوافل کا مبنی چونکہ اخفا پر ہے" اس لئے ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تاکہ اخفاء کامل ہو ریاکاری سے بعد ہو جائے۔ البتہ فرائض وغیرہ کا جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں۔ (خصائل صفحہ ۲۴۷)

عید سے قبل نفل نہ ادا فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے پہلے کوئی نماز نہ ادا فرماتے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۰)

فائدہ: یعنی عید کے دن عید سے قبل کوئی نماز نہ گھر میں نہ عیدگاہ میں ادا فرماتے۔

گھر میں مسجد بنانے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ اسے پاک صاف رکھیں۔ (ترغیب صفحہ ۹۹، ابوداؤد صفحہ ۶۶)

حضرت سمرہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا کہ امابعد! ہم لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھروں میں مسجد بنانے کا حکم دیتے تھے۔ اور ان کو درست رکھیں پاک صاف رکھیں۔ (ترغیب صفحہ ۱۹۸، ابوداؤد صفحہ ۶۶)

فائدہ: مساجد بیوت کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں کوئی ایسی جگہ خاص کرے جہاں عورتیں وغیرہ تمام فرائض اور نوافل پڑھیں۔ اور مرد نوافل، اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوٰۃ الحاجۃ، تحیۃ الوضو وغیرہ پڑھیں۔ اور ذکر اذکار قرآن کی تلاوت وغیرہ کریں۔ اسی مقام پر عورتیں اعتکاف وغیرہ بھی کریں۔ البتہ یہ شرعی مسجد کے حکم میں نہیں ہوگا۔ جنابت کی حالت میں جانا جائز ہوگا۔ ایسی جگہوں کو پاک اور معطر رکھیں کہ باعث برکت اور نزول اور قیام ملائکہ کی جگہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ انصار کے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ تشریف لائیں میرے گھر میں مسجد کا نشان لگا دیں جہاں میں نماز پڑھا کروں۔ نابینا ہونے کے بعد انہوں نے ایسا کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵)

فائدہ: بخاری میں ان کا طویل واقعہ ہے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے برکت کے لئے آپ سے درخواست کی کہ گھر کے کسی حصہ میں آپ نماز پڑھ دیں میں اسی جگہ پر نماز پڑھا کروں گا۔ چنانچہ ایک کونے میں آپ نے نماز پڑھ کر ان کی فرمائش پوری کر دی۔ (بخاری صفحہ ۶۰)

خلاصہ ان ترغیبی اور تاکیدی روایتوں کا یہ ہے کہ گھر میں برکت کے لئے نماز ذکر تلاوت کے لئے ایک جگہ

متعین کرے۔اسی وجہ سے محدثین نے گھروں کے مساجد پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں مساجد البیوت سے اور امام ابوداؤد نے اپنے سنن میں اتخاذ المساجد فی الدور سے اسی کی تاکید کی ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے گھر میں کوئی مقام ایسا متعین کرے جہاں نماز ذکر تلاوت وظائف وعیرہ ادا کیا کرے۔ ایسے حصے کے انوار اور برکات سے تمام گھر پرنور اور بابرکت ہوتا ہے۔ اجنہ خبائث وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے۔

(بخاری صفحہ ٦٠)

برکۃً لوگوں کے گھروں میں نوافل کے متعلق ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ خصائل“

بطور برکت نماز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دادی ملیکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی دعوت کی جسے خود انہوں نے بنایا تھا۔ آپ تشریف لے گئے اور کھایا۔ آپ نے فرمایا (گھر والوں سے) کھڑے ہو جاؤ۔ تمہارے لئے نماز پڑھ دوں۔ (یعنی برکت اور دعا کے لئے)۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۵، طحاوی جلد ا صفحہ ۱۸۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ تو گھر کے ایک حصہ کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ زمین پر چھڑکاؤ کیا وہاں آپ نے نماز ادا فرمائی اوران کے لئے دعا کی۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی خواہش پر یا از خود وقت ہو اور بہتر سمجھے تو نفل نماز پڑھ دے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ داعی کے گھر برکت کے لئے نماز نفل پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ملیکہ کا ارادہ دعوت سے برکۃً نماز کا تھا۔

بلانے پر دعوت قبول فرمالیتے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ اور جب تیز بارش ہوتی ہے تو میں مسجد میں نہیں آسکتا۔ کہ ان کو نماز پڑھاؤں میں چاہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں میں اسی کو نماز کی جگہ کے لئے منتخب کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا انشاء اللہ آجاؤں گا۔

عتبان کہتے ہیں دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن چڑھے تشریف لے آئے۔ آپ نے اجازت لی۔ میں نے اجازت دے دی۔ ابھی داخل ہوکر بیٹھ ہی پائے تھے کہ فرمایا۔ کہاں چاہتے ہو کہ تمہارے گھر میں نماز پڑھوں۔ میں نے گھر کے ایک کنارہ کی جانب اشارہ کیا۔ آپ کھڑے ہوئے تکبیر فرمائی۔

ہم لوگ بھی کھڑے ہوئے اور صف بندی کر لی۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۶۰)

فَائِدَہ: حضرت عتبان کی اس روایت کو امام بخاری نے متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ ایک نابینا انصاری صحابی تھے۔ عذر خصوصاً تیز بارش کے موقعہ پر مسجد تشریف نہیں لا سکتے تھے تو آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے گھر پر تشریف لا کر نماز پڑھ دیں۔ برکۃً اسی جگہ کو میں نماز کی جگہ بنا لوں گا اور پڑھا کروں گا۔ علامہ عینی نے عمدہ القاری میں اس کی شرح میں اس حدیث سے بہت فوائد بیان کئے ہیں۔

1. گھر میں کسی جگہ نماز کے لئے خاص کر لینا۔
2. تبرکاً کسی نیک و صالح آدمی سے نماز پڑھوانا اور اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا۔
3. بڑوں اور بزرگوں کو برکت کے لئے بلانا۔
4. صاحب خانہ کا کسی نیک و صالح کی آمد پر ان سے نماز و امامت کی درخواست کرنا۔
5. اہل فضل کو گھر بلا کر کھانے سے اکرام کرنا وغیرہ۔ (عمدۃ القاری جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

ذکر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ کا بیان

ہمیشہ ذکر خدا میں سرشار رہتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت ذکر فرماتے رہتے تھے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب کثرت سے ذکر کرتے تھے۔

(الدعا طبرانی صفحہ ۱۶۳۷، الاحسان جلد ۱۴، صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی آن کوئی لحہ شب و روز صبح و شام کا ایسا نہ گزرتا جس میں آپ ذکر خدا نہ کرتے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ذکر خدا سے رطب اللسان رہتی۔ کسی وقت بھی آپ ذکر خدا سے خالی نہ رہتے۔ حضرات انبیاء اولیاء، خدا رسیدہ برگزیدہ صالح نیک ومتقی کی پہچان یہی ہے کہ ان کی زندگی خدا کے ذکر ہی میں مشغول رہتی ہے۔ دن رات کا کوئی وقت یاد خدا سے غافل نہ ہوتا۔ ہمہ وقت ذکر دعا و امتثال احکام الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ زندگی کا اولین مقصد ذکر و عبادت ہی ہوتا۔ یہی معرفت و وصول الی اللہ کی پہچان اور اسباب ہیں۔ قرآن و احادیث کا ایک متعدد بہ حصہ اسی کے فضائل اور اہمیت پر وارد ہے۔ عبد کی شان یہی ہے کہ وہ ہمہ وقت مولیٰ کی اطاعت اور اس کی یاد میں سرشار رہے کہ وہی محبوب وہی معشوق وہی مقصود وہی منزل وہی ماوی وہی منتہی ارادہ ہے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس کی کثرت کی تاکید آئی ہے۔ اور ذکر خدا سے رطب اللسان رہنے کی بڑی فضیلت وثواب منقول ہے۔

چنانچہ حدیث معاذ میں ہے خدا کا محبوب عمل یہ ہے کہ موت آجائے اور ذکر یاد خدا سے رطب اللسان ہو۔

حضرت ابومخارق کی روایت میں ہے کہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کے نور سے منور ایک شخص کو دیکھا۔ جو دنیا میں خدا کے ذکر سے رطب اللسان رہتا ہے۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)

ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن بندوں میں سے افضل ترین بندہ وہ ہوگا جو کثرت سے ذکر کرنے والا ہوگا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک منقول ہے کہ جسے ان چیزوں سے نوازا گیا ان کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں سے نواز دیا گیا۔

❶ قلب شاکر، زبان ذاکر، مصائب پر صابر، مطیع و امانت دار بیوی۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

اور معاذ بن انس کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ذکر کرنے والے کا تذکرہ آسمان پر فرشتوں کی جماعت میں کیا جاتا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

ان جیسے دیگر فضائل واہمیت وثواب کے پیش آپ ﷺ اور خدا کے برگزیدہ بندے ذکر خدا سے کسی وقت زبان خالی نہیں رکھتے۔

آپ ﷺ کے مختلف موقعوں کے مختلف اذکار نماز کے بعد

معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد یہ ذکر فرماتے تھے

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

(بخاری صفحہ ۹۳۷، صفحہ ۱۱۷، ابوداؤد صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تکبیر کے سننے سے ہم لوگوں کو آپ کی نماز کے ختم کا علم ہوتا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۶)

مطلب یہ ہے کہ آپ نماز کے بعد اللہ اکبر زور سے فرماتے۔

بیچ رات میں کیا ذکر فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیچ رات میں بیدار ہوتے تو یہ ذکر فرماتے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ"

(حاکم جلد ا صفحہ ۵۴۰، الدعا طبرانی صفحہ ۱۱۵۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو تین مرتبہ فرماتے۔ "لا الٰہ الا اللّٰہ" (الدعا صفحہ ۱۱۵۵)

ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے دروازے کے سامنے رات میں سویا کرتا تھا۔ آپ رات میں اٹھتے تو یہ ذکر فرماتے۔ "سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّي وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (الدعا صفحہ ۱۱۵۶، ادب مفرد صفحہ ۳۵۷)

فجر کے بعد اشراق تک ذکر فرماتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد اسی جگہ ذکر فرماتے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷، طبرانی، سبل جلد ۸ صفحہ ۱۷۲)

فَائِدَہ: آپ ﷺ کی ہمیشہ عادت طیبہ تھی کہ اسی جگہ مصلی پر بیٹھتے کبھی خواب معلوم فرماتے اور اس کی تعبیر دیتے بلا معلوم کے بہر صورت سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہتے۔ سورج بلند ہونے پر اشراق کی نماز ادا فرماتے پھر مسجد سے تشریف لاتے۔

مجلس سے اٹھتے بیٹھتے ذکر فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مجلس سے اٹھتے بیٹھتے ذکر کیا کرتے تھے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۶، شمائل صفحہ ۲۳)

فَائِدَہ: یہ دراصل قرآن پاک کی آیت "الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعودا" پر عمل ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام اور عارفین کی شان ہے۔

توبہ واستغفار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ معمولات کا بیان

یومیہ استغفار کا معمول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں "اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" دن میں ستر مرتبہ پڑھتا ہوں۔ (ترمذی، طحاوی صفحہ ۳۶۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ "اَسْتَغْفِرُاللّٰہِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" تین مرتبہ پڑھتا ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے حذیفہ تم استغفار سے کہاں ہو۔ میں ہر دن سو مرتبہ استغفار وتوبہ کرتا ہوں۔ (حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو توبہ کرو میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۷، مسلم صفحہ ۳۴۶، ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے ایک سال قبل ہی اس کلمہ کا التزام فرما رہے تھے۔

"سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے اس کلمہ کا التزام کیوں فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے رب نے مجھ سے عہد کیا یا حکم دیا اسی کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے "اذا جاء نصراللّٰہ" آخر تک پڑھی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۶۱۲)

فائدہ: اس سورہ مبارکہ میں وفات کی جانب اشارہ ہے کہ آپ کی تبلیغ ورسالت کی ذمہ داری پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے آپ حمد واستغفار میں مشغول ہو جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم مجلس میں شمار کرتے رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمِ" سو مرتبہ پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۲، ترمذی، ابن ماجہ، ادب مفرد)

سعید بن ابی بردہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت تک صبح نہیں کرتا جب تک کہ سو مرتبہ استغفار نہ کرلوں۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ باوجود بخشے بخشائے اور معصوم ہونے کے اہتمام سے استغفار کرتے تھے۔ تو ہم جیسے گنہ گاروں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کا التزام اور اہتمام چاہیے۔

خیال رہے کہ چونکہ آپ ﷺ معصوم تھے آپ کا استغفار گناہوں کفارے کے لئے نہیں رفع درجات کے لئے تھا۔ یا یہ کہ آپ ﷺ کا استغفار امت کے لئے تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر خوش ہو اسے چاہیے کہ کثرت سے استغفار کرے۔ (بیہقی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو استغفار کا التزام کرے گا۔ ہر پریشانی سے خدا اسے نجات دے گا۔ ہر قسم کی تنگی سے نکلنے کا اسے راستہ ہموار کرے گا۔ اور اسے ایسے مقام سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، نسائی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۶۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ استغفار کی فضیلت اور ترغیب کے متعلق بے شمار احادیث ہیں۔ جس سے دینی دنیاوی بے شمار فوائد وابستہ ہیں آپ ﷺ کا معصوم ہو کر التزام کرنا۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کیا اسوہ حسنہ اور داعیہ عمل ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک کو ہمیشہ اس کا التزام چاہیے۔ مزید استغفار کی اہم فضیلت کے لئے اس سلسلے کی آخری جلد الدعاء المسنون (مطبوعہ) میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک تریسٹھ سال میں ہوا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور وحی کا سلسلہ چلا پھر ہجرت کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ دس سال ہجرت کے بعد رہے۔ اور عمر کے تریسٹھویں سال میں وصال ہو گیا۔
(بخاری جلد اصفحہ ۵۵۲)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں دس سال رہے۔ اور نبوت سے قبل مکہ میں چالیس سال رہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ نبوت کے بعد مکہ میں کس قدر رہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تیرہ سال رہے۔ اسی اعتبار سے آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہوتی ہے۔ علامہ میرک نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق تین روایتیں ہیں ① ساٹھ سال ② پینسٹھ سال ③ تریسٹھ سال۔ یہی تیسری روایت اصح اور مشہور ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس اور معاویہ سے نقل کیا ہے۔ اسی تریسٹھ سال والی روایت پر علما کا اتفاق ہے۔ اور باقی روایتوں کی تاویل کی گئی ہے کہ جس والی روایت میں راوی نے عدد کسر کو چھوڑ دیا ہے۔ اور پینسٹھ کی روایت کی تاویل یہ ہے کہ سن ولادت اور سن وفات کو بھی شامل کیا ہے۔

حضرت معاویہ کی تریسٹھ سال کی تمنا پوری نہ ہوئی

حضرت جریر نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ نے خطبہ میں بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات تریسٹھ سال میں ہوئی۔ اور میری بھی تریسٹھ سال میں ہوگی۔ (شمائل)
ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی خواہش اور خیال تھا کہ میری بھی وفات تریسٹھ سال میں ہوگی مگر ان کی یہ تمنا و خواہش پوری نہ ہوئی۔ ان کی ۸۰ ہجری میں وفات ہوئی۔ ہاں البتہ اس کا ثواب نیت پر پا گئے۔ کہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اس میں حضرت عثمان و علی کی عمر کے متعلق نہیں بیان کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت بیاسی، اٹھاسی سال میں ہوئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر شہادت کے وقت تریسٹھ، پینسٹھ، ستر، سال تھی جیسا کہ روایتوں میں اختلاف ہے۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

امت محمدیہ کی اکثریہ عمر

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہے۔ یعنی اکثر لوگ یہ عمر پائیں گے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۵۰، ترمذی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہے۔ کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۴۵۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کی عمر بہت زائد ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت آدم ونوح عَلَیْہِمَا السَّلَامُ کے عہد میں ہزار سے زائد عمر ہوتی تھی۔ ہماری امت کی عمر اکثریہ ساٹھ ستر سال تک ہوگی۔ اسی درمیان اکثر لوگ وفات پا جائیں گے۔ گویا ساٹھ سال طبعی عمر ہوگی۔ اس سے اشارہ ہے کہ اس عمر کے قریب آکر اپنے عمل کا جائزہ اور محاسبہ کرے۔ اور دنیا کے جھمیلوں سے فارغ ہو کر ذکر عبادت الٰہی میں وقت صرف کرے۔ کہ عمر طبعی پوری ہو چکی ہے نہ معلوم کب موت آ جائے۔

چند متفرق پاکیزہ عادتوں کا بیان

جوتا کھول کر بیٹھتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بیٹھتے تو جوتا کھول دیتے۔ یعنی جوتا پہنے ہوئے نہ بیٹھتے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۵۴)

فائدہ: مجلس میں جوتا چپل کھول کر بیٹھنا سنت اور ادب ہے۔ اور اسی میں راحت ہے۔ بعض لوگ جوتے اور چپل پہنے ہی مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ سو اس میں بیٹھنے والے کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ اور خلاف سنت بھی ہے۔ خیال رہے کہ سنت و شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں وہ سب راحت کے امور ہیں۔ اب مزاج ہی بدل جائے تو دوسری بات ہے۔

صبح کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھے رہتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اسی جگہ بیٹھتے رہتے اٹھتے نہیں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آجاتا۔ (سورج نکل کر اشراق کا وقت ہو جاتا) اور فرماتے جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجائے (اور نماز پڑھ لے) تو اس کے لئے دو حج و عمرہ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اسی جگہ بیٹھے رہتے سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اسی مقام پر مصلّٰی پر بیٹھے ذکر میں مشغول رہتے پھر اس کے بعد دو رکعت اور یا چار رکعت نماز ادا فرماتے۔ اس کی مزید تفصیل جلد ششم میں ملاحظہ کیجئے۔

کسی کا نام یاد یا معلوم نہ ہوتا تو

ایک انصاری سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جب کسی کا نام معلوم نہ ہوتا تو اسے اے عبداللہ کے بیٹے کہہ کر پکارتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: کسی کا نام معلوم نہ ہوتو اے کہہ کر نہ پکارتے۔ بلکہ عبداللہ، بندہ خدا کہہ کر پکارتے کہ تمام انسان خدا

کے بندے ہیں۔

عید کے دن بلا کھائے تشریف نہ لے جاتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن بلا کچھ کھائے (عید کی نماز کے لئے) تشریف نہ لے جاتے۔ (الاحسان جلد ۷ صفحہ ۲۸۱۲)

فائدہ: مسنون ہے کہ عید کی نماز سے قبل کچھ میٹھا کھا لیا جائے۔ اس کے برخلاف بقر عید کے لئے بغیر کچھ کھائے نماز کے لئے جانا مسنون ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ہاتھ کو سادہ بلا مہندی کے پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہ فرماتے کہ عورت کے ہاتھ کو بلا مہندی کے دیکھیں۔ (اداب بیہقی صفحہ ۳۷۹، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۴)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک تم ہاتھ میں مہندی نہ لگا لوگی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۴)

ایک صحابیہ جسے دونوں قبلے کی جانب نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا مہندی لگاؤ، تم میں سے کوئی مہندی نہ چھوڑے کہ اس کا ہاتھ مرد کی طرح ہو جائے۔ چنانچہ اس نے آپ کے فرمان مبارک کی وجہ سے کبھی مہندی کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر ہوگئی اور مہندی لگاتی رہتی۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا عورتوں کے ہاتھ بلا مہندی کے آپ پسند نہ فرماتے۔ اور لگانے کی تاکید فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ بلا مہندی کے بیعت نہ فرماتے۔ شرح احیاء میں ہے کہ عورتوں کو مہندی سنت ہے اور چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دیار میں جو مہندی صرف عید بقر عید میں لگاتی ہیں اور باقی ایام چھوڑے رکھتی ہیں مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ خیال رہے یہ حکم عورتوں کے لئے ہے مردوں کو لگانا حرام ہے۔

وفود یا مہمان کی آمد پر عمدہ لباس زیب تن فرماتے

حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے مہمان کرام کی آمد پر کپڑے زیب تن فرماتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیتے۔ (کہ وہ بھی عمدہ کپڑے پہنیں)۔

(فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: اکراماً آپ ایسا فرماتے۔ اس سے باہر آئے خالی الذہن لوگوں میں اہمیت اور وقعت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے بہت سے مصالح اور منافع وابستہ ہیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔

آپ ﷺ بخشش وعطا وصدقہ خیرات میں کسی کو واسطہ نہ بناتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ صدقہ خیرات فرماتے تو خود اپنے ہاتھ سے فرماتے کسی کے حوالہ نہ فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰، فیض القدیر صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: علامہ مناوی نے لکھا ہے کسی کے حوالہ اور کسی کے ذمہ اس وجہ سے نہ فرماتے کہ اس میں کما حقہ انجام نہ دینے کا شائبہ اور گمان رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے جس کے حوالہ کر کے آپ مطمئن ہوگئے اس نے نہ دیا۔ تاخیر کر دی۔ یا اس نے اپنی رائے کو دخل دے کر کے کچھ تصرف کر دیا۔ بہر حال حکمت اور مصلحت خصوصاً اس زمانے میں یہی ہے خود انجام دے مزید ایک نیک کام خود ادا کرنا ہے۔

آپ ﷺ لوگوں کی خدمت کو پسند فرماتے

حضرت سعد مولی ابی بکر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کوئی خدمت کرتا تو آپ اسے پسند فرماتے تھے۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: خدمت پسند فرمانا اس وجہ سے تھا کہ لوگوں کا مزاج خدمت ورعایت کا بنے۔ خدمت اور ایک دوسرے کے کام آنا ماحول میں رائج ہو۔ اس سے ایک دوسرے سے خوشگوار رہتی ہے۔ محبت وانس کا ماحول رہتا ہے۔ مزید تفصیل خدمت اور خادموں کے بیان میں دیکھئے۔

لوگوں سے الگ نہ ہوتے جب تک وہ الگ نہ ہوتا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ لوگوں سے (مثلاً بات کرتے ہوئے) اس وقت تک الگ نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود الگ نہ ہو جاتا۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے ملاقات فرماتے تو اپنا کان لگا کر اس کی بات سنتے رہتے اور اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک وہ آدمی خود جدا نہ ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بات کرنے والے کی رعایت اور محبت میں اس وقت تک علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود نہ الگ ہو جاتا۔

آپ ﷺ بڑے مہربان اور رعایت کرنے والے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ مہربان اور رعایت کرنے والے تھے۔ کوئی غلام یا باندی یا بچہ سخت جاڑے میں پانی لاتا (از راہ برکت کہ آپ اس میں ہاتھ ڈال

دیں) تو آپ ہاتھ بازو دھوڈالتے یا اور کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کی جانب ضرور توجہ فرماتے۔ (بے توجہی اختیار نہ فرماتے)۔ (مطالب عالیہ جلد۴ صفحہ۲۴)

فائدہ: آپ ﷺ غایت درجہ لوگوں پر شفیق ومہربان تھے۔ لوگوں کو نفع پہنچانے میں اپنی راحت کا بھی خیال نہ فرماتے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی یہی پہچان ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ لوگوں میں بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے جو خدا کے بندوں کو نفع پہنچاتا ہے وہی خدا کی جانب سے نفع کا مستحق ہوتا ہے۔

جمعہ وعیدین کے دن خاص کپڑوں کا اہتمام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے دو کپڑے تھے جسے جمعہ کے دن زیب تن فرماتے۔ (مجمع صفحہ ۱۷۹، مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جمعہ وعیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے عیدین میں آپ زیب تن فرماتے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر بہترین خوشنما نیا لباس جو عموماً اور دنوں میں نہیں استعمال کیا جاتا ہے مسنون اور بہتر ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں دیگر فرائض کو تو چھوڑ دے اور اس ادب اور مسنون کا اتنا اہتمام کرے کہ گویا ضروری اور لازم معلوم ہو ممنوع اور شریعت کے خلاف ہے۔

مہمان کی خدمت خود فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ گدھے پر سوار ہو جاتے۔ موٹا صوف پہن لیتے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ خود مہمانوں کی خدمت کر لیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۰)

خیال رہے کہ مہمان کی خود خدمت کرنی مسنون اور بہتر ہے۔ بسا اوقات دوسرے کے حوالہ کرنے سے حق تلفی ہو جاتی ہے۔ اور مہمان اس میں اکرام کی کمی محسوس کرتا ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے۔ باب خدمة الرجل الضيف بنفسه (صفحہ ۲۲۴) آدمی اپنے مہمان کی خدمت خود کرے۔

اس سے مقصد ترغیب وتاکید ہے کہ مہمان کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے۔ خصوصاً اہل علم وفضل وصاحب شرف وقار ہو۔ ہاں اگر معذور ہو، یا کوئی عذر ہو، یا مہمان کی کثرت آمد ہو یا آنے والے تلامذہ اور مسترشدین حضرات ہوں تو پھر اجازت ہے۔ کہ کوتاہی پر شکایت کی امید نہیں۔

آپ ﷺ لوگوں کے مرتبہ کی رعایت فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سائل آیا تو آپ ﷺ نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص گزرا جس پر پھٹے کپڑے تھے۔ آپ ﷺ اٹھے پھر بٹھایا اور کھلایا۔ آپ سے پوچھا گیا (ایسا کیوں ہو) آپ نے فرمایا لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵)

فائدہ: حق اور حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو اس کے مرتب پر اتاریں۔ یعنی اس کے ساتھ اکرام کرنے میں اس کی مرتبہ کی رعایت رکھیں۔ ظاہر ہے کہ ایک عالم ربانی اور بازاری آزاد شخص کا ایک مرتبہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ایک جیسا برتاؤ اور معاملہ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے مشہور مقولہ ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ لہٰذا ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر اس کے ساتھ معاملہ کرے۔

آپ ﷺ باوضو رہتے

ابراہیم نے بیان کیا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ ﷺ جب پاخانہ سے نکلتے تو وضو نہ فرماتے۔

(طحاوی صفحہ ۵۵، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: باوضو رہنا مسنون ہے۔ اور نور پر نور ہونے کا باعث ہے۔ مزید یہ ہے کہ جب چاہا قرآن پاک پڑھ لیا۔ نماز پڑھ لی۔ خصوصاً سفر کے موقعہ پر بڑے فوائد ہیں۔ وقت پر بسا اوقات پانی نہیں ملتا۔ نماز قضاء نہیں ہوتی۔ یا جہاں موقعہ دیکھا پڑھ لی۔

حفظ خدا کی دعا دیتے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کسی سفر میں تھے لوگوں کو پیاس لگی۔ تیزی سے چلنے لگے۔ (یعنی اِدھر اُدھر تلاش میں دوڑنے لگے) میں اس رات آپ کے ساتھ چمٹا رہا۔ (آپ کی حفاظت کے خاطر) تو آپ نے فرمایا خدا تجھے محفوظ رکھے جیسا کہ تو نے اپنے نبی کی حفاظت کی۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: آپ ﷺ نے خدمت اور دشمنان سے حفاظت کرنے کی وجہ سے "حفظك الله" کی دعا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا حفاظت میں رکھے۔ "حفظك الله" کی دعا مسنون ہے اور سنت سے ثابت ہے۔ حالت سفر میں جانے والے کو بھی یہ دعا دینی آپ سے ثابت ہے۔

نکاح میں شہرت واعلان کو پسند فرماتے

ابوالحسن المازنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو چپکے چپکے نکاح پسند نہ تھا۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو۔ اور

اسے مسجد میں کیا کرو۔ اور اس پر دف بجاؤ۔ (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے)۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷)

فَائِدَہ: نکاح میں آپ اعلان اور شہرت کو پسند فرماتے۔ اور یہی شرعی حکم بھی ہے۔ چپکے چپکے یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اسی لئے آپ مسجد میں نکاح فرمانے کا حکم دیتے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے۔ اور اس میں بڑی حکمت ہے۔

نیک عمل میں ہمیشگی اختیار فرماتے

حضرت سعید مقبری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کسی نیک عمل کو شروع فرماتے تو اس پر مداومت اختیار کرتے جمے رہتے۔ ایسا نہ کرتے کہ ایک مرتبہ کرتے پھر چھوڑ دیتے پھر کرتے۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو عبادت میں دوام اور ہمیشگی پسند تھا گو وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری صفحہ ۹۵۷، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۹)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ آپ اس عمل کو محبوب و پسند فرماتے تھے جس پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کیا جائے۔ گو وہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی، نسائی، جامع صغیر صفحہ ۶۵۱۶)

فَائِدَہ: علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ شروع کر کے چھوڑ دینے میں ایک قسم کا اعراض ہے جو یقیناً مذموم ہے۔ خیال رہے دوام اور استمرار سے اس کے منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جو اس کے خلاف حاصل نہیں ہوتا۔ دوام کو تاثیر میں دخل ہے۔ چنانچہ پانی دواماً گرنے سے پتھر میں گڑھا پیدا کر دیتا ہے۔

تعجب کے وقت سبحان اللہ کہتے

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیدار ہوئے (تعجب کرتے ہوئے) فرمایا سبحان اللہ کیسے خزانے کیسے کیسے فتنے نازل ہوئے۔ ان حجرے والیوں کو نماز کے لئے کون جگائے گا۔ کتنی ایسی عورتیں ہیں جو دنیا میں کپڑے پہننے والیاں اور آخرت میں ننگی رہنے والی ہوں گی۔ (بخاری صفحہ ۵۲)

فَائِدَہ: امت پر آئندہ آنے فتنوں کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو انکشاف ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی تعجب خیز موقعہ پر سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ تکبیر نہیں کہنی چاہئے۔

جب کسی تکلیف کا احساس ہوتا تو معوذتین پڑھ کر دم فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بیمار ہوتے۔ اور تکلیف ہوتی تو اپنے اوپر معوذتین پڑھ کر دم فرماتے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۵۱۴)

فَائِدَہ: خواہ کسی قسم کی بیماری ہو یا ڈر خوف ہو تو ان دو سورتوں کو اپنے اوپر یا جسے تکلیف ہو اس پر پڑھ کر دم کر

دے۔ مزید اپنے ہاتھ پر دم کر کے پورے جسم پر مل لے۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ مزید اس قسم کی معلومات کے لئے۔ عاجز کی کتاب الدعا المسنون دیکھئے۔ جو دعائوں کے باب میں نہایت مفصل اور مستند ہے۔

غسل میں خوشبو استعمال فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل میں خوشبودار اشیاء کا استعمال فرماتے۔

(الاحسان جلد۳ صفحہ ۱۱۹۷، بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو کچھ خوشبو اپنے ہاتھ میں ملتے۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

فائدہ: یعنی غسل کے موقعہ پر ابتداءً کچھ خوشبو کا استعمال فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غسل کے موقعہ پر بدن کی صفائی کے ساتھ خوشبو وغیرہ کا استعمال، خوشبودار صابن کا استعمال بہتر ہے۔

اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ اور غمگین نظر آتے

ہند ابن ابی ہالہ کی طویل روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل غمگین اور فکر مند رہا کرتے تھے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۵)

شمائل ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین متفکر نظر آتے۔ آپ کو سکون نہیں تھا۔

(شمائل صفحہ ۲۲)

فائدہ: دین اور تبلیغ اسلام کی فکر میں گھلے رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ اسی دھن میں رہتے کہ لوگ کس طرح توحید و اسلام کو قبول کر لیں۔ آخرت کی فکر جہنم سے ڈر حاصل ہو جائے۔ آج ہم امتی کا کیا حال ہے۔ اپنی دنیا میں مست اور خوش ہیں۔ جب خود اپنی فکر نہیں تو دوسرے کے دین کی کیا فکر ہوگی۔ پس چند لوگ ہیں جنہیں دین کی فکر ہے کہ عالم میں دین کس طرح پھیلے یہی مقبولان خدا ہیں۔

شب اول میں سونا اور آخر رات میں عبادت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے شروع میں (نماز عشاء کے بعد متصلاً) سو جایا کرتے اور آخر شب میں عبادت کرتے۔ (زرقانی جلد۵ صفحہ ۶۷، بخاری صفحہ ۱۵۴)

فائدہ: شرح مواہب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد متصلاً سو جایا کرتے۔ علامہ قرطبی نے الجامع میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کے بعد گفتگو پر مارا کرتے تھے کہ ابھی باتوں میں لگو گے اور آخر رات میں سو گے۔ (القرطبی جلد۱۳ صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: عشاء کے بعد جلد سونے سے آخر رات میں اٹھنا نصیب ہوتا ہے۔ جو بہت بڑی دولت ہے۔ کم از کم صبح کی نماز میں سہولت ہوتی ہے۔ دیر سے سونے کی وجہ سے عموماً علی الصباح نیند نہیں کھلتی جس سے صبح کی نماز جاتی رہتی ہے جو بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔

ٹوپی کا سفید ہونا پسند فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

(مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ۲۷۲، فیض القدیر جلد۵ صفحہ۲۴۶)

حضرت فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے سر مبارک پر سفید ٹوپی تھی۔ (سیرۃ الشامی صفحہ۴۴۷)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبہ اور چادر حلہ جوڑے تو سفید کے علاوہ دوسرے رنگوں کے بھی ثابت ہیں۔ مگر ٹوپی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ٹوپی کا سفید ہی ہونا بہتر ہے۔

بھولنے کے اندیشہ سے نشان لگا لیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب کسی ضروری کام کے بھولنے کا اندیشہ ہوتا تو چھوٹی انگلی میں انگوٹھے میں کچھ دھاگا (وغیرہ) نشان کے طور پر لگا لیتے۔ (جامع صغیر صفحہ۴۰۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی یاد دہانی کے لئے کہ وقت پر ذہن سے نکل نہ جائے انگلی وغیرہ میں کوئی نشان وغیرہ لگا لیا کرتے۔

عہد قدیم میں یہ طریقہ رائج تھا۔ اس کی جگہ اب یادداشت کے طور پر لکھ لیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ لکھنا پڑھنا کم تھا اس لئے یہ طریقہ تھا۔

گرم پانی پینا پسند نہ فرماتے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم پانی پینے کو پسند نہ فرماتے۔

(مسند احمد جلد۴ صفحہ۵۶)

فَائِدَہ: اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانے کو پسند نہ فرماتے۔ بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن میں کھانا پیش کیا گیا جو تیز گرم تھا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلا۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۲۳)

طباً بھی تیز گرم کھانا مفید نہیں۔ چائے یا بعض دوائیں جو گرم مفید ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ چونکہ ان کا نفع گرم ہی سے وابستہ ہے۔

پکارنے والے کو کیا جواب دیتے

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو تین مرتبہ پکارا۔ آپ نے ہر مرتبہ فرمایا حاضر۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰)

فَائِدَۃ: کسی کے پکارنے پر متواضعانہ اور سنجیدگی سے جواب دینا یہ اخلاقیات میں سے ہے۔ آپ تواضع کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس لئے پکارنے والے کو متواضعانہ جواب دیتے۔ حاضر۔ حاضر۔ ہمارے علاقے میں جی ہاں اس کا ترجمان ہے۔

بعض اہل کبر اس قسم کا جواب دینا خلاف شان سمجھتے ہیں۔ جو صحیح اور درست نہیں۔ مؤمن کی شان طریقہ نبوی کی اتباع میں ہے۔

بکریوں کی خدمت

حضرت ابو بردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گدھے پر سوار ہو جایا کرتے تھے۔ صوف (اون کا موٹا لباس پہنتے تھے)۔ بکریاں خود باندھ لیتے تھے اور مہمانوں کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۲۹)

فَائِدَۃ: خود سے کام کر لینا یہ متواضعانہ پیغمبرانہ شان ہے۔ اہل کبر وتار اپنا کام ضرورت پڑنے پر بھی رکے رہتے ہیں۔ خادم کے انتظام میں بیٹھے رہتے ہیں۔ خود کام کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ ممنوع اور تکبر کی پہچان ہے۔ خیال رہے کہ نوکر و خادم رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ کسی موقعہ پر خادم ونوکر نہیں ہے خود سے کام کر لینا چاہئے اس کے انتظار میں بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔

آسان اور سہل طریقہ اختیار کرتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو اختیار دیئے ہوئے امر میں سے آسان اور سہل کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ ورنہ تو اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۱۰، اخلاق النبی صفحہ ۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو جو اسہل آسان ہوتا اسی کو آپ اختیار فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۵)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دو امروں میں کسی کا اختیار دیا جاتا وہاں آپ اس میں سے آسان اور سہل طریقہ اختیار فرماتے۔ خیال رہے شرع کا حکم خواہ آسان سمجھ میں آئے یا مشکل ہو۔ بہر صورت بجا لانا اطاعت فرمانبرداری ہے۔

مار پیٹ کی عادت نہیں

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی خادم کو کبھی مارا ہو۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ ہاں مگر یہ اللہ پاک کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے (تو کسی کو مارا ہے)۔ (مختصر از دلائل صفحہ ۳۱۲، مسلم، فضائل)

فَائِدَہ: آپ خوش اخلاق بڑے مہربان اور نرم مزاج تھے۔

لیکن قصوروار اور جرم اور غلطی پر تربیت کے پیش نظر کہ آئندہ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب نہ کرے کہ تنبیہ اور معمولی مار پیٹ جس سے بدن پر نشانات نہ ہوں۔ ہاتھ پیر نہ ٹوٹے۔ خون نہ بہے۔ شرعاً درست ہے۔ سخت تکلیف دہ مار درست نہیں۔ جیسا کہ بعض نادان کرتے ہیں۔ اسی طرح استاذ اور معلم کو بھی تکلیف دہ مار درست نہیں۔ ڈانٹ زجر توبیخ سے کام لیا جائے۔

اللہ کے فرائض میں آپ ﷺ نرمی اور درگزر نہ فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے اوپر کسی کی تکلیف دہ اور ظلم کا بدلہ نہ لیتے۔ سوائے اس صورت کے کہ فرائض خداوندی کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ اور جب اللہ کے فرائض میں ذرا سی بھی بے حرمتی ہوتی تو آپ اس بارے میں سب سے زیادہ سخت ہو جاتے۔

(شمائل، اخلاق النبی صفحہ ۴۵)

فَائِدَہ: فرائض الٰہیہ اور محارم کے ارتکاب کو آپ گوارہ نہ فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ والد اور گارجن کو چاہئے کہ فرض نماز اور روزے کے ترک کو بیوی اور اولاد کے حق میں گوارہ نہ کرے۔ اسی طرح فلم دیکھنا۔ بے پردہ پھرنا ہرگز گوارہ نہ کرے۔ اور نہ اس پر خاموشی اور رضا اختیار کرے۔ علماء نے ذکر کیا ہے کہ تارک نماز بیوی اگر نماز کی عادت نہ اختیار کرے تو اسے طلاق دے سکتا ہے تاکہ اس کے گھر کا معاشرہ دین پر باقی رہے اور اس کی اولاد میں دین رہے۔ جو اہل ایمان کا اولین مقصود ہے۔

لوگوں کی حد درجہ رعایت فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ نماز کے لئے منبر سے نیچے اترے۔ نماز کی اقامت ہو چکی۔ اور کوئی آدمی آ گیا۔ اس نے آپ سے لمبی گفتگو شروع کر دی اس کے بعد آپ نماز کے لئے آگے بڑھے۔ (اخلاق صفحہ ۳۰)

حضرت انس یا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اقامت ہوتی آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور کوئی آدمی آپ کے سامنے آ جاتا آپ اس کے ساتھ اتنی دیر تک مشغول رہتے کہ نیند کے مارے لوگوں کی

گردنیں جھکتی رہتیں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۱)

فائدہ: آپ ﷺ لوگوں کی رعایت فرماتے۔ اگرچہ بے وقت سہی۔ اس وجہ سے بھی کہ وہ ان آداب سے واقف نہیں تھے انس کی وجہ سے ایسا فرماتے۔

زمزم کا اہتمام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ زمزم لے کر آتیں اور یہ فرماتیں کہ آپ ﷺ زمزم اٹھاتے یعنی لے کر آتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۰، جامع الصغیر)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے زمزم لایا۔ اس سے حج بیت اللہ وغیرہ کے موقعہ پر زمزم کا لانا سنت سے ثابت ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ آپ سخاوت مزاج کی بنا پر زمزم احباب کو عنایت فرماتے ہوں گے۔ یعنی ان لوگوں کو عطا فرماتے جو حج اور مناسک میں نہیں جاسکے۔

خیال رہے کہ زمزم اور کھجور وغیرہ کا لانا یہ اسلاف کرام سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا لانا اور اقرباء واحباب میں تقسیم کرنا محمود اور مستحسن ہے۔ اور سامانوں کا جھمیلا کرنا جس کی وجہ سے حرم چھوڑ کر بازاروں کے چکر لگانے کی ضرورت ہو۔ اکابرین واسلاف کے خلاف ہے۔ ان امور میں نہ پڑے اور امیدواروں سے معذرت کردے۔

کوئی کھانا بھیجتا تو باقی واپس روانہ کردیتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں کوئی کھانا ہدیۃً بھیجتا تو آپ کھا کر باقی واپس فرمادیتے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۹۴)

فائدہ: چونکہ کھانا بھیجا جاتا تھا وہ آپ کے کھانے کے لئے ہوتا۔ جسے فقہی اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے نہ رکھ سکتے تھے اور نہ کسی دوسرے کو ہدیہ اور صدقہ کرسکتے تھے عموماً کھانے کی دعوت میں ایسا ہوتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پورے کھانے کا اسے مالک بنادیا جاتا ہے خود کھالے اہل وعیال کو کھلائے یا اپنے متعلقین کو دے دے۔ وقت اور عرف اور ماحول کے اعتبار سے اس کا فرق معلوم ہوسکتا ہے۔ عموماً دعوت میں اباحت ہوتی ہے اور تقریب اور شادی کے کھانے میں تملیک ہوتی ہے۔ مسئلہ دقیق ہے کسی اچھے عالم سے پوچھ لیا جائے۔ یہ بھی حکمت ہوسکتی ہے کہ معلوم ہوجائے کہ کم نہیں ہوا بلکہ زائد ہی ہوا۔

کسی کو باہر بھیجتے تو شروع میں بھیجتے

حضرت صخر غامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی سریہ کو روانہ فرماتے تو شروع دن میں روانہ فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۳۲)

فائدہ: شروع دن برکت کا وقت ہوتا ہے۔ آپ سفر اور تجارتی امور میں بھی شروع دن کو پسند فرماتے۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت صخر بیان کرتے ہیں کہ میں جب تجارتی سفر کرتا تو صبح ہی کرتا خوب نفع حاصل کرتا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۱، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش رزق میں صبح کا وقت اختیار کرو۔ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا وقت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ میری امت کو دن کے شروع حصہ میں برکت عطا فرما۔ (کشف الاستار، بزار ج جلد ۲ صفحہ ۷۹)

آج کے دور میں برکت کا یہ وقت سو کر گزارا جاتا ہے اسی وجہ سے برکت سے محرومی ہے۔ اسباب برکت تو کھو دیتے ہیں پھر بے برکتی کی شکایت کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ خواب کو پسند فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خواب کو پسند فرماتے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۳۵، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۸)

حضرت ابوبکرہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خواب کو پسند فرماتے اور اس کے متعلق اپنے اصحاب سے معلوم فرماتے۔ (مسند جلد ۵ صفحہ ۵۰)

فائدہ: عمدہ خواب بشریٰ مؤمن ہے۔ تفصیل کے لئے شمائل کبریٰ جلد دوم دیکھئے۔ اسی وجہ سے آپ معلوم فرماتے تھے۔

لوگ میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک جاتے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو رک جاتے۔ اور لوگوں سے فرماتے۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور ان کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو۔ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا۔ (ابوداؤد، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: عام لوگوں کے جانے کے بعد چند مخصوص حضرات خصوصاً اہل قرابت کے لئے بہتر ہے کہ ٹھہر جائے اور ان کے لئے سہولت جواب اور اثبات قدمی کی دعا مانگے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میت کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک اور پیر کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیتیں "امن الرسول" سے آخر تک پڑھے۔ (حسن، بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹)

جب جنازہ میں تشریف لے جاتے تو خاموش چلتے

ابن سعد نے مرسلاً بیان کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ جب کسی جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو اکثر خاموش چلتے۔اور بات کرتے تو آخرت اور موت کے متعلق گفتگو فرماتے۔(جامع صغیر صفحہ ۶۷۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ جنازہ میں تشریف لے جاتے تو آپ پر غم کے آثار نمایاں ہوتے۔اور زیادہ تر موت و آخرت کی بات کرتے۔(جامع صفحہ ۶۷۳۳)

فائدہ: ظاہر ہے یہ رنج غم اور عبرت کا مقام ہے۔اسے بھی ایک دن اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا۔آہ بکاء کے موقعہ پر گفتگو کرنا۔بولنا عبرت کے خلاف ہے۔اس لئے ایسے موقعہ پر خاموش ذکر کرتا ہوا چلے۔

کسی کے گھر کے سامنے کھڑے نہ ہوتے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلام علیکم السلام علیکم کہتے۔(مشکوۃ صفحہ ۴۰۱، بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۸۲۴)

فائدہ: عموماً لوگ گھر کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں یا انتظار کرتے ہیں۔ بڑی بے حیائی اور بری بات ہے۔ ذرا کنارے کھڑے ہو کر آواز یا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر ایسا دروازہ ہے جس سے گھر کا سامنا نہیں ہوتا۔ یا ڈبل دروازہ ہے تو پھر گنجائش ہے۔ بہر صورت ادب یہی ہے۔ آج یہ مسنون طریقہ لوگوں سے چھوٹتا جا رہا ہے۔جس کا سبب سنت اور شریعت کی اہمیت کا نہ ہونا ہے۔

تقسیم کے لئے کوئی چیز آتی تو فوراً تقسیم فرماتے

محمد بن علی سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی مال (تقسیم کے لئے) آتا تو آپ اسے رات یا دن بھر نہ رکھتے۔(جامع صغیر صفحہ ۶۶۳۳)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے پاس مال فئی آتا تو آپ ﷺ اسی دن تقسیم فرما دیتے۔(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روپیہ پیسہ یا اور کوئی سامان تقسیم کے لئے آئے یا کوئی دے تو اسے رکھے نہ رہے۔ بلکہ جلد از جلد مصرف میں یا معطی نے جس قسم کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے کہا فوراً بلا غرض اور اپنے نفع کے تقسیم کر دے۔

آپ ﷺ سونے والے کی رعایت فرماتے

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رات میں تشریف لاتے تو اس طرح سلام فرماتے کہ

جاگا ہوا سن لیتا اور سوتا ہوا نہ جاگتا۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

فائدہ: یہ آپ ﷺ کی کمال رعایت تھی۔ اگرچہ محبت وعقیدت کی وجہ سے آپ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی۔ شریعت، سنت اور ادب یہی ہے کہ ہر شخص کی راحت کا خیال رکھے۔ صرف اپنی ہی راحت کا خیال نہ رکھے۔ یہ اخلاق ہی نہیں انسانیت کے خلاف ہے۔

آپ ﷺ کو کوئی چیز بھلی معلوم ہوتی تو کیا فرماتے

حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز کو دیکھتے اور وہ آپ کو بہت بھلی اور پسند ہوتی، اسے نظر بد کا اندیشہ ہوتا تو یہ پڑھتے "اللھم بارك فيه ولا اصره" (اخلاق النبی صفحہ ۳۰۷)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات میں یا اپنے مال میں یا بھائی میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے بہت پسند آئے تو اسے برکت کی دعا دے۔ یعنی "اللھم بارك فيه" کہے۔ کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۰، نسائی)

فائدہ: نظر کا لگنا برحق ہے۔ خصوصاً آج کے اس دور میں لہٰذا اس سے حفاظت کے لئے دعا دے دے۔ مزید نظر بد سے بچنے کے لئے "ما شاء الله لا حول ولا قوة الا بالله" پڑھ لے۔ مزید تفصیل الدعا المسنون میں دیکھئے۔

بروں کے ساتھ بھی رعایت اور اخلاقی برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا قوم کا یہ برا شخص ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے بہت رعایت کے ساتھ گفتگو کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ نے تو اسے ایسا ایسا کہا پھر اس کے ساتھ بات چیت میں نرم رخ اختیار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ لوگوں میں بدتر وہ جسے لوگ اس کے شر کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۴، ابوداؤد من الغرہ صفحہ ۶۹۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گو وہ اپنے ذات کے اعتبار سے برا ہے۔ مگر جب وہ ہمارے پاس یا ہماری مجلس میں آئے گا تو ہمیں اس کی رعایت کا حکم ہے۔ اس کے ساتھ اذیت وتکلیف دہ برتاؤ ہرگز مناسب نہیں۔ جب وہ ہمارے پاس آیا ہے تو خواہ کتنا ہی برا ہو صحیح اخلاق کے ساتھ پیش آنا نہایت ہی اہم ذمہ داری ہے۔

اندھیرے میں تشریف فرما نہ ہوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ کسی اندھیرے گھر میں نہ بیٹھتے تھے۔ تاوقتیکہ روشنی نہ جلادی جاتی۔ (بزار کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۴۲۴، کنز العمال جدید جلد ۷ صفحہ ۲۲۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اندھیرے گھر میں یا جہاں اندھیرا ہو وہاں آپ نہ بیٹھتے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ جسے اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً لوگوں کو معلوم ہو آپ تشریف فرما ہیں۔ کسی کو دھوکا نہ ہو خلاف مزاج وطبع بات نہ پیش آجائے۔

جھوٹ بولنے والے کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ گھر والے میں سے کسی کے جھوٹ بولنے پر مطلع ہو جاتے تو اس سے اعراض فرماتے رہتے (اس سے ربط محبت نہ رکھتے) تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کر لیتا۔

(حاکم، کنز العمال صفحہ ۱۸۳۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو تمام بری عادتوں میں جھوٹ سے بڑی نفرت تھی۔ (بیہقی، کنز صفحہ ۱۸۲۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ بغض اور نفرت جھوٹ سے تھی۔ اگر اپنے اصحاب و رفقاء میں سے کسی کے جھوٹ پر مطلع ہوتے تو اس سے انقطاع اختیار فرما لیتے تاوقتیکہ اس کی توبہ کا علم آپ کو نہ ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۳۷۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل صلاح کے لئے مسنون اور گنجائش ہے کہ اہل معصیت سے اس وقت تک ربط و تعلق منقطع رکھیں جب تک کہ وہ معصیت و گناہ کو چھوڑ نہ دیں۔ تمام شخص کے لئے یہ حکم نہیں۔ خصوصاً آج کے اس دور میں ربط رکھے اور اسے گناہ کے نقصانات بتاتا رہے۔

اٹھتے وقت ایک ہاتھ کا سہارا لے لیتے

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ رسول پاک ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۴، طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۰)

فَائِدَہ: ضعف و نقاہت کی وجہ سے اس طرح سہارا لیتے۔ جیسا کہ آپ بعض ضعیف و پیر شخص کو دیکھیں گے۔ نیز اس میں مسکنت کا بھی اظہار ہے جو تواضع سے ناشی ہے۔

کسی کام کے شروع سے پہلے یہ دعا پڑھتے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا کرتے۔ "اللھم حرلی، اخترلی" **تَرجَمَہ:** "اے اللہ میرے لئے خیر کو پسند فرما، اور اس میں خیر کو قبول فرما۔" (بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۰۴، الجامع الصغیر، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

فَائِدَہ: یہ تفویض اور انابت الی اللہ ہے کہ کام کے آغاز میں خصوصی طور سے خدا سے مدد اور اعانت چاہے کہ

اسی کی قدرت میں تمام بھلائیاں اور اچھائیاں ہیں اور اسی کے قبضہ میں اچھا انجام ہے۔ مؤمن کی شان ہے کہ وہ ہر کام خدا کے حوالے کرے اور اسی سے خیر اور اتمام کا سوال کرے۔

کھانے پینے کی چیزوں کی برائیاں نہ کرتے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے عیب کو بیان نہ کرتے۔ من کرتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (بخاری، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: کھانا پینا دیگر فائدہ کے امور خدا کی بیش بہا نعمتیں ہیں۔ ان کی برائی بیان کرنا خالق کائنات جس نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے۔ اس کی ناشکری ہے۔ اس لئے نعمت خداوندی کی برائی ہرگز نہ بیان کرے۔ ہاں نہ من کرے، من کو نہ بھائے تو انکار کردے۔ ارادہ نہیں خواہش نہیں۔ من نہیں کررہا ہے وغیرہ الفاظ ادا کرے۔ یہ نہ کہے توبہ یہ کیسا خراب ہے۔ بڑا ہی قبیح ہے۔ وغیرہ الفاظ نہ ادا کرے۔

تیز آواز سے چلانے کو پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں شور مچانے والے نہیں تھے۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۵)

فائدہ: بلند اور تیز آواز سے بولنا۔ یہ جانور اور جاہل فاحش کی خاصیت ہے۔ گدھا، بیل جب بولتا ہے زور سے بولتا ہے۔ خدائے پاک کو ناپسند، شرافت انسانی کے خلاف۔ آواز میں نرمی سنجیدگی، اور پستی محمود ہے۔ ہاں مگر اتنا آہستہ نہیں کہ سننے والے کو زحمت وکلفت ہو۔

لوگوں کے پیچھے چلنا پسند تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا کہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلا کریں۔ ہاں دائیں بائیں جانب چلیں۔ (حاکم، فیض القدیر صفحہ ۲۴۳)

حضرت شعیب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مروی ہے کہ نہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھانا کھاتے دیکھا گیا۔ اور نہ تو آپ کے پیچھے دو آدمی کو چلتا دیکھا گیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شدید گرمی کے زمانہ میں بقیع غرقد کی طرف جا رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ نے جوتے کی آواز کو سنا تو آپ کے دل میں کچھ خیال گزرا۔ تو آپ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کو آگے کر دیا تاکہ آپ کے دل میں بڑائی کا شائبہ نہ گزرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۲)

فائدہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلا کریں۔ جب وہ چلتے

ہیں تو کچھ احباب و متعلقین کو اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں۔ یا ایسی ترکیب اختیار کرتے ہیں کہ کم از کم دو، تین آدمی ان کے پیچھے چلتے نظر آئیں۔ یہ متکبرین اور حب جاہ والوں کی عادت ہے۔ آپ اس کو سخت ناپسند فرماتے۔ چونکہ خدا کو کبر وفخر کی باتیں پسند نہیں۔ خیال رہے کہ جب کہ آپ معصوم ہیں۔ اپنے پیچھے اصحاب کو شبہ نفس کی بنیاد پر کہ نفس کو بھا نہ جائے۔ پسند نہیں کیا اور پیچھے سے آگے کر دیا۔ تو آج کل کے ماحول میں کہ غلبہ نفس کا زمانہ ہے کیسے اس طریقہ کو پسند اور اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ اتفاقی طور پر کبھی ایسا ہو جائے تو اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا پیچھے چلنے کے اسباب اور خواہش اختیار نہ کرو۔

چمن اور باغیچوں میں نماز پڑھنا بہت پسندیدہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باغیچوں میں، باغوں میں نماز پڑھنا پسند تھا۔ (ترمذی صفحہ ۷۷)

فائدہ: حافظ عراقی نے بیان کیا کہ ایسے مقام پر نماز پڑھنا آپ کو بہت پسندیدہ تھا۔ اور پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ یا تو خلوت اور سکون ہو۔ یا اس وجہ سے تا کہ نماز کی برکت کا اثر پھلوں اور پیڑوں میں آجائے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے صاحب مکان کی رعایت میں برکۃً ایسا کیا ہو۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۷۴)

زمین چونکہ عبادت و ذکر وغیرہ کی گواہی دے گی۔ اس وجہ سے کہ کل قیامت کے دن گواہی دے۔ اسی طرح کھیت باغ جنگل ہرے بھرے میدان پہاڑ وغیرہ پر جائے تو اور وقت ممنوع نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ تا کہ یہ زمین میدان قیامت میں گواہی دے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے لئے جاتے تو ذرا دور جاتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ پاخانہ کے لئے تشریف لے گئے تو خوب دور گئے۔ (ترمذی صفحہ ۱۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کے لئے تشریف لے جاتے تو خوب دور جاتے۔ یہاں تک کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ پاتا۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو خوب دور جاتے یہاں تک کہ آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱)

فائدہ: اس عہد میں عموماً گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتا تھا۔ لوگ جنگل میدان میں جاتے تھے۔ آپ آبادی سے خوب دور باہر جاتے کہ دور سے بھی آپ نظر نہ آتے۔ یعنی غایت درجہ پردہ کے اہتمام کی وجہ سے ایسا کرتے۔

جوتا پہن کر سر ڈھانک کر تشریف لے جاتے

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو پیر میں جوتا پہن لیتے اور سر ڈھانک لیتے اور (آنے کے بعد) وضو فرماتے۔ (مسند احمد جلد۴ صفحہ ۳۶۳)

حبیب بن صالح سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو جوتا پہن لیتے سر کو ڈھانک لیتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۱۴)

بیت الخلاء کے آداب میں سے ہے کہ سر ڈھانک کر جائے۔ کھلے سر جانا مکروہ ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

انگوٹھی اتار لیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے۔ (الاحسان جلد۲ صفحہ ۱۴۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ" نقش جو کلمہ طیبہ کا دوسرا جز ہے۔ تاکہ بے ادبی نہ ہو اس وجہ سے اتار لیتے تھے۔ اسی طرح کسی کی انگوٹھی میں آیات قرآنیہ وغیرہ یا اسماء الٰہی ہو تو جاتے وقت اتار لینا چاہیے۔

اولاً تو اس قسم کی انگوٹھی سے احتیاط کرے نہ پہنے کہ کبھی بے ادبی نہ ہو جائے۔ البتہ جو نقش و تعویذات لپٹے بندھے ہوئے ہوتے ہیں اس تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا درست ہے۔

فراغت پر مٹی سے ہاتھ دھوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے باہر تشریف لاتے۔ تو پانی کا استعمال فرماتے۔ ہاتھ مٹی سے صاف فرماتے۔ (مسند احمد جلد۱ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: پاخانہ سے فراغت پر مٹی سے ہاتھ رگڑ کر صاف کرنا ہر اعتبار سے مفید ہے۔ بدبو زائل ہوتی ہے۔ اور کامل نظافت حاصل ہوتی ہے۔ یہی طریقہ سنت اور مسنون ہے۔ صابن سے یہ زیادہ مفید ہے۔ جہاں مٹی کی سہولت ہو وہاں یہی مسنون طریقہ استعمال کرے۔ جہاں اس کی سہولت نہ ہو وہاں صابن اور پاؤڈر استعمال کرے۔ صرف پانی پر اکتفا کرے کہ اس سے بدبو باقی رہتی ہے جو طہارت اور نظافت کے خلاف ہے۔

پاخانہ سے فارغ ہونے پر وضو فرما لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے تشریف لاتے باہر آتے تو وضو فرما لیتے۔ (طحاوی صفحہ ۵۵، مسند احمد جلد۶ صفحہ ۱۸۹)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ یہ وضوفرمانا نماز کے لئے تھا۔ یا اس وجہ سے کہ آپ ہمہ وقت باوضو رہنے کا اہتمام فرماتے۔ یہ وضو پاخانے سے فارغ ہونے کے آداب میں سے نہیں ہے۔ تاہم نظافت کے طور پر ہاتھ منہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں۔

طہارت اور پاکی کے مسئلہ میں کسی کو واسطہ نہ بناتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طہارت کے مسئلہ کو کسی کے حوالے نہ فرماتے۔ یعنی کسی کو واسطہ نہ بناتے خود کرتے۔ (مختصراً ابن ماجہ صفحہ ۳۰)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ طہارت کے مسئلہ میں محض دوسروں پر اعتماد نہ فرماتے۔ ہوسکتا ہے کہ خیال نہ رہنے کی وجہ سے پاک اور ناپاکی میں احتیاط نہ ہو سکے۔ مثلاً ناپاک کپڑا دے دیا جائے ہوسکتا ہے کہ اسے اچھی طرح یا تین مرتبہ نہ نچوڑا جائے۔ یا پانی کا استعمال مشتبہ ہو۔ جس سے پاکی میں طمانیت حاصل نہ ہو۔ اس احتمالات کی وجہ سے آپ خود انجام دیتے۔

دوسرا مطلب اس حدیث پاک کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غسل اور وضو کرنے میں کسی کی مدد نہ لیتے۔ بلکہ خود بدن اور اعضا پر پانی ڈالتے۔ باوجودیکہ حضرات صحابہ خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

(فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

خیال رہے کہ بعض روایت میں وضو میں اعانت مثلاً پانی کا ڈالنا ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت مغیرہ، رقیہ کی ایک باندی، اور بنت معوذ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے وضو کا پانی ڈالا ہے۔ شاید یہ کسی عذر کی وجہ سے ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے ازراہ برکت ایسا کیا ہو اور آپ نے اس کا خیال کرتے ہوئے منع نہ کیا ہو ورنہ تو عام عادت وضو میں نہ تھی۔ ادھر آپ کی عادت یہ تھی کہ کوئی خدمت کرتا تو اسے موقعہ دیتے۔ کہ یہ ایک اچھی عادت ہے اور اس کے حق میں دعائے خیر کا باعث ہے۔ (انجاح الحاجہ صفحہ ۳۰)

جنابت کی حالت میں سوتے تو وضو فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ فرماتے اور جنابت کی حالت میں ہوتے تو سونے سے قبل نماز کی طرح وضو فرمالیتے۔ (مسلم صفحہ ۱۴۴)

فَائِدَۃ: متعدد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ آپ جنابت کی حالت میں سونا چاہتے تو وضو فرما کر سوتے۔ علماء کرام نے وضو کر کے سونے کو سنت و مستحب قرار دیا ہے۔ اگر وضو کے بجائے ہاتھ منہ دھو کر بھی سو جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے۔ تاہم بلا وضو ہاتھ منہ دھوئے سونا خلاف سنت بہتر نہیں ہے۔

جنابت کی حالت میں کھانے سے قبل وضوفرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضوفرمالیتے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۴)

حضرت عائشہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے اور جنابت کی حالت میں ہوتے تو وضوفرمالیتے۔ (نسائی صفحہ ۵۰)

فائدہ: جنابت کی حالت میں اگر کھانے کی ضرورت پیش آجائے تو بہتر ہے کہ وضوکرے۔ اگر وضو نہ کرے تو ہاتھ منہ دھوکر کچھ کھائے پیے۔ اس کی بھی گنجائش ہے۔

اکثر سر پر کپڑا اور رومال ڈالے رکھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر کپڑا (رومال وغیرہ) رکھا کرتے تھے۔ اور کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (شمائل صفحہ ۸)

فائدہ: سر پر کپڑا رکھنے کی مختلف شکل ہوتی ہے۔ کبھی عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے تھے۔ تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اور تیل کی کثرت استعمال کی وجہ سے یہ کپڑا بہت زائد چکناہٹ رکھتا تھا اور تیل کا اثر نمایاں رہتا تھا۔ اسی کو حضرت انس فرماتے ہیں تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تیلی کا کپڑا بھی تیلی سے تعلق کی وجہ سے تیل کا اکثر کپڑے پر نمایاں رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا۔ (خصائل صفحہ ۱۰۰)

عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی اور عمامہ کے اوپر رومال کے مانند کوئی کپڑا ڈال لیتے تھے۔ تاکہ دھوپ وغیرہ سے حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح میں باب باندھا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۶۴)

"باب التقنع" کہ آپ سر پر کپڑا باندھ لیتے تھے۔ چنانچہ اس کے ذیل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے سلسلے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوپہر میں تشریف لے گئے تو سر پر کپڑا رکھے ہوئے تھے۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ عمامہ کے اوپر سے کوئی کپڑا رکھ کر اپنے سر کو ڈھانکے ہوئے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۷۷)

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ پر ایک مٹیالے رنگ کا کپڑا تھا۔ جسے آپ نے سر پر ڈال رکھا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ چادر کے ایک کونے کو سر پر ڈال لیتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۸۶۸)

ٹوپی اور عمامہ کے علاوہ ایک کپڑا چادر کی طرح یا اس سے چھوٹا چوکور شکل کا جو آج کل کے رومال کی طرح ہوتا تھا سر پر ڈال لیتے تھے۔ یہی متوارث طریقہ اہل علم میں چلا آرہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ گرمی یا سردی وغیرہ سے سر پر کپڑا رومال وغیرہ رکھنا مسنون ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۷۷)

حضرت واثلہ سے منقول ہے کہ دن کو سر ڈھانکنا سمجھداری کی بات ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۲۳)

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ سر پر کپڑا رکھنا حضرات انبیاء کرام کے عادات میں سے ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۷۸)

علامہ مناوی نے تقنع کے مفہوم میں لکھا ہے کہ چادر کی طرح کوئی چوکور ٹکڑا سر کے اوپر سے ڈال کر اسے لپیٹ لیا جائے۔ جس سے اکثر سر چھپ جائے۔ اس کے ایک حصہ کو ڈاڑھ کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لے۔ یہ طریقہ مستحب ہے۔ جمعہ عیدین اور باہر مجمع میں جاتے ہوئے اس طرح کے کپڑے رکھنے کی تاکید ہے۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۷۶)

اہل علم حضرات کے درمیان مرجہ رومال کی حیثیت

خیال رہے کہ اہل علم حضرات کے درمیان جو مربع رومال رکھنے کا طریقہ جو رائج ہے۔ اسی تقنع کے مفہوم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ علامہ مناوی نے اس طرح رومال کے استعمال کے رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اور اسے شعائر علما میں بتایا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کے عادات میں سے ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا بعض حضرات جو اس پر نکیر کرتے ہیں اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ جہالت اور نادانی کی بات ہے۔

ماہ مبارک کی آمد پر بشارت دیتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو رمضان المبارک کی آمد پر بشارت دیتے اور فرماتے۔ تم پر مبارک مہینہ آیا ہے۔ اس کے روزہ کو اللہ نے فرض کیا۔ جنت کے دروازے اس میں کھل جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیطان قید کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہزار رات سے بہتر ہے۔ جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ محروم رہا۔ (مسند احمد صفحہ ۳۸۴، سبل جلد ۸ صفحہ ۴۰۹)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ رمضان کی آمد پر ان کی خوش خبری سناتے۔ اور ان کی فضیلت سناتے۔ تاکہ نیکیوں کی جانب رغبت ہو۔ اور ماہ مبارک کی تیاری اور اس کے اہتمام میں پہلے سے ہی لگ جائیں۔ تاکہ ماہ مبارک دنیا کے جھمیلوں سے صاف ہو کر عبادت وتلاوت کے ساتھ گزرے۔

ماہ مبارک میں آپ کا معمول

حضرت ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ جب ماہ مبارک آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیدیوں کو چھوڑ دیتے۔ اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (مجمع صفحہ ۱۵۳، سبل جلد ۸ صفحہ ۴۱، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۷)

فائدہ: یعنی ماہ مبارک میں اہتمام کے ساتھ کسی آنے والے کو محروم اور واپس نہ فرماتے۔ اور لوگوں پر کرم کا معاملہ زائد فرماتے۔

بہت زیادہ سخاوت فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخی ہو جاتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے۔ ماہ مبارک کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کا دور کرتے۔ اور تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ نیک کاموں میں جلدی کرتے۔

(بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۵۵، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۶)

ازراہ محبت کھڑے ہو جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ازراہ محبت وشفقت) کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ بوسہ دیتے۔ اپنی جگہ انہیں بٹھاتے۔ اسی طرح آپ تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی (محبۃ وتعظیما) ہو جاتیں۔ آپ کا ہاتھ پکڑتیں، بوسہ لیتیں۔ اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ اپنی اولاد کے ساتھ شفیقانہ برتاؤ فرماتے۔ عربوں کے ماحول میں محبت و شفقت کا یہ طریقہ رائج تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تعظیماً کھڑے ہونے کی اجازت ہے وہیں محبت وشفقت کی بنیاد پر بھی کھڑے ہونے کی اجازت ہے۔

ادباً واکراماً موافقت میں کھڑا ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب (مسجد یا مجلس نبوی سے) گھر جانے کا ارادہ فرماتے۔ (اور کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور بیان فرماتے رہتے۔ جب آپ کھڑے ہوتے (جانے کے لئے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات کے گھر داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲، بیہقی فی الشعب)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم وفضل کے اکرام میں کھڑا ہونا اولیٰ اور بہتر ہے۔ اور یہ صحابہ کرام کا طریق

محمود ہے۔

اکثر خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ (مجلس میں) اکثر خاموش رہتے، اور حضرات صحابہ کرام اشعار وغیرہ پڑھتے تو ان کے ہنسے پر آپ مسکرا دیا کرتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اکثر رہتا تھا۔ آپ طویل خاموش اور کم ہنسنے والے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۵۶، کنز جلد ۷ صفحہ ۲۱۷)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ طویل خاموش رہتے۔ جب گفتگو کی ضرورت ہوتی تب ہی گفتگو فرماتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۴)

فَائِدَہ: کسی ضرورت ہی پر آپ بولتے ورنہ خاموش رہتے۔ بسا اوقات آپ کی مجلس خاموش رہتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں خاموش رہنا بھی ایک محمود امر ہے۔ کہ اس کا مطلب فکر، ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کا ہوتا ہے۔ جاہل اور ناواقف لوگ اس راز سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے رد کرنے لگ جاتے ہیں۔ جو صحیح نہیں۔

آپ ﷺ ذکر، فکر اور ضروری کلام و گفتگو میں وقت صرف فرماتے۔ لغو اور لا یعنی امور سے بچتے۔ کہ آپ کا فرمان مبارک ہے۔ مسلمان کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ بلا فائدہ غیر ضروری امور کو چھوڑ دے۔ (ترمذی صفحہ ۵۸)

خاموشی کی وجہ

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کی خاموشی کیسی ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ آپ کی خاموشی تین چیزوں کی وجہ سے ہوتی تھی۔ حلم و بردباری، احتیاط، تدبر اور فکر۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

فَائِدَہ: یعنی آپ کی خاموشی جذب اور تغافل کی وجہ سے نہ ہوتی تھی بلکہ اس اہم امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی بھی ایک اعلیٰ ترین وصف میں سے ہے۔ جو اصحاب معرفت کے یہاں ہوا کرتا ہے۔

مآخذ اور مراجع

اس کی تالیف میں احادیث تفسیر وسیرۃ وغیرہ کی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ تاہم جن اہم اور بنیادی مآخذ اور مراجع کے حوالے ہیں۔ ان کی فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

① بخاری
② مسلم
③ ابوداؤد
④ ترمذی
⑤ نسائی
⑥ ابوداؤد
⑦ طحاوی
⑧ سنن کبریٰ للبیہقی
⑨ شعب الایمان للبیہقی
⑩ آداب بیہقی
⑪ سبل الہدیٰ والرشاد
⑫ ادب مفرد
⑬ مجمع الزوائد
⑭ جامع صغیر للسیوطی
⑮ ابن حبان (الاحسان)
⑯ مسند بزار
⑰ مطالب عالیہ
⑱ الترغیب الترہیب
⑲ مسند احمد
⑳ مشکوۃ المصابیح
(۲۱) مصابیح السنۃ
(۲۲) مستدرک حاکم
(۲۳) فیض القدیر، للمناوی
(۲۴) کنز العمال
(۲۵) مصنف ابن عبد الرزاق
(۲۶) دارمی
(۲۷) دار قطنی
(۲۸) مکارم۔ طبرانی
(۲۹) مکارم۔ ابن ابی الدنیا
(۳۰) مکارم۔ الخرائطی
(۳۱) اخلاق النبی۔ ابوالشیخ
(۳۲) رسائل ابن ابی الدنیا
(۳۳) کتاب البر ابن جوزی
(۳۴) ابن سنی
(۳۵) نزل الابرار
(۳۶) مسند فردوس
(۳۷) ریاض الصالحین
(۳۸) جامع بیان العلم
(۳۹) طبقات ابن سعد
(۴۰) احیاء العلوم
(۴۱) زاد المعاد
(۴۲) اشعۃ اللمعات

(۴۳) اتحاف السادة
(۴۴) فتح الباری
(۴۵) عمدة القاری
(۴۶) مرقات المفاتیح
(۴۷) جمع الوسائل
(۴۸) نسیم الریاض
(۴۹) طیبی
(۵۰) الاذکار
(۵۱) الجامع الاحکام القرآن
(۵۲) تفسیر مظہری
(۵۳) روح المعانی
(۵۴) الدر المنثور
(۵۵) تفسیر ماجدی
(۵۶) معارف القرآن
(۵۷) تفسیر کبیر
(۵۸) معارف السنن
(۵۹) شرح شفا
(۶۰) مقدمہ ابن صلاح
(۶۱) درس ترمذی
(۶۲) فضائل صدقات
(۶۳) مظاہر حق
(۶۴) سیرۃ النبی
(۶۵) اسوۃ الصالحین
(۶۶) سیرۃ مصطفیٰ
(۶۷) وصیۃ الاخلاص
(۶۸) کیمیائے سعادت
(۶۹) الفتاویٰ الشامیہ
(۷۰) البدایہ
(۷۱) شمائل ابن کثیر
(۷۲) اتحاف المہرۃ
(۷۳) خصائل نبوی
(۷۴) کوثر وزمزم